Atlantis
Publications
قلعہ نُما مکان
محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

اشتیاق احمد

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	قِلعہ نُما مکان
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز 799
اشاعت	نومبر ۲۰۱۵ء
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	240 روپے

ISBN 978-969-601-116-3

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشتیاق احمد

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ ایک شخص نے کہا، میں پانی میں تنکا پڑا ہوا دیکھتا ہوں، فرمایا: اسے پھینک دو، اس نے کہا، ایک دم پینے سے میں سیراب نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا، پیالہ اپنے منہ سے ہٹا کر سانس لو۔
(یعنی درمیان میں سانس لو)

(ترمذی)

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ

- ☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
- ☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
- ☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
- ☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ: 15 کچھ عرصہ گزرا فاروق صاحب نے فون پر اطلاع دی کہ سعید لخت صاحب کا انتقال ہو چکا ہے ... خبر سنتے ہی دل سے ایک آہ نکل گئی ... ان کے ساتھ بیتے لمحات آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے ... ایک ایک پل سامنے آنے لگا ... میرے ناولوں کا اور ان کا ایک گہرا تعلق بنتا ہے۔

زندگی میں پہلا ناول کسی نہ کسی طرح مکتبہ عالیہ نے شائع کیا تھا ... دوسرا ناول لکھا تو کسی مہربان نے کہا، اس ناول کو آپ فیروز سنز سے شائع کرائیں ... میں نے ان سے کہا، بھلا وہ مجھے کیوں گھاس ڈالنے لگے ... اس پر ان صاحب نے کہا، آپ ناول لے جائیں تو سہی ... میری ادارے کے مالک سے علیک سلیک ہے ... میں انہیں فون کر دوں گا ... ان کے کہنے پر میں چلا گیا ... انہوں نے رقعہ بھی لکھ دیا تھا اور فون بھی کر دیا ...

اس وقت ادارے کے مالک عبدالسلام صاحب تھے ... رقعہ پڑھ کر انہوں نے مجھے سعید لخت صاحب کے پاس بھیج دیا ... یہ کہہ کر کہ مسودے سعید لخت صاحب پڑھتے ہیں، اگر انہیں پسند آگیا تو شائع کر دیں گے ...

اس طرح میری سعید لخت صاحب سے زندگی میں پہلی بار ملاقات ہوئی

... پہلی ملاقات میں وہ حد درجہ روکھے انسان نظر آئے ... ان کا بے حد کھردرا پن دیکھ کر میں ان سے بدظن ہو گیا ... اور میں نے سمجھ لیا کہ ان تلوں میں تیل نہیں ... یہ میرا ناول کیا شائع کریں گے ... لیکن میں ان دنوں بہت مشکل حالات سے گزر رہا تھا ... اس لیے ان کے پاس چکر لگاتا رہا اور وہ مجھے چھ ماہ تک ٹالتے رہے، آخر چھ ماہ بعد انہوں نے بھی صاف انکار کرنے کے لیے میرے ناول کے ابتدائی چند صفحات پڑھ لیے ... اور پھر پورا ناول ایک ہی نشست میں پڑھنے پر مجبور ہو گئے ... اب جب میں ان سے ملا تو ان کا روکھا پن گویا ہوا ہو چکا تھا ... بہت گرم جوشی سے ملے اور فوراً بول اٹھے ...

''بھئی واہ ... آپ کا ناول پڑھا اور ایک ہی نشست میں پڑھا ... آپ تو بہت اچھا لکھتے ہیں ... ہم آستین کا سانپ ضرور شائع کریں گے، بلکہ آپ سے اور ناول بھی لکھوائیں گے۔''

اس طرح ان سے تعلق قائم ہوا ... تعلیم و تربیت کے لیے بھی انہوں نے کہانیاں لکھوائیں ... مشکل حالات میں جب بھی میں ان کے پاس گیا کہ یہ مسودے لے لیں ... کوئی ناول لکھوالیں، میں ان دنوں بہت تنگ دست ہوں ... تو وہ بہت مہربانی سے پیش آئے ...

پھر ایک وقت آیا ... میں نے سنا، انہوں نے تعلیم و تربیت کی ادارت چھوڑ دی ہے ... ادارے کے دوسرے کام البتہ کر رہے ہیں ... اور بات

تھی بھی یہی ...وہ ادارت چھوڑنے کے بعد بھی بہت حد تک ادارے کے دوسرے کام کرتے ہیں ... ایک بار پھر میرا جانا ہوا، ملاقات ہوئی تو پہلے تو پہچان ہی نہ ہو سکے... نام بتایا تو اوہ منہ سے نکل گیا اور مصافحہ کیا ...ان دنوں وہ ادارے کی فیروز اللغات پر کام کررہے تھے ... بس یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی اور یہ ملاقات غالباً دس بارہ سال پہلے ہی کبھی ہوئی تھی ... اس کے بعد ان کے بارے میں ایک دوست ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ سعید لخت تو اب اپنے گھر تک محدود ہو گئے ہیں ... کسی سے ملتے بھی نہیں، میں ملنے گیا تو جھاڑ پلا دی ...یہ کہہ کر کہ کیوں ملنے کے لیے آئے ہو، کیا ضرورت ہے کسی کو مجھ سے ملنے کی ...

اس رویے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس دنیا اور دنیا کے لوگوں سے بیزار ہو گئے تھے ... اور اب فاروق احمد صاحب نے ان کی وفات کی خبر سنائی ہے... کہہ رہے تھے ، ان کا انتقال دبئی میں ہوا ہے ...وہ اب وہیں اپنے بیٹوں کے پاس رہتے تھے ۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، آمین! سبھی کو اس دنیا سے آخر جانا ہے ...

پروگرام

"بہت دن ہو گئے ... انکل کی گاڑی پنکچر نہیں ہوئی۔"

فاروق کے جملے نے انہیں اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا... وہ اس وقت شام کی چائے پر اپنے والد کا انتظار کر رہے تھے۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی ..." محمود نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب ... کیا فاروق کا مطلب یہ ہے کہ بہت دن ہو گئے ہم انکل خان رحمان کی گاڑی میں کسی تفریحی پروگرام پر نہیں نکلے اور راستے میں ہماری گاڑی پنکچر نہیں ہوئی اور نہ ہم نے راستے کی کسی پراسرار عمارت میں قیام کیا ہے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں یہی بات ہے ... جی چاہتا ہے ... ہم انکل کی گاڑی میں سیر کے لیے جائیں ... راستے میں بادل آ جائیں ... گھنگھور گھٹا سر پر چھا جائے ... ایسے میں گاڑی پنکچر ہو جائے اور ساتھ ہی موسلا دھار بارش شروع ہو جائے اور پھر ہم کسی پناہ گاہ کی تلاش میں نکلیں ... پھر کوئی گڈریا نما انسان اونچائی سے سڑک کی طرف آتا دکھائی دے اور ہماری جان میں جان آ جائے ... پھر وہ ہمیں کسی مسافر خانے میں لے جائے یا کسی عمارت میں لے جائے یا کسی سادہ سے مکان میں لے جائے ... وہاں ہم کھانا کھائیں اور وہیں کسی

جاسوسی چکر سے ملاقات ہو جائے۔''

''اسے سو فیصد آ بیل مجھے مار کہتے ہیں۔''فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

''شوق سے کہہ لو، مجھے کوئی پروا نہیں۔''

''لیکن بھئی... تمہاری یہ بیل منڈھے نہیں چڑھے گی۔'' محمود ہنسا۔

''کک... کون سی بیل... اور یہاں کوئی بیل کہاں سے ٹپک پڑی؟'' فاروق نے منہ بنایا۔

''جس بیل کا تم ذکر کر رہے ہو، میں بھی اسی بیل کی بات کر رہا ہوں... مطلب یہ کہ تمہارا پروگرام دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔''

''وہ کیوں۔''

''بلا وجہ بھلا کیوں کوئی سفر پر نکلے گا... دونوں انکلوں کو کون منائے گا... ابا جان سے کون بات کرے گا۔''

''پہلے بھی یہ کام میں ہی کرتا رہا ہوں، اب بھی میں کروں گا... سنا تم نے۔''اس نے آنکھیں نکالیں۔

''ہاں سنا... جو کرنا ہے کر لو... ہم تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔''

''تم ساتھ نہیں دو گے تو کیا ہوا، انکل خان ساتھ دیں گے، پروفیسر انکل ساتھ دیں گے، ابا جان ساتھ دیں گے۔''

''بس دے چکے ابا جان ساتھ... وہ ہم دونوں کا ساتھ دیں گے۔''

''اگر وہ تم دونوں کا ساتھ دیں تو وہ دونوں میرا ساتھ دیں گے۔''

''یہ کیا ہو رہا ہے، تم تینوں لڑ رہے ہو؟'' باورچی خانے سے بیگم جمشید

نے تیز آواز میں کہا۔

''جی نہیں ہم لڑ نہیں رہے... ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہیں۔''

''اوہ اچھا خیر... مقابلہ تو کر لو... لڑنا نہیں۔''

''جی ٹھیک ہے... آپ فکر نہ کریں امی جان... جب ہم مقابلہ کر لڑنے لگیں گے، آپ کو بتا دیں گے۔''فاروق نے کہا۔

''اوہو تو کیا لڑنا ضروری ہے۔''

''جی نہیں... ضروری تو خیر نہیں ہے۔''

''بس تو پھر لڑنا بھی نہیں۔''

''آپ کہتی ہیں تو نہیں لڑیں گے امی جان... ورنہ یہ دونوں تو لڑنے پر تلے بیٹھے ہیں۔'' فاروق نے ہانک لگائی۔

''بالکل غلط امی جان، ہم تو کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔''محمود نے فوراً کہا۔

''توبہ ہے تم تینوں سے۔''

''مجھ سے کیوں امی جان... میں نے تو ابھی تک کچھ بھی نہیں کہا۔'' فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

''اوہ اچھا... تمہیں اس معاملے سے الگ کیے دیتی ہوں... توبہ ہے ان دونوں سے۔'' انہوں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''یہ انصاف نہیں ہوا امی جان۔''فاروق نے احتجاج کیا۔

''وہ کیسے؟''

''ایسے کہ ان دونوں کا پروگرام ایک ہے تو فرزانہ الگ کیسے ہو گئی۔''

'' تمہاری تم ہی جانو ... مجھے اس معاملے میں نہ گھسیٹو ... اپنے ابا جان سے انصاف کرا لینا۔'' انہوں نے جھلا کر کہا۔

''سن لیا، بلا وجہ امی جان کو ناراض کر دیا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

'' ہائیں ... ہم نے ناراض کیا ہے ... اور تم نے نہیں کیا۔''

''نہیں ... میں کیوں کرتا ... تم پوچھو، انہیں کس نے ناراض کیا ہے۔''

'' امی جان آپ کو ہم تینوں میں سے کس نے ناراض کیا ہے۔''

''تم تینوں نے ... ارے مگر۔'' انہوں نے چونک کر کہا۔

'' ارے مگر کیا امی جان۔''

''ہم ... میرا مطلب ہے ... تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں تم سے ناراض ہوگئی ہوں۔''

''کہا تو ہم سے کسی نے بھی نہیں امی جان اور کہنے کے لیے یہاں ہے ہی کون ... یہ تو بس ہم نے اندازہ لگایا ہے۔''محمود نے کہا۔

''اور آپ کو پتا ہے امی جان۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

'' کیا پتا ہے۔''

'' یہ کہ اندازے غلط بھی ہو جاتے ہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

'' ہاں یہ تو خیر ہے۔'' انہوں نے جواب دیا۔

'' یہ غلط کہہ رہے ہیں امی جان۔'' فرزانہ نے چلا کر کہا۔

''کیوں ... کیوں فرزانہ ... تمہیں کیا ہوا؟''

''ابا جان کے اندازے آج تک غلط نہیں ہوئے۔''

'' اس وقت ان کے اندازوں کی بات تو ہو ہی نہیں رہی۔''

'' حد ہوگئی بلکہ توبہ ہے تم سے۔''

'' آپ تو واقعی ناراض ہوگئیں ... خیر ہم اپنی بحث ختم کر دیتے ہیں اور صرف انتظار کر لیتے ہیں۔''

'' صرف انتظار ... کس کا انتظار۔''

'' ابا جان کا اور چائے کا ... '' وہ مسکرایا۔

'' وحشت تیرے کی ... '' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

عین اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی ... انداز انسپکٹر جمشید کا تھا۔

''ابا جان آگئے ... '' تینوں نے نعرہ لگایا۔

محمود نے چھلانگ لگائی اور دروازہ کھول دیا ...

'' السلام علیکم۔'' انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

'' وعلیکم السلام ابا جان۔''

'' خیر تو ہے ... تم لڑ رہے تھے کیا۔''

'' جی نہیں تو ابا جان ... ہم لڑ نہیں رہے تھے بس ذرا جھگڑ رہے تھے۔''

'' اوہ اچھا ... لیکن جھگڑنے کی بھی کیا ضرورت پڑ گئی؟''

'' جی یہ ہے نا فاروق۔''

'' ہاں ... ہے ... سامنے تو بیٹھا ہے ... پھر؟''

'' ان صاحب کو نئی نئی سوجھتی رہتی ہے ... لیکن خیر اس مرتبہ انہیں ایسی بات سوجھی ہے کہ اس کی منظوری مل ہی نہیں سکتی۔''

"بات سمجھ میں نہیں آئی ... وضاحت کرو۔"

"جی اچھا ... پہلے آپ اندر تو آجائیں۔"

وہ اندر آکر کرسی پر بیٹھ گئے ... ان کے چہرے پر نہ تو تھکن تھی نہ جھنجھلاہٹ ... بلکہ تازگی تھی ... فرحت تھی۔

"آج آپ بہت تروتازہ لگ رہے ہیں ابا جان۔"

"کیا کیا جائے ... مجبوری ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"جی کیا فرمایا ... مجبوری ہے ... یعنی تروتازہ لگنا آپ کی مجبوری ہے ... وہ کیسے؟"

"وہ ایسے کہ میں نے تھکنا سیکھا ہی نہیں ... اور جب میں تھکوں گا نہیں تو پریشان کیسے لگ سکتا ہوں۔"

"بجا فرمایا آپ نے ... ہم تو خود اس بات کے قائل ہیں کہ جب تک آدمی تھکتا نہیں ... اس وقت تک دشمن کے مقابلے میں کامیاب رہتا ہے۔"

"اسی لیے تو میں کہتا ہوں ... تروتازہ رہنا ہماری مجبوری ہے ... لیکن یہاں جھگڑا کس بات پر چل رہا تھا۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بات دراصل یہ ہے ابا جان کہ فاروق کا آج دماغ چل گیا ہے۔"

"ہائیں ... نہیں تو ... میرا مطلب ہے، لگتا تو نہیں۔"

"آپ نے ابھی اس کی باتیں نہیں سنیں ... ورنہ آپ کو بھی لگتا۔"

"چلو پھر سناؤ ... فاروق کا کہنا کیا ہے۔"

"ان کے بجائے، اگر میں بتاؤں تو کیا خیال ہے ابا جان!"

"کوئی بتا دے ... کوئی فرق نہیں پڑتا ... تم لوگ کون سا ایک کی دو لگاؤ گے ... جتنی بات ہے ... اتنی بتاؤ گے نا۔"

"یہ بات تو بالکل ٹھیک کہی ہے آپ نے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ہم دونوں بھی یہی کہتے ہیں۔"

"بس تو فاروق کو بتانے دو۔"

"جی بہتر؟" دونوں نے کہا۔

"شکریہ ابا جان ... بات صرف اتنی سی ہے کہ ..."

عین اسی لمحے بیگم جمشید نے چائے لا کر میز پر رکھ دی ... اور بولیں ...

"پہلے چائے ... پھر کوئی اور بات۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائیں۔

"بات معقول ہے ... لیکن بیگم ہم چائے کے دوران فاروق کی بات کیوں نہ سن لیں ... اس طرح وقت کی بچت ہو گی۔"

"ضرور کیوں نہیں، ویسے صرف آپ سنیں گے، ہم تو سن چکے ہیں۔"

"اچھی بات ہے یونہی سہی۔"

اب چائے کے دوران فاروق نے کہنا شروع کیا ...

"میں نے ان سے یہ کہا ہے کہ بہت دن ہو گئے۔"

ابھی وہ یہاں تک ہی کہہ پایا تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجی ... وہ بری طرح اچھلے، کیونکہ انداز پروفیسر داؤد کا تھا۔

"تو تم نے پہلے ہی ان دونوں حضرات کو فون کر دیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے انہیں گھورا۔

"جی نہیں بالکل نہیں ... لیکن پہلے دروازہ ۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"اوہ ہاں ... واقعی ۔"

محمود دوڑ کر گیا اور دروازہ کھول دیا۔ وہاں دونوں انکلز موجود تھے۔

یہ کیا محمود ۔" پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

"جی کیا مطلب ؟"

"میرا مطلب ہے، تم نے بغیر پوچھے دروازہ کیوں کھولا ۔"

"آپ کے گھنٹی بجانے کا انداز پہچاننے میں ہم غلطی نہیں کر سکتے ۔"

"اوہ ہاں ! یہ بھی ٹھیک ہے ... خیر تو ہم عین وقت پر پہنچے یعنی یہاں ابھی شاید چائے شروع ہونے ہی جا رہی تھی ۔"

"جی ... جی ہاں اس چائے میں بس یہی بری بات ہے ... جب دیکھو ... شروع ہونے ہی جا رہی ہوتی ہے ۔"

"بے کوئی تک ۔" خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"پہلے کون سا اس کی باتوں میں کوئی بات تک کی ہوتی ہے انکل ۔" محمود نے فوراً کہا۔

"نہیں خیر یہ بات تو نہیں کہہ سکتے ہم ۔" انہوں نے کہا۔

"شش شکریہ انکل ۔"

بیگم جمشید ان دونوں کے اندر آنے سے پہلے ہی باورچی خانے میں جا چکی تھیں اور مزید چائے بنانے میں مصروف ہو چکی تھیں ...

"بات درمیان میں رہ گئی ... اب پہلے آپ دونوں کو پس منظر بتانا ہو

گا ... ویسے میرا خیال ہے ... آپ دونوں کی آمد فاروق کے پروگرام کا حصہ ہے، اس نے پہلے ہی آپ کو فون کر دیا تھا ۔"

"نہیں فاروق نے ہمیں کوئی فون قطعاً نہیں کیا لیکن معاملہ کیا ہے ۔"

"اوہ ... یہ بات میں سوچے سمجھے بغیر کہہ گیا ... معافی چاہتا ہوں ۔"

"ارے ارے اس میں معافی کی کیا بات ہے بھلا ... کیوں فاروق ۔" پروفیسر داؤد نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ج ... جی بالکل کوئی بات نہیں ہے ۔"

"لیکن بات ہے کیا ..." انسپکٹر جمشید بولے ۔

"صرف اور صرف یہ کہ آج ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے خیال آیا کہ بہت مدت گزر گئی ... ہماری گاڑی کا ٹائر پنکچر نہیں ہوا ۔"

"یہ کیا بات ہوئی ۔" خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

"میرا مطلب ہے ... ہم جب بھی کسی سفر پر نکلتے ہیں تو راستے میں بارش وغیرہ آ گھیرتی ہے یا ہماری گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو جاتا ہے اور ہمیں راستے میں کسی عمارت میں ٹھہرنا پڑ جاتا ہے اور وہاں ہمیں ایک عدد کیس پیش آ جاتا ہے ۔"

"دھت تیرے کی ۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"ہم دونوں کی طرف سے بھی ۔" محمود نے فوراً کہا۔

"کیا تم دونوں کی طرف سے بھی ۔"

"ایک عدد دھت تیرے کی ۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" پروفیسر بولے۔

"فاروق کی بات سن کر ابا جان نے وقت تیرے کی کہا ... میں نے کہہ دیا میری اور فرزانہ کی طرف سے بھی وقت تیرے کی ... لہٰذا اب آپ دونوں بھی کہہ دیں کہ وقت تیرے کی ... کیونکہ یہ نہایت فضول بات ہے ... فضول خیال ہے بلکہ بے تکی بات ہے ... اب ہم چاہتے ہیں آپ بھی ہماری تائید کر دیں ... یہی بات ہے نا ابّا جان۔" محمود نے روانی کے عالم میں کہا۔

"بالکل ٹھیک۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"لیکن میری اور پروفیسر صاحب کی طرف سے وقت تیرے کی نہیں ہے۔" خان رحمان نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب !!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"مطلب یہ کہ فاروق کا خیال انوکھا ہے ... عجیب ہے ... دلچسپ ہے اور اس خیال پر عمل کیا جا سکتا ہے ... آخر ہم تفریحی سفروں پر جاتے ہی رہتے ہیں ... اس میں کیا حرج ہے یوں بھی ان دنوں ہم فارغ ہیں۔" پروفیسر داؤد تیزی سے کہتے چلے گئے ...

"یہ آپ اپنے بارے میں کہہ سکتے ہیں میرے بارے میں نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا ... اور انہیں ہنسی آ گئی ...

"اچھا چلو جمشید ... تم فارغ نہ سہی ... خان رحمان فارغ ... بچے آج کل فارغ ... انہیں تو یونہی گرمیوں کی چھٹیاں ہیں ... تمہیں بھی دفتر سے

فارغ کرا لیں گے ... آئی جی صاحب کو ایک فون ہی کرنا ہو گا۔"

"لیکن آخر کوئی تک بھی تو ہو ... ایسا کرنے کی ضرورت کیا ہے ..."

"بھئی جمشید کوئی واقعہ پیش آئے نہ آئے ... تفریح تو کہیں گئی نہیں۔" خان رحمان مسکرائے۔

"اور جائیں گے کہاں۔"

"اس پر غور کر لیتے ہیں۔"

"یہ غور پھر آپ کریں ان کے ساتھ مل کر ... میں اس غور میں شریک نہیں ہوں گا۔"

"کوئی بات نہیں ... کوئی ضرورت نہیں۔" پروفیسر داؤد نے فوراً کہا۔

"کیا کہا آپ نے ... کوئی ضرورت نہیں ... یعنی آپ کو میری کوئی ضرورت نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا ... شاید وہ بھی مذاق کے موڈ میں تھے۔

"میرا مطلب ہے تمہیں تمہارے غور کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"تو یہ ہے آپ لوگوں سے ... بچوں کی باتوں میں آ گئے اور آپ جانتے ہی ہیں ان کی باتیں عام طور پر بے تکی، بے ڈھنگی اور فضول ہوتی ہیں۔"

"لیکن ابا جان! آپ مجھے اور فرزانہ کو کیوں گھسیٹ رہے ہیں ... یہ تجویز تو صرف اور صرف فاروق کی طرف سے آئی ہے۔"

"چلو یونہی سہی ... اس مرتبہ اگر پروگرام صرف فاروق کا ہے تو کیا برا، عام طور پر تو تم بھی شامل ہوتے ہونا۔" انہوں نے محمود کو گھورا۔

"جی ہاں! یہ تو ہے۔"

"چھوڑو جمشید ختم کرو... بس ہم جائیں گے... اب تم کچھ نہیں کہو گے اگر تم نے کچھ کہا تو پھر۔" پروفیسر داؤد نے دھمکی دینے والے انداز میں کہا۔

"تت... تو پھر کیا؟"

"پھر یہ کہ ہمیں بھی ناراض ہونا آتا ہے... ہم بھی تمہارے ساتھ مہمات کا بائیکاٹ کر سکتے ہیں... کیا تم بھول گئے جمشید کہ ہم مہمات میں تمہارے ساتھ مارے مارے پھرتے ہیں... در در کی خاک چھانتے ہیں۔"

"نن نہیں... بالکل... ارے باپ رے... میری توبہ۔"

"کیوں جمشید ہو گئے نا سیدھے..." خان رحمان ہنسے۔

"بالکل... میں تو مذاق کر رہا تھا... فاروق پروگرام بنائے اور آپ اس کی تائید کریں اور میں ساتھ جانے سے انکار کر دوں... یہ ہو ہی نہیں سکتا... لیکن یہ آپ ہی طے کریں گے کہ جانا کہاں ہے۔"

"وہ ہم کر لیں گے لیکن تمہارا موڈ بھی خراب نہیں ہونا چاہیے... یہ نہ ہو کہ تم بے چارے فاروق کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے رہو۔"

"ایسا پہلے کبھی ہوا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"نہیں... ہوا تو نہیں۔" خان رحمان نے فوراً کہا۔

"بس تو... اب کیوں ایسا ہوگا... جب ہر مہم میں آپ لوگ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں تو میں کیوں آپ کے ساتھ نہیں ہوں گا۔"

"یہ ہوئی نا بات جمشید۔"

اور پھر خان رحمان... پروفیسر داؤد اور وہ تینوں سر جوڑ کر بیٹھ گئے جب کہ انسپکٹر جمشید فائلوں کا کام مکمل کرنے لگے... ایک گھنٹے بعد ایک تیز آواز گونجی: "وہ مارا... ہم نے پروگرام طے کر لیا۔"

انسپکٹر جمشید نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر فائلوں میں گم ہو گئے...

"جمشید تم نے سنا... تم نے پوچھا نہیں۔"

"جی میں نے سن لیا ہے... آپ لوگوں نے پروگرام طے کر لیا ہے... میں بس ابھی فارغ ہوا جاتا ہوں... پھر آپ سے آپ کے پروگرام کے بارے میں پوچھتا ہوں... دراصل ان دنوں ایک معمہ ہمارے محکمے کے لیے سر درد بنا ہوا ہے... کچھ جرائم پیشہ لوگ غائب ہیں... پہلے وہ پولیس کی نظروں میں تھے... باقاعدہ اپنے اپنے پولیس اسٹیشنوں پر صبح سویرے حاضری لگوانے آتے تھے، لیکن اب چند دنوں سے وہ حاضری لگوانے نہیں آ رہے... اور ہیں وہ خاص قسم کے جرائم پیشہ... کہیں وہ منصوبہ بندی کے تحت نہ غائب ہوئے ہوں... کسی جرم کی سازش نہ کر رہے ہوں... اب یہ کیس میرے حوالے کیا گیا ہے... مجھے دراصل اس پر کام شروع کرنا ہے... اور آپ بنا بیٹھے اپنا پروگرام۔"

"اوہ یہ تو واقعی غلط ہو گیا... تو پھر ایسا کرتے ہیں جمشید، تم پہلے ان لوگوں کا سراغ لگا لو، ہم اپنا پروگرام بعد میں کر لیں گے، کیا خیال ہے۔"

"پہلے آپ فاروق سے پوچھ لیں۔" وہ مسکرائے۔

"جی ہمیں کوئی اعتراض نہیں... جب آپ فارغ ہو جائیں گے..."

تب چلے جائیں گے۔''

''یہ ٹھیک رہے گا ... میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔''

''چلیے ٹھیک ہے ... آپ اپنا کام مکمل کرلیں ... ہم یہ دن مطالعے میں بسر کریں گے۔'' محمود نے کہا۔

''یہ بہت اچھی بات ہے ... مطالعہ بہت اچھا کام ہے ... خان رحمان اور پروفیسر صاحب بھی یہیں ٹھہر جائیں۔''

''کیوں نہیں جمشید ... نیکی اور پوچھ پوچھ۔''

''نیکی اور پوچھ پوچھ کیسی ؟''

''مطلب یہ کہ بھابھی کے ہاتھ کے کھانے ملیں گے ... یہ نیکی اور پوچھ پوچھ نہیں تو اور کیا ہے۔''

''ٹھیک ہے ... یہ اچھی بات ہے ... اب ذرا میں اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ... یہ ایک اہم کیس ہے ... اور اس کیس نے محکمے کے بہت سے لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے ... سبھی لوگ جلد از جلد ان لوگوں کو گرفتار کر لینے کے لیے بے چین ہیں جو غائب ہو گئے ہیں۔''

''اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائے ... کیا ہم اس کیس میں آپ کے کام نہیں آسکتے۔''

''اگر ضرورت پڑی تو تم لوگوں کو شامل کیا جائے گا۔''

''بہت خوب ... شکریہ۔'' محمود نے پر جوش انداز میں کہا۔

تین دن بعد انسپکٹر جمشید گھر میں آئے تو ان کا چہرہ دمک رہا تھا ...

''لگتا ہے ... آپ کو اس کیس میں کامیابی ہو گئی ہے۔''

''ہاں ! ہم نے ان تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے ... لہٰذا اب تم اپنے پروگرام کا آغاز کر سکتے ہو۔''

''بہت خوب ... مزہ آگیا ...'' انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

دوسرے دن صبح سویرے وہ خان رحمان کی گاڑی میں روانہ ہوئے ... ضرورت کا تمام سامان انہوں نے گاڑی میں رکھ لیا تھا ... اور انہوں نے اپنے حلیوں میں بھی اس حد تک تبدیلی کر لی تھی کہ کوئی انہیں نہ پہچانے ...

اس مرتبہ انہوں نے سالم کی پہاڑیوں کی سیر کا پروگرام ترتیب دیا تھا ... یہ سرسبز پہاڑیاں تھیں اور ان پر موسم سارا سال ہی خوشگوار رہتا تھا ... یہ کہ گرمی کے موسم میں یہاں گرمی نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی اور سردی کے موسم میں سردی قابل برداشت ہوتی تھی ... اس لحاظ سے یہ پہاڑی مقام عجیب تھا ... پورے ملک میں موسم اس کے الٹ ہوتا تھا ... یعنی گرمیوں میں پہاڑی مقام سرد ہوتے ہیں اور سردی کے موسم میں وہاں برف باری رہتی ہے ... یہ گویا عجوبہ پہاڑیاں تھیں ...

راستے میں کھانے پینے کے لیے جہاں بھی کوئی ڈھابا نظر آتا ... وہ چائے پینے رک جاتے ... اسی طرح ہنستے بولتے ، ایک دوسرے پر جملے کستے ، سوتے جاگتے ، ان کا سفر جاری رہا ... پھر دن ڈھل گیا ، شام ہوئی اور سورج ڈوب گیا ... خان رحمان اور انسپکٹر جمشید باری باری ڈرائیو کرتے رہے ۔ پروفیسر داؤد کی بھوک کی راگنی وقفے وقفے سے جاگ اٹھتی۔

" دور دور تک کوئی بادل نظر نہیں آ رہا ، یعنی بارش کا کوئی امکان نہیں ہے... لہٰذا معمول کے خلاف ہماری گاڑی بارش میں کہیں پھنسنے کے کوئی آثار نہیں ہیں ، لہٰذا فاروق صبر کرو ۔" انسپکٹر جمشید ہنس کر بولے۔

" جی کیا مطلب ... صبر کروں ۔"

"ہاں تو اور کیا ... تم نے سوچا تھا نا ... کہ سفر پر نکلیں گے تو بارش ہمیں گھیر لے گی ... تو دیکھ لو آسمان بالکل صاف ہے ... تم نے غلط دنوں میں پروگرام بنایا ۔" انسپکٹر جمشید فاروق کا مذاق اڑا رہے تھے ...

" لل ... لیکن ابا جان !" فاروق نے کہنا چاہا۔

"لیکن ابا جان کیا ؟"

" ابھی وہ ... وہ رہتا ہے ۔"

" کیا ؟" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

" پنک ... چر ۔" اس کی آواز میں گھبراہٹ تھی ۔

وہ ہنس پڑے ... پھر محمود نے جھلا کر کہا۔

"گویا تم ضرور ہی کہیں ٹانگ اڑانا چاہتے ہو۔"

" میں نہیں ... ٹانگ خود بخود اڑنا چاہتی ہے ۔" فاروق ہکلایا ۔

"ہے کوئی تک ۔" محمود تلملا اٹھا ۔

"نہیں ! ہے تو نہیں ... مجبوری ہے ۔" خان رحمان مسکرائے۔

" مجبوری کیسی ۔"

" یہ کہ اب جب نکل پڑے ہیں تو سالم کی پہاڑیوں تک تو جائیں

گے... بارش آئے یا نہ آئے ... پنکچر ہو یا نہ ہو ۔"

"خان رحمان ۔" پروفیسر بولے ۔

" جی پروفیسر صاحب ۔"

" تم نے بالکل ٹھیک کہا ... اب جو بھی ہو یا جو بھی نہ ہو ... سفر شروع ہو چکا ہے اور ہم ان شاء اللہ سالم کی پہاڑیوں پر جائیں گے ... وہاں تفریح کے یہ دن گزاریں گے اور بس ۔"

" آپ نے بالکل بجا فرمایا ۔"

" اور ہاں ... فاروق کی کالی زبان کے ڈر سے میں نے کل ہی گاڑی کے چاروں ٹائر تبدیل کروا دیئے یعنی نئے ٹائر ڈلوا دیئے ۔"

" کیا کہا آپ نے ... تبدیل کروا دیئے یا پرانے نکال کر نئے ڈال دیئے ۔" محمود چلایا۔

" بائیں تو اس میں چلانے کی بات ہے ..."

" سس ... سوری انکل ... لیکن کہیں آپ نے ظہور سے تو نہیں کہا تھا ٹائر تبدیل کرنے کو ..." محمود کے لہجے سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔

" ہاں ... لیکن ... اس سے کیا ہوتا ہے ..."

" انکل ... میری مانیں تو ظہور کو فون کر کے پوچھ لیں کہ اس نے ٹائر تبدیل کیے تھے ... اور اگر کیے تھے تو کس طرح ..."

" پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو ... بھئی جب میں نے کہا تھا تو اس نے تبدیل کیے ہی ہوں گے ..."

"بعض اوقات ہمارے کہنے کا مطلب کچھ ہوتا ہے اور سمجھنے والا سمجھ کچھ اور لیتا ہے ... آپ ظہور سے پوچھ تو لیں ..."

"تم کہتے ہو تو پوچھ لیتا ہوں ..." وہ کہتے کہتے رک گئے۔ پھر ان کے منہ سے نکلا ... "لل ... لیکن اس نے پیسے تو ..."

"ارے باپ رے ... گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس نے آپ سے نئے ٹائر کے لیے پیسے تو لیے ہی نہیں اور نہ ہی آپ کو یاد رہا کہ جب ٹائر بدلوانے کیلئے کہا ہے تو ٹائر خریدنے کے لیے پیسے بھی دے دیتے۔" محمود جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔

"ہاں ... تم ٹھیک کہتے ہو ..." وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"اس کا مطلب ہے کہ ٹائر تبدیل کرنے کا مطلب اس نے یہ لیا ہوگا کہ چاروں ٹائروں کی صرف اور صرف جگہیں بدل دی ہوں گی ... یعنی دائیں کا بائیں، بائیں کا دائیں، آگے کے پیچھے اور ..." محمود کہتا چلا گیا۔

"لیکن میں چاہتا تھا۔" فاروق کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں کہو ... کیا چاہتے تھے تم۔"

عین اس لمحے گاڑی کا ٹائر ایک دھماکے سے پھٹا ... خان رحمان نے نہایت مہارت سے گاڑی کو کنٹرول کیا ... اور ان سب کے منہ سے نکلا۔

"ظہور کی آ گئی شامت ..."

"آخر وہ ہو گیا جس کی میں بات کر رہا تھا۔" فاروق کے چہرے پر رونق آ گئی۔ سب نے اسے بری طرح گھور کر دیکھا۔

"حد ہو گئی ... گاڑی پنکچر ہو گئی اور یہ خوش ہو رہے ہیں ... اب جو بارش ہو گئی تو پھولے نہیں سمائیں گے۔" فرزانہ نے جل بھن کر کہا ...

"گھر سے نکلے جو اتنا لیے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"کوئی مسئلہ نہیں ... میں اور جمشید مل کر ابھی چند منٹ میں ٹائر تبدیل کر دیتے ہیں ... پنکچر لگانے والا جہاں کوئی نظر آئے گا، لگوا بھی لیں گے۔"

اب وہ نیچے اتر آئے ... ایسے میں انہوں نے سیاہ بادلوں کو بہت تیزی سے امڈتے دیکھا ...

"ارے باپ رے ... یہ بہت رفتار سے آ رہا ہے ... ہمیں گاڑی سڑک سے نیچے اتار لینا چاہیے اور اگلے ٹائروں کے آگے پتھر رکھ دینے چاہییں، کیونکہ اس جگہ سڑک ڈھلوان ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں گاڑی نیچے اتار دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر خان رحمان نے انجن اسٹارٹ کیا ہی تھا کہ موٹی موٹی بوندیں ٹپا ٹپ گرنے لگیں ... انہوں نے فوراً گاڑی نیچے اتار لی اور ٹائروں کے آگے پتھر لگا دیے ...

"بارش میں ٹائر نہیں لگا سکیں گے ... ہم گاڑی کے اندر بیٹھ جاتے ہیں جب تک بارش رک نہیں جاتی۔"

"ٹھیک ہے ... ویسے کیا خیال ہے، آس پاس کوئی عمارت دیکھ لی جائے، اس وقت آگے جانا مناسب نہیں ہے ... طوفان میں گھر سکتے ہیں۔"

"اوہ! لیکن یہاں کوئی عمارت تو نظر نہیں آ رہی۔"

"اور نہ کوئی عمارت زادو آتا نظر آ رہا ہے۔" خان رحمان بولے۔

"تب پھر کیا کیا جائے۔"

"اب یہی کیا جا سکتا ہے کہ گاڑی میں بیٹھ جائیں ... آس پاس واقعی کوئی عمارت نظر نہیں آ رہی۔"

"ہمیں یہاں فاروق لایا ہے ... فاروق ہی کسی درخت پر چڑھ کر دیکھ سکتا ہے کہ آس پاس کوئی روشنی نظر آ رہی ہے یا نہیں... ظاہر ہے جہاں روشنی نظر آئے، ہم اس طرف جا سکتے ہیں۔"

"ہم ... میں یہ کام کروں گا ... کیونکہ میں ہی ہوں ... جو آپ کو یہاں لے آیا ہوں ... ویسے ایک بات بتائیں۔" فاروق بولا۔

"ہاں فاروق ضرور پوچھو۔"

"اگر پروگرام میں تمہیں بتاتا اور ایسی صورت حال کی بنیاد پر کسی درخت پر چڑھنا پڑ جاتا ہے تو کون درخت پر چڑھتا ہے۔"

اس کی بات پر وہ لگے ادھر ادھر دیکھنے ... فاروق مسکرایا ... اور ایک درخت کی طرف بڑھ گیا ... اب موٹی موٹی بوندیں تڑ اتڑ لگ رہی تھیں اور وہ درخت پر چڑھ رہا تھا ... ایسے میں نیچے سے محمود نے کہا:

"شاباش فاروق۔"

"ہے کوئی تک۔"

"بہت خوب! شاباش۔" فرزانہ نے بھی کہا۔

"یہ خالی پیلی شاباش اپنے پاس سنبھال کر رکھو۔"

"اچھا ..." محمود نے فوراً کہا۔

اتنے میں فاروق درخت پر نظر آیا ... اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں ... پھر بولا: "جس طرف ہم سڑک پر اترے ہیں ... اسی طرف آگے جا کر روشنی نظر آ رہی ہے۔"

"بس ٹھیک ہے ... آ جاؤ نیچے ... اس طرف چلتے ہیں۔"

وہ نیچے آ گیا... اب انہوں نے گاڑی کے دروازے بند کیے اور چل پڑے اس سمت میں ...

"اب تو خوش ہو گئے ہو گے۔" محمود نے جلے کٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں ایڈونچر کا مزہ آ رہا ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"بھئی اب اسے کچھ نہ کہو... اگر ہماری مرضی نہ ہوتی تو یہ بے چارہ ہمیں زبردستی تو اپنے ساتھ لا نہیں سکتا تھا۔" خان رحمان نے کہا۔

"ہاں واقعی۔" پروفیسر داؤد بولے۔

اس وقت تک وہ پوری طرح بھیگ چکے تھے ... آخر وہ مکان نظر آ گیا ... ان کے قدم تیز ہو گئے ... نزدیک پہنچنے پر وہ اس عمارت کا درست طور پر جائزہ نہ لے سکے ... اس لیے کہ بارش بہت تیز ہو گئی تھی اور تاریکی بہت بڑھ گئی تھی ... عمارت کے اندر جو روشنی ہو رہی تھی ... وہ ایک کھلی کھڑکی سے نظر آ رہی تھی ... کھڑکی اگر بند ہوتی تو شاید وہ اس طرف آ بھی نہ پاتے ... محمود نے آگے بڑھ کر دروازے پر زور دار دستک دی ... انہیں یوں لگا جیسے اندر اس دستک کو کسی نے نہ سنا ہو ... اس نے اور زور سے دروازے پر ہاتھ مارا اور مارتا چلا گیا ... اچانک اندر قدموں کی آواز سنائی دی ...

اور پھر دروازہ کھل گیا... انہوں نے تاریکی میں دیکھا... اندر کھڑا ہوا شخص بھوت لگ رہا تھا... اس کی بڑی بڑی آنکھیں کافی خوف ناک تھیں... پھر اس کے منہ سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی۔

'' اندر آؤ... میں تو صدیوں سے تمہاری ہی راہ دیکھ رہا تھا۔''

وہ بری طرح چونک اٹھے...

'' کک... کیا کہا آپ نے... ہمارا انتظار کر رہے تھے؟ ''

'' نہیں... میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا...''

'' آپ نے نہیں کہا تو پھر یہ آواز کہاں سے آئی...''

'' ارے... یہ جنگل ہے جناب... پرانی اور بھٹکتی ہوئی روحوں کی آوازیں یہاں چکراتی پھرتی ہیں...'' وہ لاپروائی سے بولا۔

'' چکراتی روحیں...'' فاروق کے منہ سے کھوئے کھوئے لہجے میں نکلا۔

محمود اور فرزانہ اسے بری طرح گھور کر رہ گئے۔

''ہماری گاڑی پنکچر ہوگئی ہے... موسلا دھار بارش اور تاریکی میں ٹائر بدلنا ممکن نہیں... بارش رکنے تک ہم پناہ چاہتے ہیں۔'' خان رحمان بولے۔

'' گاڑی میں بیٹھے رہتے۔'' اس کا انداز نہایت روکھا تھا۔

وہ سب خاموش رہے... اور کہتے بھی کیا... پھر وہ خود ہی بولا:

'' ہم لوگوں کو کچھ تلخ تجربات ہو چکے ہیں... کافی نقصان ہوا ہے ہمارا... اس لیے ڈرتے ہیں اجنبیوں کو ٹھہراتے ہوئے۔''

'' بارش رکتے ہی ہم پنکچر لگا کر روانہ ہو جائیں گے۔''

'' خیر... میں ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھولتا ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ...''

اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا... پھر ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا... اور اس کی آواز سنائی دی... '' یہاں آجائیں۔''

وہ کمرے میں داخل ہوئے... کمرہ کافی بڑا تھا... اس میں کرسیاں اور میزیں اس طرح لگی تھیں جیسے وہ کوئی ہوٹل ہو...

'' یہ کیا... کیا یہ آپ کا ہوٹل ہے۔''

''جی ہاں... ہوٹل کہہ لیں یا گیسٹ ہاؤس... دراصل یہاں شکاری قسم کے لوگ دن میں قیام کرنے آتے ہیں اور رات کو شکار پر نکل پڑتے ہیں... پھر صبح لوٹ آتے ہیں... ان اطراف میں پرندوں اور چھوٹے جانوروں کا شکار خوب ملتا ہے... لیکن ہم اجنبیوں کو نہیں ٹھہراتے جب تک کہ وہ کسی پرانے گاہک کا خط ساتھ نہ لائے ہوں یا پہلے سے کسی گاہک نے ان کی آمد کی پیشگی اطلاع نہ دے رکھی ہو... صرف تلخ تجربات کی وجہ سے۔''

''ہاں آپ نے بتایا تھا... لیکن آپ دیکھ رہے ہیں ہم بالکل بھیگ چکے ہیں... یہاں ایک طرف چھوٹا دروازہ نظر آرہا ہے شاید یہ غسل خانہ ہے... ہم پہلے کپڑے تبدیل کریں گے... پھر اطمینان سے بیٹھ کر آپ سے بات کریں گے۔''

''اچھی بات ہے...'' اس نے کہا اور اندرونی دروازے سے باہر نکل گیا... نکلتے ہی اس نے اندرونی دروازہ دوسری طرف سے بند کر دیا...

"بہت ڈرا ہوا لگتا ہے بے چارہ۔"

اسی وقت انہوں نے ڈرائنگ روم کے بیرونی دروازے کے بند ہونے کی آواز سنی...وہ چونک گئے ... گویا اب وہ اس کمرے میں بند ہو چکے تھے ...انہوں نے کوئی پروا نہ کی اور باری باری کپڑے تبدیل کرنے لگے... کپڑوں کا سوٹ کیس وہ گاڑی سے اٹھا لائے تھے ...ظاہر ہے ... انہیں کپڑے تبدیل کرنے تھے ...

اس کمرے میں کم طاقت کا بلب روشن تھا اس کی روشنی میں ایک دوسرے کو بخوبی دیکھا نہیں جا سکتا تھا ... جب سب نے کپڑے تبدیل کر لیے ... تب انسپکٹر جمشید نے اندرونی دروازے پر دستک دی ... پہلے آہستہ ... پھر زور سے اور تیسری دستک اور زور سے ... آخر دروازہ کھل گیا اور وہی آدمی اندر آیا ...انہوں نے اس سے کہا:

"کیا یہاں کوئی بڑا بلب نہیں لگا ہوا۔"

"بجلی کے زیادہ بل کے سبب ہم نے چھوٹے بلب لگائے ہوئے ہیں۔"

"اوہ اچھا خیر ... کوئی بات نہیں ..."

"آپ کہاں جا رہے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"سالم کی پہاڑیوں تک جائیں گے ... وہاں چند دن گزاریں گے ... پھر واپسی کی ٹھانیں گے۔"

"اوہ اچھا ... آپ لوگ تفریحی دورے پر نکلے ہیں۔" اس نے کہا۔

"جی ہاں ... کیا ہم آپ کا نام پوچھ سکتے ہیں ...تشریف رکھیے نا۔"

وہ ان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا ...

"میرا نام کبیر جان ہے ... ہوٹل کے مالک کا سب سے بڑا بیٹا ہوں۔"

"آپ اپنے کچھ نقصانات کا ذکر کر رہے تھے۔"

"جی ہاں ... ایک طوفانی رات میں کچھ لوگ یہاں آئے تھے... ان کے کہنے کے مطابق ان کی کی گاڑی بھی پنکچر ہوگئی تھی ... ہم نے انہیں ایک رات گزارنے کے لیے جگہ دی ... کھانا کھلایا ... لیکن دوسرے دن وہ ہمیں ہی لوٹ کر چلتے بنے... پہلے انہوں نے سڑک کے کنارے جا کر ٹائر تبدیل کیا ... پھر یہاں آ کر ناشتا کیا اور ناشتے کے بعد انہوں نے پستول نکال لیے ... جو نقدی ہمارے پاس تھی... وہ چھین کر چلے گئے۔"

"اوہ! یہ تو انہوں نے برا کیا ... لیکن ہم ایسے لوگ نہیں... آپ دیکھ رہے ہیں ہمارے ساتھ بچے بھی ہیں ...بس یہی ایک ایسا واقعہ ہوا ہے یا اور بھی ہوئے ہیں۔"

"ہوا تو بس ایک ہی ہے ... لیکن ہم ڈرنے لگے ہیں۔"

"آپ ہماری طرف سے بے فکر ہو جائیں ...ویسے بھی ہم صبح سویرے یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"وہ بھی تو صبح سویرے چلے گئے تھے۔" اس نے زبردستی مسکرا کر کہا۔

"اب آپ ہمیں پناہ دے ہی چکے ہیں ... مجبوری ہے ... صبح آپ کو پتا چل جائے گا۔"

"خیر ... اس وقت کسی چیز کی ضرورت تو محسوس نہیں کر رہے۔"

"اس وقت تو کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ... ویسے اس عمارت میں کتنے کمرے ہیں۔"

"جی ... دس کمرے۔"

"کیا ... یہ اتنا بڑا مکان ہے۔"

"جی ہاں! پرانے زمانے کا ہے ... آبائی مکان ہے ... اس طرف زمین کی قیمت بھی اتنی نہیں ... لہٰذا اگر اسے فروخت کیا جائے اور شہر میں اس قیمت کی زمین لی جائے تو ایک سو بیس گز کی جگہ ہی ملے گی ... یوں بھی یہ مکان اب ہماری روزی کا ذریعہ بن گیا ہے۔"

"وہ کیسے ..."

"ہماری یہ جگہ ایک سرائے کے طور پر مشہور ہو گئی ہے ... آتے جاتے مسافر یہاں ٹھہر جاتے ہیں اور رات کو جو ٹرک گزرتے ہیں ... ان کے ڈرائیور رات یہاں گزار کر صبح چلے جاتے ہیں۔"

"تب پھر آپ ہمیں ٹھہراتے ہوئے کیوں ڈر رہے تھے ... اور ابھی تو آپ نے کہا تھا کہ آپ رات کے وقت کسی کو نہیں ٹھہراتے۔"

"وہ ..." اس نے کہا۔

"شاید آپ خوفزدہ تھے کہ کہیں ہم آپ کو لوٹ کر نہ چلتے بنیں۔"

"وہ میں نے مذاق کیا تھا۔" اس نے اس بار عجیب سے لہجے میں کہا۔

وہ چونک اٹھے ... پھر انسپکٹر جمشید نے پوچھا: "اور وہ آواز جس نے ہم سے کہا تھا کہ آیئے میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

"وہ بھی میری ہی آواز تھی ..." وہ پھر عجیب سے انداز میں مسکرایا ... پھر بولا: "لیکن صرف اس لیے کہ اگر آپ لوگ چور ڈاکو ہیں تو خوفزدہ ہو کر بھاگ لیں ... ہم وہ آواز ریکارڈ کر کے رکھتے ہیں ... اس وقت وہ ٹیپ ہی چلایا گیا تھا۔"

مارے حیرت کے ان کا برا حال ہو گیا ...

☆☆☆☆☆

کہانی

چند لمحے تک وہ اسے ٹکر ٹکر دیکھتے رہے ... کیونکہ یہ اس نے عجیب بات کہہ دی تھی ... بلاوجہ یہ مذاق کرنے کی دور دور تک کوئی وجہ نہیں تھی... آخر انسپکٹر جمشید نے پوچھا: '' آپ کی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی ... آخر مذاق میں بھی یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی آپ کو ۔''

'' یونہی ... سوچے سمجھے بغیر منہ سے نکل گیا ۔''

'' اوہ اچھا خیر ... کیا نام بتایا آپ نے اپنا ... ہاں یاد آ گیا ... آپ ہیں کبیر خان ... یہی بات ہے نا ۔''

''جی ... جی ہاں ۔''

'' تو بھئی کبیر خان ... آپ کتنے بھائی ہیں ۔''

'' جی ہم تین بھائی ہیں ... کبیر جان ، نصیر جان ، شمشیر جان ۔''

'' اور آپ کے والد بھی ہیں ... یعنی اس سرائے کے مالک ۔''

'' جی ہاں ! ان کا نام ہے نور جان ۔'' اس نے مسکرا کر کہا ... پہلی بار انہوں نے محسوس کیا... اس کی مسکراہٹ بھی عجیب سی تھی ۔

'' مطلب یہ کہ آپ چار آدمی اس سرائے کے مالک ہیں ... اور آپ نے کام کے لیے ملازم رکھے ہوئے ہیں ۔''

'' جی نہیں سارا کام ہم خود کر لیتے ہیں... ہمارے والد نور جان اور والدہ صاحبہ بھی کاموں میں ہمارا ہاتھ بٹاتے ہیں... مطلب یہ کہ ہم پانچ آدمی ہیں ۔''

'' تو کھانا پھر آپ کی والدہ پکاتی ہیں ۔''

'' والد صاحب بھی پکاتے ہیں ... دونوں یہ سارا کام کر لیتے ہیں ... ہم لوگوں کی خدمت کرتے ہیں ... چائے کھانا ان کے سامنے رکھتے ہیں ... اس طرح ہماری گزر بسر آسانی سے ہو رہی ہے ... گھر میں ہی ہوٹل کھل گیا ہے ... اور ایسا بغیر سوچے سمجھے ہو گیا ، ہمیں پتا بھی نہیں چلا ۔''

''سوچے سمجھے بغیر کیسے ؟''

'' بس ... ہم تو محنت مزدوری کرتے تھے ... یہ گھر باپ دادا کے بھی باپ دادا کے زمانے کا ہے ... ایک روز آپ لوگوں کی طرح کچھ لوگوں کی گاڑی خراب ہو گئی ... گاڑی میں زیادہ ہی خرابی واقع ہو گئی ... فوری طور پر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے ... اب انہیں رات گزارنے کی فکر ہوئی ... کسی گھر کی تلاش میں ادھر آ گئے ... انہوں نے ہمیں صورت حال بتائی اور رات گزارنے کی بات کی ... ہم نے کہا ... ٹھیک ہے ... یہاں تو کئی کمرے خالی ہیں ... کسی میں سو جاؤ ... ان کی حد تک تو بات ہو گئی ... اب انہوں نے کہا ... ہمیں تو بھوک بھی لگی ہے ... کچھ کھانے کو ملے گا ... ہم نے انہیں بتایا کہ ہم تو غریب لوگ ہیں ... آپ کئی افراد ہیں ... آپ کو کھلانے پلانے میں تو کافی خرچ آئے گا ... پھر آپ لوگ ہیں بھی گاڑی

والے آپ دال ساگ تو کھائیں گے نہیں ... اس لیے ان میں سے ایک نے کہا ... ہم آپ کو پیسے دے دیتے ہیں ... آپ ان سے کھانا تیار کرلیں ... آس پاس سے مرغیاں یا بھیڑ بکری وغیرہ مل جاتی ہوں گی ... خرید لیں اور سالن تیار کرا لیں ... روٹیاں پکوا لیں ... اس طرح ہمارے ساتھ آپ بھی کھا لیں ... ہم بھی کھا لیں گے ... جو رقم بچ جائے ، وہ بھی آپ کی ...

اس طرح یہ سلسلہ شروع ہوا ... اب کوئی آجاتا تو ہم اس سے کھانے کی رقم لے لیتے تھے ... اب ہم نے گھر کے پچھلی طرف مرغیاں اور بھیڑ بکریاں پال لیں ... آنے والے جو کہتے تھے ، ان کے لیے تیار کر دیتے تھے ... لیکن ظاہر ہے ... اس طرف سے گزرنے والوں میں سے یہاں کتنے لوگ رک جاتے ہوں گے ... اس لیے بس چند ایک ہی گاہک آتے ہیں ... اور ہم خرچ ان ایک دو سے ہی پورا کر لیتے ہیں ... یوں بھی ایسے افراد یہ تو کہتے ہی نہیں کہ ہم نے ان سے زیادہ رقم لے لی ... بلکہ وہ خوش ہو کر اور رقم دے جاتے ہیں ۔''

'' تب پھر آپ نے ہم سے یہ کیوں کہا تھا کہ آپ ہمیں نہیں ٹھہرا سکتے ... اور یہ کہ آپ کو نقصان پہنچ چکا ہے ۔''

'' پتا نہیں، آپ لوگوں کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا تھا جیسے آپ لوگ خطرناک ہیں ... بس اس لیے کہہ دیا تھا ۔''

''اور بعد میں آپ نے جو کہا کہ آپ نے مذاق کیا تھا ۔''

''وہ بس ... اپنی بات واپس لینے کے لیے ۔''

''نہیں ؟'' انسپکٹر جمشید نے ایک جھٹکے سے کہا۔

''نہیں ... کیا مطلب ... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ۔''

''یہ کہ ایسی بات نہیں ... آپ نے یہ بات اپنی بات واپس لینے کے لیے نہیں کہی تھی ... کیونکہ ایسا ضرور ہو چکا ہے ... آپ کو ضرور نقصان پہنچا ہے ... یا پھر آپ واقعی ہمیں خطرناک سمجھے تھے ۔''

''بس یہی بات ہے ... میں واقعی آپ لوگوں کو خطرناک سمجھا تھا ... بعد میں محسوس کر لیا کہ آپ خطرناک نہیں تو اپنی بات کو مذاق قرار دے دیا ۔''

''ہاں ایسا ہی ہے ... ایک الجھن باقی ہے ۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا۔

''اور وہ کیا ؟''

''جب ہم ڈرائنگ روم میں آگئے تھے تو آپ نے تھوڑی دیر کے لیے ہمیں کمرے میں بند کر دیا تھا ... ایسا کیوں کیا تھا آپ نے ؟''

''ایسا ہم سب کے ساتھ کرتے ہیں ... کمرہ بند کر کے خاموشی سے جائزہ لیتے ہیں کہ آنے والے کیا کرتے ہیں ... دراصل ایک سوراخ کے ذریعے ہم اندر کا جائزہ لیتے ہیں ... جب اطمینان کر لیتے ہیں کہ آنے والے لوگ غلط لوگ نہیں ہیں تو دروازہ کھول دیتے ہیں ۔''

'' اور اگر آنے والے آپکو خطرناک محسوس ہوں تو پھر کیا کرتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر پوچھا ۔

'' تب ہم اپنی حفاظت کا سامان کر لیتے ہیں ۔''

'' آپ اپنی حفاظت کا کیا سامان کرتے ہیں ؟''

اس سوال پر اس نے الجھن کے عالم میں ان کی طرف دیکھا... کچھ دیر خاموش کھڑا رہا... آخر اس نے کہا۔ ''آپ... آپ اتنی باریکی میں کیوں جا رہے ہیں... آج تک ہم سے کسی نے اس طرح سوالات نہیں کیے۔''

''آپ کے طرزِ عمل کی وجہ سے ہم یہ سوالات پوچھ رہے ہیں، پہلے آپ نے غلط بیانی کی... یہ کہا کہ آپ کو کئی بار نقصان پہنچا ہے... پھر کمرہ بند کیا گیا... بس ان دو باتوں سے ہم الجھن میں مبتلا ہوگئے اور سچ تو یہ ہے کہ ہم اب بھی آپ کی وضاحت سے مطمئن نہیں ہیں... کوئی نہ کوئی بات ایسی ہے... جو آپ ہم سے چھپا رہے ہیں۔''

''او ہو اچھا... آپ یہ بات محسوس کر رہے ہیں... کمال ہے۔'' مارے حیرت کے اس نے کہا۔

''ہاں! ہم یہ بات محسوس کر رہے ہیں۔''

''مہربانی فرما کر یہ بھی بتا دیں کہ آپ نے کیا الجھن محسوس کی ہے۔''

''یہی کہ آپ ہم سے کچھ چھپا رہے ہیں۔''

''ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... آپ بہت ذہین آدمی ہیں... بہر حال آپ ہماری طرف سے بے فکر ہو جائیں... ہم یہ سب اپنے بچاؤ کے لیے کرتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک بات کہی آپ نے... آپ لوگ یہ جو کچھ کرتے ہیں... اپنے بچاؤ کے لیے کرتے ہیں لیکن!'' انسپکٹر جمشید لیکن تک کہہ کر رک گئے۔

''لیکن کیا؟''

''لیکن میں آپ کی بات چیت سے اب بھی الجھن محسوس کر رہا ہوں... یہاں ضرور کوئی اور بات ہے۔''

''نہیں... کوئی اور بات نہیں ہے۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو؟'' انہوں نے کہا۔

''گویا ابھی آپ کو میری بات پر یقین نہیں آیا۔''

''ہاں ایسا ہی ہے... میرا ابھی اطمینان نہیں ہوا۔''

''خیر کوئی بات نہیں... آپ کا اطمینان نہیں ہوا، نہ سہی... اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں... آپ تو مسافر ہیں، آپ کی گاڑی پنکچر ہوگئی ہے... صبح مطلع صاف ہونے پر آپ پنکچر لگائیں ناشتا کریں اور یہاں سے رخصت ہو جائیں... لیکن کھانے اور ناشتے کا بل ادا کر کے... ان حالات میں ہماری وجہ سے آپ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا نا۔''

''یہی بات ہے... ہمیں نقصان نہیں پہنچے گا... لیکن ابھی ہمیں سرائے میں رات کو سونا ہے... سوتے میں بھی تو ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔''

''اگر آپ ایسا خیال کر رہے ہیں تو پھر آپ اسی وقت چلے جائیں... رات گاڑی میں بسر کریں اور صبح پنکچر لگائیں اور روانہ ہو جائیں... آپ یہاں اپنی مرضی سے آئے ہیں... میں نے تو آپ کو نہیں بلایا تھا... آپ تو ایسے بات کر رہے ہیں جیسے ہمارا انٹرویو لے رہے ہوں تاکہ یہ طے کر سکیں کہ ہماری پیشکش قبول کی جائے یا نہیں... تو جناب ہم نے آپ کو یہاں رہنے کی آفر نہیں کی تھی... آپ اپنی مرضی سے آئے تھے اور اپنی مرضی سے

جا بھی سکتے ہیں ... اس صورت میں کیا خیال ہے ۔''

''نہیں کوئی خیال نہیں ... ہم تو اپنی الجھن دور کرنا چاہتے تھے اور سمجھ لیں ... الجھن دور ہوگئی ... ہم رات کو یہیں ٹھہریں گے ... دوپہر کا کھانا بھی یہیں کھائیں گے اور شام کا بھی ... صبح کا ناشتا بھی کریں گے اور آپ کا پورا بل بھی ادا کریں گے ... اس کے بعد آپ کو خدا حافظ کہیں گے ۔''

'' شکریہ بہت ... یہ تو ہوا لیکن اب آپ ہماری الجھن بھی دور کریں ۔''

'' آپ کی الجھن ... کیا مطلب ؟'' انہوں نے چونک کر کہا۔

'' ہاں ! ہماری الجھن ... آپ لوگوں کے پاس اسلحہ موجود ہے ... جدید ترین پستول آپ کے ہولسٹروں میں نظر آ رہے ہیں ... کیا خبر رات میں آپ کیا کر گزریں ۔''

''تب پھر ... آپ کیا چاہتے ہیں ۔''

''آپ کو اپنا اسلحہ ہمارے پاس جمع کرانا ہوگا ۔''

'' ارے ... واہ۔'' فاروق کے منہ سے نکلا ۔

'' ارے واہ کیا ۔'' کبیر جان نے حیران ہو کر کہا۔

'' مطلب یہ کہ ایسا تو خیر ہم نہیں کریں گے ... خود کو بے دست پا کیوں کرنے لگے ہم ۔''

''اس طرح تمام رات ہمیں آپ کی طرف سے خطرہ لگا رہے گا۔''

''آپ کا مطلب ہے ... دھڑکا لگا رہے گا۔'' محمود مسکرایا ۔

اس نے چونک کر محمود کی طرف دیکھا ... اس کی آنکھوں میں الجھن نظر آ

رہی تھی ... اگرچہ کمرے میں روشنی ناکافی تھی ...

''ہاں ! میں اتنی اچھی اردو نہیں جانتا ... جیسی جانتا ہوں ، بس ویسی بول سکتا ہوں ۔'' اس نے برا سا منہ بنایا ۔

''آپ کو ہماری طرف سے خطرہ ہے ... تو ہم اسلحہ کیوں دیں آپ کو ... آپ کے پاس بھی تو سرائے میں اسلحہ ہو سکتا ہے ۔''

'' ہمارے پاس اپنی حفاظت کے لیے ضروری اسلحہ موجود ہے ... اس میں شک نہیں ۔''

'' اور اس کا لائسنس ہے آپ کے پاس ۔''

'' لائسنس ۔'' اس نے چونک کر کہا۔

'' ہاں ! لائسنس ... ہمارے ملک میں لائسنس کے بغیر اسلحہ رکھنا جرم ہے ... میرا مطلب ہے ... آتشیں اسلحہ ... پستول ... بندوق وغیرہ ...''

''ہاں ! ہمارے پاس لائسنس ہیں ۔'' اس نے کہا۔

'' تب تو ٹھیک ہے ۔''

'' کیا ٹھیک ہے ... میری بات تو وہیں کی وہیں ہے ... آپ اگر رات کو یہاں ٹھہرنا چاہیں تو آپ کو اسلحہ جمع کرانا ہوگا ... صبح جاتے ہوئے اسلحہ آپ کو دے دیں گے ۔''

'' اچھی بات ہے ... یونہی سہی ۔''

'' یہ ... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ ... اپنا اسلحہ ان کے حوالے کر رہے ہیں ۔'' فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں ! کوئی بات نہیں ... شریف لوگ ہیں ... بلا وجہ کیوں اپنی روزی پر لات ماریں گے ۔"

"لیکن ہمیں نہتے پا کر ان کی نیت بدل سکتی ہے ابا جان ۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"کوئی بات نہیں ... دیکھا جائے گا ... اپنے پستول انہیں دے دو۔"

اب انہوں نے اپنے پستول اسے دے دیئے ...

"یہ ہوئی نا بات ! آپ بے فکر رہیں ... یہاں ایسی کوئی بات نہیں ... سب خیریت ہے ... آپ کی رات بھی خیریت سے گزرے گی اور صبح آپ خوشی خوشی ہمیں الوداع کہہ رہے ہوں گے ۔"

"اللہ نے چاہا تو ۔" وہ بولے ۔

اور پھر کبیر جان پستول جھولی میں ڈال کر کمرے سے نکل گیا...

"یہ تم نے کیا کیا جمشید ۔" پروفیسر داؤد نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"فکر کی کوئی بات نہیں ... رات کو ہم سب یہیں سوئیں گے ... باری باری جاگ کر پہرہ دیں گے ... یوں بھی کمرے کا دروازہ بند ہوگا ۔"

"اچھا خیر ۔"

انہوں نے کھانا کھایا ... کھانا زیادہ مزے دار نہیں تھا... لیکن گزارے کے قابل تھا ... انہوں نے کھانے پر کوئی تبصرہ نہ کیا ... پھر رات بھی خیریت سے گزر گئی ... کوئی گڑبڑ نہ ہوئی ... اب انہیں ناشتا کرایا گیا... ناشتا قدرے بہتر تھا ... اس کے بعد انسپکٹر جمشید نے کہا۔ "آپ اپنا بل بتا دیں ... ہم

ادا کر دیتے ہیں ... ہمارے پستول ہمیں دے دیں ۔"

"ضرور جناب ! امید ہے ... اب آپ کی الجھن دور ہوگئی ہوگی ۔"

"ہاں بالکل ... ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی ... کوئی پریشانی نہیں ہوئی ۔"

"شکریہ !"

پھر ان کو بل دیا گیا... انہوں نے بل پر نظر ڈالی ... کچھ زیادہ تو محسوس ہوا لیکن اتنا بھی زیادہ نہیں تھا کہ وہ اس سلسلے میں بات کرتے ، انہوں نے بل ادا کر دیا ... ساتھ میں کچھ اوپر سے بھی دے دیا ... اس کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہونے کے لیے باہر کی طرف چلے ...

اس وقت انہوں نے کاؤنٹر پر بیٹھے بوڑھے آدمی کی طرف دیکھا... یہ غالباً کبیر جان کا باپ تھا ... اسی وقت باپ نے ان کی طرف دیکھا... نہ جانے کیوں انسپکٹر جمشید کو ایک جھٹکا سا لگا ... وہ چلتے چلتے رک گئے... پھر غیر ارادی طور پر ان کے قدم اس بوڑھے کی طرف اٹھ گئے ... باقی لوگ وہیں رک کر ان کی طرف دیکھنے لگے ... خاص طور پر کبیر جان کے چہرے پر ناخوش گواری دوڑ گئی ... اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر ان کا بازو پکڑ لیا اور بولا: "آیئے صاحب ... چلیں ۔"

انہوں نے جیسے سنا ہی نہیں ... آہستہ سے اپنا بازو چھڑایا اور اس کی طرف قدم اٹھانے لگے ... انہیں ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا ...

☆☆☆☆☆

زخمی

"کیا ہوگیا آپ کو ... ہمارے والد کی طبیعت خراب ہے ... رات سے کچھ نہ کچھ کہے جا رہے ہیں ... آپ کی وجہ سے کہیں اور نہ جھلا اٹھیں۔"

کبیر جان نے ایک بار پھر انہیں بازو سے پکڑ لیا ...

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہو گا ... یہ مجھ سے بات کر کے ناراض نہیں ہوں گے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"اچھی بات ہے ... اب اگر انہوں نے آپ کو کچھ نازیبا الفاظ کہہ دیئے تو مجھ سے کچھ نہ کہیے گا۔" کبیر جان نے تنگ آ کر کہا۔

"میں آپ کو کچھ نہیں کہوں گا۔" انہوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

یہاں تک کہ وہ اس بوڑھے کے بالکل نزدیک چلے گئے ... اب وہ اس کے سامنے کھڑے تھے: "تو آپ ہیں اس سرائے کے مالک۔"

"جی ... جی ہاں ... ہم ... مگر آپ آپ کون ہیں۔"

"ہم مسافر ... رات کو یہاں ٹھہرے تھے، اب واپس جا رہے ہیں ... آپ کو دیکھا تو سلام کرنے کے لیے آ گیا۔"

"خوش رہو بیٹا... تم بہت اچھے ہو۔"

"سنا ہے، آپ کی طبیعت خراب ہے۔"

"ہاں بس ... بڑھاپا بھی تو ایک بیماری ہی ہے نا۔"

"آپ کے بیٹے بہت اچھے ہیں ... انہوں ہمارا بہت خیال رکھا ہے۔"

"بب ... بب۔" اس نے کچھ کہنا چاہا۔

"بابا جان ... آپ کی طبیعت پھر خراب ہو جائے گی... ذہن پر زور نہ ڈالیں بابا جان۔" کبیر جان نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہم ... میں ٹھیک ہوں بیٹا ... تم پریشان نہ ہو۔"

"آپ کو کیا بیماری ہے ... مجھے بتائیں میں ڈاکٹر ہوں۔"

"کیا ... آپ ڈاکٹر؟" مارے حیرت کے کبیر جان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں!"

"آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا ..." کبیر جان بے چین ہوگیا۔

"اب تو بتایا نا... خیر تو ہے۔"

"اوہ ڈاکٹر صاحب ... مہربانی فرما کر ہماری مدد کریں ... میرے بھائی نصیر جان پر کسی نے اچانک حملہ کیا تھا ... آپ اس کی مرہم پٹی کر دیں۔"

"حملہ کیا تھا ... کب؟"

"تین دن پہلے کی بات ہے۔"

"تو پھر آپ انہیں ڈاکٹر کے پاس کیوں نہیں لے گئے۔"

"وہ بہت ضدی ہے ... ڈاکٹروں کی چیرا پھاڑی سے بہت ڈرتا ہے ... وہ کہتے ہیں ... بس میں یونہی ٹھیک ہو جاؤں گا ... مہربانی فرما کر آپ ذرا

انہیں دیکھ لیں ... والد صاحب کی یہ حالت بھی اس کی وجہ سے ہے ۔''

'' اچھی بات ہے ... ہمیں ان تک لے چلیے ۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اب باقی لوگ بھی ان کے ساتھ اندر کی طرف چلے ... کبیر جان انہیں ایک کمرے میں لے آیا ...

'' خوش ہو جاؤ ... نصیر جان ... اللہ نے ڈاکٹر یہیں بھیج دیے ۔''

'' ڈاکٹر صاحب ؟'' زخمی نے حیران ہو کر کہا۔

'' ہاں بھئی ... یہ ڈاکٹر ہیں ۔''

'' لل ... لیکن ۔''

'' ارے بھئی ... کوئی لیکن ویکن نہیں ... یہ بہت اچھے ہیں ، رات انہوں نے ہماری سرائے میں بسر کی ہے ... ہم نے ان کی خدمت کی ہے ... خدا ترس ہیں ... لہذا تمہاری مرہم پٹی کر دیں گے ۔''

'' مم ... مرہم پٹی ۔''

''ہاں ہاں اور کیا ... ہم اناڑیوں کو تو جیسی مرہم پٹی آتی ہے ... بس کر دیتے ہیں ... شہر تم جاتے نہیں علاج کے لیے ۔''

'' نن نہیں ۔'' وہ ہکلایا۔

''نن ... نہیں کیا ۔''

'' میں شہر نہیں جاؤں گا ... وہ نہ جانے کہاں کہاں سے چیرے دیں گے ... آدمی چھلنی ہو جاتا ہے ۔''

'' یہ تو یہیں تم کو دیکھ رہے ہیں ۔''

'' یہ یہاں دیکھ کر کہہ دیں گے کہ میرے بس کی بات نہیں ، اسے ہسپتال لے جائیں ۔''

''نہیں نصیر جان ! یہ یہیں علاج کر دیں گے ... بس تم دیکھتے جاؤ ۔''

نصیر جان نہیں نہیں کرتا رہ گیا ... کبیر جان نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اس کے زخم دیکھ لیں۔

انہوں نے بے ڈھنگے انداز میں باندھی گئی پٹیوں میں سے ایک پٹی کھول دی ... نصیر جان ہائے ہائے کر رہا تھا ... زخم دیکھتے ہی وہ چونک اٹھے ...

''ارے باپ رے ... اسے تو گولی لگی ہے ،زخم میں گولی موجود ہے۔''

'' آپ ایکسرے کے بغیر یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں ۔''

''اپنے تجربے کی بنیاد پر ... گولی نزدیک سے ماری گئی ہے ... زخم کے گرد بارود کے آثار موجود ہیں ۔''

'' دیکھا نصیر جان ... دیکھا ۔'' کبیر جان نے جھلا کر کہا۔

'' کیا مطلب ... '' انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

'' میں اس سے پوچھتا رہا ہوں تم زخمی کس طرح ہوئے، تم پر حملہ کس نے کیا تھا اور کس اسلحے سے کیا تھا ... یہ کہتا رہا ... چاقو کے زخم ہیں ... پٹی کر دو ٹھیک ہو جاؤں گا ۔''

'' نہیں ... جب تک زخموں سے گولیاں نہیں نکلیں گی ... یہ ٹھیک نہیں ہوں گے ... آپ کو انہیں ہسپتال لے جانا پڑے گا۔''

'' مہربانی کر کے آپ ان کی گولیاں یہیں نکال دیں ۔''

''یہاں یہ کام نہیں ہو سکتا۔''

''لیکن ڈاکٹر صاحب ... اگر آپ چاہیں تو یہ کام یہاں ہو سکتا ہے۔''

''نہیں یہاں اتنے آلات نہیں لائے جا سکتے ہیں ... پھر اس کام میں ایکسرے کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے ، انہیں فوراً ہسپتال لے جائیں۔''

''کیا کسی طرح یہاں یہ کام نہیں ہو سکتا۔''

''نہیں ... یہاں یہ کام نہیں ہو سکتا۔''انہوں نے سخت لہجے میں کہا۔

''اچھی بات ہے ... ہم اسے ہسپتال لے جاتے ہیں۔''

''یہ پولیس کیس بنتا ہے ... انہیں یہ بھی بتانا ہو گا ان پر حملہ کس نے کیا تھا ... وہ کون تھا ... کیوں کہ اس کی گرفتاری بھی تو ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے ... ہم یہ کام بھی کریں گے ... اب تک میں نصیر جان کی بات مانتا رہا ہوں ... اب نہیں مانوں گا۔''

''ہاں ! انہیں فوراً لے جائیں ... ورنہ زہر پھیل گیا تو یہ زندہ نہیں بچیں گے ... ویسے آپ کے تیسرے بھائی نظر نہیں آئے۔''

''وہ شہر گیا ہوا ہے ... کل تک آ جائے گا۔''

''اچھا ہم چلے۔''

''ڈاکٹر صاحب آپ کا بہت بہت شکریہ۔''

''ایک تجویز اور ہے ... آپ کے پاس تو گاڑی ہے نہیں ... ہم انہیں اپنی گاڑی میں ہسپتال چھوڑ آتے ہیں کیونکہ اگر شہر سے ایمبولینس منگواتے ہیں تو اس میں وقت بہت لگ جائے گا اور زخمی کی حالت اچھی نہیں ہے ...

دیکھیں نا ... بار بار تو غشی طاری ہو رہی ہے ...''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں ... ہسپتال والے تو خود پولیس کو فون کر کے بلا لیں گے نا۔''

''ہاں بالکل ، پولیس کے علم میں لائے بغیر وہ علاج تو کر دیں گے ... لیکن آپ کو ہسپتال سے جانے نہیں دیں گے ورنہ ہسپتال والوں پر بھی کیس بن جائے گا۔''

''ہم نہیں چاہتے ... انہیں ہسپتال لے جائیں اور پولیس کے چکر میں پڑیں لہٰذا آپ مہربانی فرما کر یہیں ان کے جسم سے گولیاں نکال دیں۔''

''اچھا خیر میں اپنے دوست سرجن کو یہاں بلاتا ہوں ... وہ دیکھ کر بتائیں گے کہ یہاں یہ کام ہو سکتا ہے یا نہیں ... لیکن سوال تو پھر یہی پیدا ہوتا ہے، آپ انہیں ہسپتال کیوں نہیں لے جانا چاہتے ہیں۔''

''پولیس کی کارروائی سے بچنے کے لیے ... اب ظاہر ہے ... پولیس والے ان سے پوچھیں گے کہ ان پر حملہ کس نے کیا تھا۔''

''تو پھر کیا ہوا ، یہ بات تو بتانی چاہیے ... اسے گرفتار کروانا چاہیے۔''

''وہ ہمارے بڑے بھائی ہیں ... دونوں غصے میں الجھ پڑے اور انہوں نے غصے میں ان پر فائر کھول دیا ... وہ تو اب یہاں ہیں بھی نہیں ، کہیں نکل گئے ہیں ، لیکن جب ہم انہیں ہسپتال لے جائیں گے تو ظاہر ہے پولیس اگلوائے گی کہ حملہ کس نے کیا تھا ... پھر ان کی تلاش شروع کر دے گی اور آخر انہیں گرفتار کر لے گی ... بس ہم اس بات سے بچنا چاہتے ہیں۔''

"خیر ... میں کوشش کرتا ہوں ... میرے سرجن دوست بتائیں گے کہ یہاں ان کا کچھ ہو سکتا ہے یا نہیں۔"

"لیکن آپ نے تو اپنے بارے میں بتایا تھا کہ آپ بھی ڈاکٹر ہیں۔"

"سرجن تو نہیں ہوں ... دراصل ایک عام ڈاکٹر میں اور سرجن میں فرق ہوتا ہے ... ڈاکٹر پیچیدہ آپریشن نہیں کرتے، سیدھے سادے کر لیتے ہیں۔"

"خیر ... آپ ہم پر مہربانی کریں ... ہم ڈاکٹر صاحب کی فیس ادا کریں گے بلکہ فیس سے بھی زیادہ انہیں دیں گے۔"

"بات فیس کی تو ہے ہی نہیں ... خیر ... میں فون کرتا ہوں۔"

وہ خود اس وقت شدید الجھن محسوس کر رہے تھے کہ آخر یہ چکر کیا ہے ... وہ تو اپنی گاڑی پنکچر ہونے کی وجہ سے اس سرائے میں آ گئے تھے ... لیکن یہاں کوئی جرم ہو چکا تھا ... اور اس جرم کے نتیجے میں ایک شخص کو گولیاں لگ چکی تھیں اور یہ لوگ پولیس سے بچنا چاہ رہے تھے ... اور یہ بات بہت عجیب تھی ... وہ اس عجیب بات کی تہہ میں جانا چاہتے تھے ... اس لیے انہوں نے سوچا ... چلو ڈاکٹر انصاری کو بلا لیتے ہیں ...

انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو فون کیا ... نمبر ملتے ہی دوسری طرف سے چہکتی آواز سنائی دی ... "آہا! انسپکٹر جمشید خیریت تو ہے۔"

"آپ سے ایک خفیہ کام آ پڑا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"خفیہ کام ... یہ کیا بات ہوئی۔"

"بات ملاقات پر بتاؤں گا ... آپ یہ بتائیں کہ آ سکتے ہیں یا نہیں۔"

"آنا کہاں ہے ... زیادہ فاصلہ تو نہیں۔"

"شہر سے دو گھنٹے کے فاصلے پر ہیں ہم لوگ ... یعنی آپ فوری طور پر چلیں تو آپ کو یہاں پہنچنے میں دو گھنٹے لگ جائیں گے ... آتے ہوئے آپ سرجری کے تمام تر آلات لے کر آئیں اور کوئی چھوٹی موٹی ایکسرے کی مشین اگر ہوتی ہے تو وہ بھی لے کر آئیں۔"

"ارے باپ رے۔" انہوں نے مارے خوف کے کہا۔

"فی الحال آپ کچھ نہیں پوچھیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"اچھی بات ہے ... جگہ اچھی طرح بتائیں ... میں آ رہا ہوں۔"

انہوں نے پوری طرح جگہ سمجھا دی، پھر کہا: "ہم میں سے کوئی سڑک کے کنارے آ کھڑا ہوگا ... آپ صرف یہ بتائیں ... یہاں تک کتنی دیر میں پہنچیں گے ..."

"ڈھائی گھنٹے میں۔"

"بس ٹھیک ہے ... خان رحمان وہاں آپ کو کھڑے نظر آئیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

فون بند کر کے وہ کبیر جان کی طرف مڑے ...

"میں نے اپنی کوشش کر ڈالی ہے ... اب دیکھیں کیا ہوتا ہے ... میرے دوست کے بس میں ہوا تو وہ یہیں گولیاں نکالنے کی کوشش کریں گے ... ان کے بس میں نہ ہوا تو انکار کر دیں گے۔"

"ٹھیک ہے ... آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

'' اس کا مطلب ہے آپ لوگ شمشیر جان کو بچانا چاہتے ہیں ۔''

'' ہاں ! آخر وہ ہمارے بڑے بھائی ہیں ... بس غصے میں آکر یہ کام کر بیٹھے ... خود نصیر جان بھی نہیں چاہتا کہ انہیں پولیس پکڑے لیکن ظاہر ہے... اگر ہم نصیر جان کو ہسپتال لے جاتے ہیں تو معاملہ پولیس تک جائے گا... پولیس ہمارے بھائی شمشیر جان کو گرفتار کر لے گی اور وجہ جاننا چاہے گی کہ انہوں نے نصیر جان پر گولیاں کیوں چلائیں ... ان کے پاس سوال کا کوئی جواب ہوگا نہیں لہٰذا پولیس انہیں گرفتار کرلے گی ... یہ ہے مسئلہ ۔''

''ٹھیک ہے ... میں سمجھ سکتا ہوں ۔''

'' اگر انہوں نے یہیں گولیاں نکال دیں تو یہ ہم پر بہت احسان ہوگا... ہماری مشکل آسان ہو جائے گی ... ہم ڈاکٹر صاحب کی فیس پوری طرح ادا کریں گے ... اس طرف سے آپ بے فکر رہیں ۔''

'' اس کا مطلب ہے ... آپ مالی لحاظ سے مضبوط ہیں ۔''

'' جی ... جی ہاں ... ہم اتنے بھی غریب نہیں ہیں ۔''

'' پہلے آپ نے بتایا تھا کہ بس اس سرائے کے کام سے آپ لوگوں کی گزر بسر ہو جاتی ہے ۔'' انہوں نے اسے تیز نظروں سے دیکھا ۔

'' وہ ... ہاں ... میں نے ... میں نے غلط نہیں کہا تھا ... بات دراصل یہ ہے کہ ہم نے اتنے پیسے تو جمع کر ہی لیے ہوں گے کہ ڈاکٹر صاحب کا بل ادا کرسکیں ... یہ بات نہیں کہ ہمارے پاس بے تحاشہ دولت ہے ۔''

''ابھی آپ کا کہنے کا انداز ایسا تھا کہ جیسے ڈاکٹر کا بل ادا کرنا آپ

کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہ ہو ۔''

''جی ہاں یہی بات ہے ... اب آپ سے کیا چھپانا ... یہاں آنے اور ٹھہرنے والے... ہمیں انعام بھی دے دیتے ہیں ، کچھ کھلے دل کے لوگ تو کافی بڑی بڑی رقم دے جاتے ہیں ، بس ایسی رقمیں جمع کر رکھی ہیں ۔''

'' ہوں ٹھیک ہے ... ویسے جب تک ڈاکٹر نہیں آجاتے ... آپ ہمیں اپنی یہ پوری سرائے تو دکھائیں ۔''

'' سرائے دکھانے میں تو کوئی حرج نہیں ... لیکن اس طرح جو لوگ کمروں میں ٹھہرے ہوئے ہیں... وہ بے آرام ہوں گے اور میرا خیال ہے ... ہمیں ان کے آرام کا خیال رکھنا چاہیے ۔''

'' آپ کی یہ بات بالکل درست ہے ... لیکن ہم نہایت خاموشی سے کمروں کو دیکھیں گے بلکہ صرف ان کمروں میں نظر ڈال لیں گے جن کے دروازے کھلے ہوں گے اور جن کمروں کے دروازے بند ہوں گے ان کو نہیں کھولیں گے ۔''

''جیسے آپ کی مرضی ... آپ تو یوں بھی ہمارے محسن ہیں ۔''

''کوئی بات نہیں ... آیئے پھر ذرا آپ کی پوری سرائے دیکھ لیں ۔''

''جی ضرور کیوں نہیں ۔''

اب وہ سب اس کے ساتھ چلے ... سرائے کے ایک بڑے ہال کے علاوہ اس میں دس کمرے تھے ... ایک کمرہ تو خود ان کے پاس تھا ... ایک کمرے میں زخمی شخص موجود تھا ... اس طرح گویا انہیں آٹھ کمرے دیکھنے

تھے... انہوں نے ایک ایک کر کے دیکھنے شروع کیے... ان سب میں واقعی لوگ موجود تھے اور وہ سب سوئے ہوئے تھے...

"یہ سب لوگ کیا دن میں سونے کے عادی ہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"آج کل ہر طرف یہی رجحان بن گیا ہے... رات کو دیر تک جاگنا اور صبح کو دیر تک سوئے رہنا۔" کبیر جان نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن کیا یہ لوگ پیدل آئے تھے... باہر ہم نے کوئی گاڑی نہیں دیکھی... بس ہماری گاڑی سڑک کے کنارے موجود ہے۔"

"یہ دو گاڑیوں میں آئے تھے... ان کے ڈرائیور گاڑیاں لے کر چلے گئے... گاڑیوں میں کچھ کام کرانا تھا انہیں۔"

"اوہ اچھا... کیا یہ لوگ ایک ساتھ ہی آئے تھے۔"

"نہیں... ایک گاڑی میں چار افراد رات کے وقت آئے تھے... دوسرے صبح سویرے... گاڑیوں میں کوئی خرابی ہوگئی تھی... یہ لوگ پہلے بھی یہاں سے گزرتے ہوئے ٹھہرے تھے، اس لیے انہیں ہماری سرائے کے بارے میں پتا تھا۔"

"بالکل ٹھیک۔"

آٹھ کے آٹھ کمرے دیکھ لینے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگئے... کبیر جان نے کسی کام کی وجہ سے ان سے اجازت چاہی... اور وہ ڈاکٹر صاحب کا انتظار کرنے لگے...

"یہ شخص میری سمجھ میں نہیں آ رہا... مسلسل غلط بیانی کر رہا ہے... پتا

نہیں اسے مسئلہ کیا ہے... ارے ہاں... خان رحمان تمہیں اب سڑک کے کنارے چلے جانا چاہیے... ورنہ ڈاکٹر انصاری صاحب یہاں سے آگے نکل جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

خان رحمان اسی وقت وہاں سے نکل کر سڑک کے کنارے آگئے... ان کی گاڑی جوں کی توں کھڑی تھی... ابھی انہیں اس کا ٹائر بھی بدلنا تھا، لیکن وہ زخمی نصیر جان میں الجھ گئے تھے...

پھر جلد ہی ڈاکٹر انصاری پہنچ گئے... وہ گاڑی سے اتر کر خان رحمان سے گرمجوشی سے ملے... پھر دونوں عمارت تک پہنچے۔ راستے میں خان رحمان نے انہیں مختصر طور پر بتایا... اور ڈاکٹر انصاری گولیوں کے ذکر پر پریشان ہوگئے تھے... تاہم انہوں نے منہ سے کچھ نہیں کہا۔

عمارت میں داخل ہوئے تو کبیر جان سامنے ہی موجود تھا... اس نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر صاحب سے ہاتھ ملایا اور بولا:

"آئیے ڈاکٹر صاحب۔"

"باقی لوگ کہاں ہیں۔"

"میں انہیں لے آتا ہوں۔" خان رحمان نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے... جلد ہی وہ باقی لوگوں کے ساتھ زخمی کے کمرے میں آگئے... ڈاکٹر انصاری مریض کا معائنہ شروع کر چکے تھے... اس لیے انہوں نے ان کے السلام علیکم کے جواب میں صرف وعلیکم السلام کہا... ان

کی طرف دیکھا نہیں ... پھر ان کا معائنہ نصف گھنٹے تک جاری رہا ...

آخر انہوں نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

''بہتر تو یہی ہے کہ انہیں ہسپتال لے جایا جائے۔''

''میں آپ کو اصل مسئلہ بتاتا ہوں انصاری صاحب۔''

انہوں نے کہا اور تفصیل سنا دی ...

''میں سمجھ گیا ... یہ لوگ زخمی کرنے والے کو بچانا چاہتے ہیں ... تب پھر اس کی ایک صورت اور ہے۔''

''اور وہ کیا۔''

''مریض کو میرے پرائیویٹ کلینک لے جایا جائے ... وہاں آپریشن ہو سکے گا ... وہ چونکہ سرکاری ہسپتال نہیں ہے، اس لیے پولیس کو نہیں بلایا جائے گا... قانون تو یہی ہے ... لیکن ہم آپ لوگوں کی خاطر ایسا کریں گے ... البتہ بعد میں پولیس کے علم میں بات آ گئی تو اس صورت میں ہمارے لیے الجھن پیدا ہو جائے گی اور پولیس ہم سے سوال کرے گی کہ ہم نے یہ معاملہ اپنے تک کیوں رکھا ...ان کے علم میں کیوں نہ لائے، اس وقت ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہو گا ....اب بتائیں کیا کیا جائے۔''

''ڈاکٹر صاحب ... آپ میری درخواست پر ان کا کام کر دیں اور مریض کو آپ پرائیویٹ ہسپتال لے جائیں ... ہم آگے چلے جاتے ہیں ... اپنا سیر کا پروگرام ختم کر کے لوٹ آئیں گے اور اس وقت مریض کی صورت حال معلوم کر لیں گے۔''

''اچھی بات ہے ... یونہی سہی۔''

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر انصاری ایک ایمبولینس میں مریض کو اپنے ہسپتال لے جا رہے تھے ...اس دوران محمود اور فاروق گاڑی کا پہیہ بھی تبدیل کر چکے تھے ... لہٰذا انہوں نے بھی کبیر جان سے اجازت لی ... اس سے پہلے وہ ان کا تمام بل ادا کر چکے تھے ... رخصت کے وقت انہوں نے کبیر جان سے کہا۔'' ہم سالم کی پہاڑیوں کی طرف جا رہے ہیں ... ہمارا پروگرام پندرہ دن کا ہے ... واپسی پر ہم آپ کی سرائے آئیں گے ... ظاہر ہے ... اس سے پہلے ڈاکٹر انصاری اپنا کام پورا کر چکے ہوں گے اور مریض یہاں واپس آ چکا ہو گا۔''

''بہت بہت شکریہ! آپ نے تو ہماری بہت بڑی مشکل آسان کر دی، ہم تو اس معاملے کے سلسلے میں حد درجے پریشان تھے اور کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ کیا کریں۔''

''کوئی بات نہیں! انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔''

وہ سرائے سے نکل کر اپنی گاڑی میں آ بیٹھے اور آگے روانہ ہوئے...

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد انہوں نے محمود کی آواز گونجی ...

''کیا خیال ہے ابا جان۔''

''کہیں نہ کہیں ... کوئی نہ کوئی گڑبڑ تو ہے۔''

''تب پھر آپ نے یہ معاملہ ڈاکٹر انصاری صاحب سے حل کرانے کی اجازت کیوں دی۔''

''اس لیے کہ ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا ... معاملہ اب بھی ہمارے ہاتھ میں تھا ... بعد میں بھی ہاتھ ہی میں ہوگا ... دیکھنا یہ ہے کہ یہ جرم ہے کس کا ... ''انہوں نے الجھن کے عالم میں کہا۔

''تو کیا ابا جان! آپ کے خیال میں یہ جرم کسی اور کا ہے۔''

''میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا ... حالات سامنے آئیں گے تو کچھ کہا جا سکے گا ... ویسے میں تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر انصاری سے بات کروں گا ... بلکہ اسی وقت کر لیتا ہوں۔''

انہوں نے موبائل ہاتھ میں لیا ہی تھا کہ اس کی گھنٹی بجنے لگی...

☆☆☆☆☆

بوڑھا

فون ڈاکٹر انصاری ہی کا تھا ... انہوں نے فوراً کہا۔

''جی ڈاکٹر صاحب ... فرمایئے۔''

''بھئی جمشید یہ کیا! آپ تو کوئی غیر قانونی کام نہیں کرتے۔''

''ہاں! اب بھی نہیں کروں گا ... ہم تو صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں یا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ کیا ہے، آپ ایسا کریں کہ اس مریض کی گولیاں نکال دیں ... اکرام کے چند ماتحت آپ کے ہسپتال کی نگرانی کریں گے... پندرہ دن تک مریض چلنے پھرنے کے قابل ہو ہی جائے گا ... اس وقت ہم اسے سرائے والوں کے حوالے کر دیں گے... اگر بات صرف اتنی ہے کہ شمشیر جان نے غصے میں آ کر بھائی پر فائرنگ کر دی تھی اور اب نصیر جان اپنے بھائی کو معاف کر دیتا ہے تب تو معاملہ ختم لیکن اس کے زخمی ہونے کی کہانی کچھ اور ہے تو ہم وہ کہانی ان سے معلوم کریں گے۔''

''ایک بات اور ... زخمی کے سر کے پچھلے حصے پر ایک عدد چوٹ کا نشان بھی ہے جو اس وقت نہیں تھا جب میں نے اس کا معائنہ کیا تھا ... اب یہاں اپنے کلینک آیا یوں تو اس زخم پر نظر پڑی ہے ... زخم تازہ ہے اور اس سے خون رس رہا ہے۔''

"کیا مطلب ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"جس وقت میں ایمبولینس والوں کو لے کر واپس اس کے کمرے میں گیا تھا ... اس وقت وہ بے ہوش تھا ... مجھے گمان یہ ہوا کہ شاید خون زیادہ بہہ جانے اور درد کی شدت کے سبب بے ہوش ہو گیا ہے ... ہم نے اسے ایمبولینس میں ڈال لیا اور یہاں لے آئے۔"

"اب اس کی حالت کیسی ہے ... ہوش میں تو ہے نا ..."

"ہوش میں تو ہے ... لیکن ہوش میں آنے کے بعد بس خالی خالی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا ہے ... کسی سے بات چیت بھی نہیں کر رہا۔" ڈاکٹر انصاری پریشانی کے عالم میں کہتے چلے گئے۔

"مطلب یہ کہ اب اصل بات کا پتا اس وقت چلے گا ... جب آپ لوگ تفریحی پروگرام سے واپس آئیں گے۔"

"بات ہمارے آنے کی نہیں ، اس کے صحت یاب ہونے کی ... اگر وہ جلد ہی صحت یاب ہو جاتا ہے تو ہم اپنی سیر کا پروگرام مختصر کر دیں گے۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ... اس مرتبہ آپ لوگ اپنی سیر کا پروگرام پورا کر ہی ڈالیں۔"

"اچھی بات ہے ڈاکٹر صاحب ... بہت بہت شکریہ ... میں آپ کو وقتاً فوقتاً فون کرتا رہوں گا۔"

"آپ جب چاہیں اور جتنے چاہیں فون کریں۔"

اس طرح ان کا سیر کا پروگرام شروع ہوا ... یہ پورے پندرہ دن کا تھا

... پندرہ دن بعد ان کی واپسی شروع ہوئی۔ ادھر ڈاکٹر انصاری صاحب نے انہیں بتایا تھا کہ مریض جسمانی طور پر تو درست ہو گیا ہے لیکن دماغی طور پر وہ کسی کام کا نہیں ، وہ کچھ بھی بتانے کے قابل نہیں ... یہ سن کر انہوں نے کہا: "خیر کوئی بات نہیں ... اس کے بھائی تو بتانے کے قابل ہیں ... ویسے سوال تو یہ ہے کہ وہ بتانے کے قابل کیوں نہیں۔"

"اس کے دماغ پر بھی چوٹ لگی تھی ... اور چوٹ گہری تھی ... اس کی وجہ سے اس کی یادداشت پر اثر پڑا ہے۔"

"حیرت کی بات ہے ... ہماری تو اس سے بات ہوئی تھی ... اس وقت تک تو ہمیں ایسی کوئی بات محسوس نہیں ہوئی ... خیر ... ہم آ رہے ہیں ... آپ اسے اکرام کے ماتحتوں کے ذریعے سرائے بھجوا دیں۔"

"ٹھیک ہے جمشید صاحب۔"

سفر کرتے آخر وہ سرائے تک پہنچ گئے ... انہوں نے گاڑی سرائے کے سامنے روکی تو اکرام کے ماتحت ان کی طرف لپک کر آ گئے ...

"تو آپ زخمی کو لے آئے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"بہت خوب ! دیکھتے ہیں اسے۔"

"لیکن سر۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"لیکن کیا۔"

"یہاں ... یہاں تو بس دو آدمی ہیں ... ایک بوڑھا ... ایک بڑھیا۔"

"کیا مطلب..." وہ زور سے چونکے۔

"ان کا کہنا ہے سب لوگ جا چکے ہیں، یہاں اب کوئی نہیں ہے اور نہ اس زخمی شخص سے ہی کوئی تعلق ہے... یہ ان کا ساتھی تھا جو غائب ہو گئے ہیں... ہمارا نہیں۔"

"اوہ... اوہ۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھے... زخمی سرائے کے صحن میں ایک کرسی پر بیٹھا تھا... اور وہ بوڑھا اسی طرح اپنی کرسی پر بیٹھا تھا... بڑھیا اندر کمرے میں نظر آئی...

"بڑے میاں یہ سب کیا ہے، کبیر جان کہاں ہے، اس کا بھائی شمشیر جان کہاں ہے... کیا وہ واپس نہیں آیا... باقی جو لوگ مسافر کے طور پر یہاں موجود ہیں... وہ تو خیر چلے گئے ہوں گے... آپ کے دونوں بیٹے تو یہاں ہوتے چاہییں۔"

"وہ... وہ ہمارے بیٹے نہیں ہیں نہ یہ ہمارا بیٹا ہے... نہ جانے یہ کون ہیں... اور نہ جانے وہ کون تھے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... آپ اس سرائے کے مالک ہیں نا۔"

"وہ تو میں ہوں... لیکن ان لوگوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں... ہاں... انہوں نے یہاں قیام ضرور کیا تھا... اس وقت ان کا یہ ساتھی زخمی نہیں تھا... ایک دن وہ باہر گھومنے پھرنے گئے ہوئے تھے... واپس لوٹے تو ان کا یہ ساتھی زخمی تھا... انہوں نے اس کے زخموں پر پٹیاں کر دیں... ایسے میں

آپ لوگ آ گئے... اس وقت انہوں نے مجھے اور میری بیوی کو دھمکی دی تھی کہ ہم دونوں زبان بند رکھیں... ہم خود آنے والوں سے بات کر لیں گے... اور یہ کہ ہم خود کو آپ کے بیٹے ظاہر کریں گے... گویا اس سرائے کے مالک آپ ہیں... ہم آپ کے بیٹے ہیں اور یہاں مسافروں کو ٹھہراتے ہیں... بس اس کے علاوہ انہیں کچھ نہ بتایا جائے... ہم ڈر گئے کہ پتا نہیں کیا چکر ہے... پہلے ہی ان کا ایک ساتھی شدید زخمی ہے... اس کے بعد آپ لوگ آ گئے... اور وہ اپنا زخمی آپ کے حوالے کر کے چلتے بنے... جونہی آپ لوگ گئے... وہ بھی یہاں سے چلے گئے..."

"مطلب یہ کہ وہ آپ کے بیٹے نہیں تھے... انہوں نے تو صرف آپ کی سرائے پر قیام کیا تھا... پھر ان کا یہ ساتھی ایک دن شدید زخمی حالت میں آیا... وہ اس کے ساتھ تھے... انہوں نے اس کی مرہم پٹی کی، پھر ہمارے آنے پر وہ اسے ہمارے حوالے کر کے چلتے بنے... کیا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں! بالکل یہی۔"

"ہمارے آنے سے پہلے وہ کیا کرتے رہے تھے۔"

"بس یہی... مسافروں کو ٹھہراتے رہے اور ان سے پیسے وصول کرتے رہے... گویا ہمای سرائے پر ان لوگوں نے قبضہ کر لیا تھا... انہوں نے ایسا کیوں کیا... یہ مجھے معلوم نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے... انہیں سر چھپانے کے لیے جگہ کی ضرورت

تھی... انہیں یہ سرائے نظر آ گئی ... تھے وہ جرائم پیشہ ... جرائم پیشہ لوگوں
کی جرائم پیشہ لوگوں سے دشمنی ہوتی ہی ہے ... اور بھی خطرناک معاملات
ہوتے ہیں... ان کے دشمنوں کو پتا چل گیا ... وہ ان پر اس وقت حملہ آور
ہوئے ... جب وہ سرائے سے دور گھومنے پھرنے گئے ہوئے تھے ... ان کا
یہ ساتھی زخمی ہو گیا ... اسے گولیاں لگ گئیں ... لیکن وہ اسے ہسپتال نہیں
لے جا سکتے تھے ... پولیس انہیں پکڑتی اور پوچھتی ... زخمی کون ہے ...
انہیں کہاں سے ملا وغیرہ ... ایسے میں ہم لوگ آ گئے اور اپنا زخمی ہمارے
حوالے کر کے چلتے بنے ... اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ زخمی شخص
ان کا کچھ نہیں لگتا ... ان کا جرائم کا ساتھی ضرور رہا ہے، لیکن اس کی وجہ
سے اب وہ مصیبت میں پھنس جاتے اس لیے غائب ہو گئے ...بات تو پھر
بس یہ ہے ...خیر ... آپ فکر نہ کریں ... ہم انہیں تلاش کر لیں گے اور ان
سے اصل بات معلوم کر لیں گے ... آپ دیکھ لیں اور سوچ لیں ... آپ
نے تو ہمیں کوئی ایسی بات تو نہیں بتائی جو سچ نہ ہو ...''

''نہیں ... ہم دونوں اپنی سرائے کو چھوڑ کر کہاں جائیں گے ... آپ
جب بھی آئیں گے ،یہیں ملیں گے۔''

''لیکن اتنی لمبی چوڑی سرائے کے مالک آپ کیسے بن گئے۔''

''یہ ... یہ آج کی نہیں ... ہمارے باپ دادا کے زمانے کی ہے...
ہمارے باپ دادا بھی اسی سرائے کو چلاتے تھے ... لوگ یہاں آتے ہیں،
ٹھہرتے ہیں اور اپنی منزل کی طرف چلے جاتے ہیں ... کسی کی گاڑی خراب

ہو جاتی ہے ... پنکچر ہو جائے یا گاڑی خراب ہو جائے یا رات ہونے لگے تو
تو یہاں آ کر ستا لیتے ہیں۔''

''لیکن آپ انہیں کھلاتے پلاتے کیسے ہیں ... انتظام کیسے کر لیتے ہیں۔''

''میں اور میری بیوی کھانے پکانے کے ماہر ہیں ... ہمیں زیادہ کھانے
نہیں پکانے پڑتے ... ضرورت کے مطابق یا مہمانوں کی تعداد کے مطابق پکا
لیتے ہیں اور اس سے ہماری اچھی گزر بسر ہو جاتی ہے۔''

''میرا مطلب ہے ... آپ کھانے پکانے کا سامان کیسے لاتے ہیں...
شہر تو یہاں دور ہے۔''

''نزدیک ہی گاؤں ہے ... وہاں شہر سے ہر چیز کی گاڑیاں آتی ہیں
... وہ گاڑی والے ہمیں بھی سامان دے جاتے ہیں... ہم ایک ہفتے کی
چیزیں خرید لیتے ہیں ... جلد خراب ہونے والی چیزیں ہم نہیں خریدتے۔''

''ہوں ... آپ کے پاس فریج یا فریزر نہیں ہے۔''

''نہیں۔''

''خیر ... وہ ہم آپ کو دے دیں گے۔'' خان رحمان نے فوراً کہا۔

''جی کیا کہا آپ نے ہمیں ایک فریزر خرید کر دیں گے۔'' بوڑھے نے
حیران ہو کر کہا۔

''ہاں کیوں نہیں ... اس طرح آپ کو بہت آسانی ہو جائے گی ...
گوشت اور سبزیاں خراب نہیں ہوا کریں گی۔''

''لیکن آپ ہم پر یہ مہربانی کیوں کریں گے۔''

"بس ہماری خوشی اسی میں ہے ... اب ذرا ہم اس زخمی سے بات کرلیں۔" یہ کہہ کر وہ اس کے قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے ...

"کیوں بھائی ... آپ کون ہیں ... اس وقت تو آپ بڑے زور شور سے ہم سے بات چیت کر رہے تھے ... ڈاکٹر کے پاس جانے سے ڈر رہے تھے ... بتا رہے تھے کہ بڑے بھائی نے مارا ہے اور اب ... منہ میں گھنگنیاں ڈالے بیٹھے ہو ... جیسے جانتے نہیں پہچانتے نہیں ... ہمیں یقین ہے کہ تم اداکاری کر رہے ہو ... اداکاری کا شوق ہے تو بتاؤ ... میرے ایک اور دوست بھی ہیں جو فلمیں بناتے ہیں ... ان سے کہہ کر تمہیں کسی فلم میں کام دلوا دوں گا۔"

اس نے کوئی جواب نہ دیا ... ہونقوں کی طرح ان کی طرف دیکھتا رہا

"دیکھو بھائی اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو ... اسی میں تمہاری بہتری ہے ... جس قدر جلد ہمیں تمہارے بارے میں معلوم ہو جائے گا ... تمہارے حق میں اچھا ہوگا ... لہٰذا میں پھر پوچھتا ہوں ... تمہارا نام کیا ہے۔"

اس نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا ... آخر انہوں نے سرائے والے سے کہا۔ "اچھا ہم اسے شہر لے جاتے ہیں ... وہاں کسی ماہر نفسیات سے چیک کرائیں گے ... وہ ہمیں صحیح صورت حال بتا سکیں گے ... آپ کا فریزر جلد یہاں پہنچ جائے گا۔"

"میں تو کہتا ہوں، آپ رہنے دیں، آپ کی وجہ سے ہمیں ان لوگوں

سے نجات مل گئی جنھوں نے سرائے پر قبضہ کر لیا تھا، ہم تو بہت خوش ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں اور یہ بتائیں ... آپ کے پاس موبائل فون ہے۔"

"جی نہیں ... ہمیں بھلا موبائل فون کی کیا ضرورت ہے۔"

"شہر سے سامان لانے والوں سے آپ ہر وقت رابطے میں رہا کریں گے ... اور بھی کئی آسانیاں ہو جائیں گی اور اگر کبھی ان جیسے لوگ سرائے پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں تو آپ ہمیں فون کر سکتے ہیں۔"

"لیکن آپ لوگ کون ہیں ... آپ اتنا کچھ کیسے کرلیں گے ... ان لوگوں سے کیسے ٹکر لے لیں گے۔"

"ہمارا تعلق سی آئی ڈی سے ہے لیکن آپ یہ کسی کو بتائیں گے نہیں۔"

"جی اچھا!"

اور پھر وہ اس شخص کو گاڑی میں بٹھا کر شہر کی طرف روانہ ہوئے ... ساتھ ہی انہوں نے دماغی امراض کے ماہر کو فون کر دیا ... ان کا نام سریان قاضی تھا ... اور یہ نام ڈاکٹر انصاری نے تجویز کیا تھا ... ان سے وقت بھی انہوں نے لے کر دیا ... اب پہلے وہ گھر پہنچے ... بیگم جمشید کو پہلے ہی فون کر چکے تھے اور وہ ان کے استقبال کے لیے تیار تھیں ... یعنی طرح طرح کے کھانے تیار کر چکی تھیں ...

"آپ لوگ آرام کریں ... میں زخمی کو سریان قاضی صاحب کے پاس لے جاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے جمشید ... وہاں ہمارا کوئی کام تو ہوگا نہیں ... ہم تمہارے

ٹھیک مشورے پر عمل کر لیتے ہیں اور آرام کر لیتے ہیں۔''

'' بالکل ٹھیک۔''

انہوں نے کہا اور اس شخص کو گاڑی میں بٹھا کر روانہ ہو گئے... ادھر وہ سب کھانے کے بعد لائبریری میں آ بیٹھے...

'' یہ معاملہ سمجھ میں نہیں آیا۔'' خان رحمان بڑبڑائے۔

'' کوئی خاص بات نہیں ہے... ان جرائم پیشہ لوگوں نے اس غریب کی سرائے پر قبضہ کر لیا تھا... اب یا تو ان کا آپس میں کوئی جھگڑا ہوا یا کسی نے ان پر حملہ کیا... دونوں میں سے کوئی بات ہو سکتی ہے... وہ زخمی کو سرائے میں لے آئے... اب چونکہ جرائم پیشہ تھے... یا جیلوں سے بھاگے ہوئے تھے، اس لیے زخمی ساتھی کو ہسپتال تو لے جا نہیں سکتے تھے... اس طرح پولیس انہیں گرفتار کر لیتی... لہذا یہیں مرہم پٹی کرنے لگے... ایسے میں ہم آ گئے... اور انہوں نے موقع غنیمت جانا... زخمی کو ہم نے ہسپتال بھجوا دیا... ان کے لیے تو گویا بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا تھا... زخمی کا مسئلہ ہو گیا... ان کے لیے موقع تھا... اپنے ساتھی کے سر پر وار کیا... اس طرح کہ اس کی یادداشت جاتی رہے اور وہ ان کے بارے میں کچھ بتانے کے لائق نہ رہے... پھر وہ بھاگ نکلے... کیونکہ اگر وہ یہیں رہتے تو ہمارے سوالات کے جوابات انہیں دینا پڑتے... ویسے بھی زخمی ساتھی نے ان کا سارا معاملہ گڑبڑ کر دیا تھا... بس انہیں یہی بہتر معلوم ہوا کہ وہ اسے چھوڑ کر نکل جائیں... بس انکل اتنی سی کہانی ہے اور یہ کہانی بالکل درست

لگتی ہے، کیونکہ اس کے علاوہ فی الحال ہمارے پاس اور کوئی کہانی نہیں... اب دیکھیں سریان قاضی کیا کہتے ہیں اس کے بارے میں۔'' یہاں تک کہہ کر محمود خاموش ہو گیا۔

'' اس وقت تک اس معاملے کی کہانی یہی بنتی ہے... لیکن ہو سکتا ہے، یہ سارا معاملہ اچانک کوئی اور رخ اختیار کر لے۔''

عین اس لمحے موبائل کی گھنٹی بجی... انہوں نے چونک کر محمود کی طرف دیکھا... اسکرین پر نظر ڈالتے ہی اس کے منہ سے نکلا۔

'' ابا جان کا فون ہے۔''

☆☆☆☆☆

پرانا نام

"السلام علیکم ابا جان۔" محمود نے فوراً کہا۔

"وعلیکم السلام ... ڈاکٹر سریان قاضی نے بہت کوشش کے بعد نصیر جان سے صرف ایک جملہ منہ سے نکلوایا ہے ... اور وہ جملہ یہ ہے ...
این اے ۳۳۳ نصیر آباد اصل جگہ ہے۔"

"جی کیا مطلب؟"

"مطلب کس بات کا پوچھ رہے ہو۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ کا مطلب ہے ... زخمی نصیر جان نے صرف اور صرف یہ کہا ہے کہ این اے ۳۳۳ نصیر آباد اصل جگہ ہے۔"

"ہاں! اس کے منہ سے صرف یہ اگلوایا جا سکا ہے ... ورنہ وہ اور کچھ بتانے کے قابل نہیں ہے ... اس کا دماغ بالکل ختم ہو چکا ہے اور قاضی صاحب کا کہنا ہے کہ شاید وہ زندہ بھی نہ بچ سکے ... بہرحال اس وقت تک کی کوشش سے یہ جملہ ہمیں مل سکا ہے ... تاہم سریان قاضی صاحب ابھی کوشش کر رہے ہیں اور میرا یہاں ٹھہرنا بہت ضروری ہے لہٰذا تم فوراً این اے ۳۳۳ پہنچ جاؤ ... اپنے انکلز کو ساتھ لے جانا، کیونکہ میں خطرے کی بو محسوس کر رہا ہوں۔"

"اللہ کا شکر ہے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"تم نے اللہ کا شکر کس بات پر ادا کیا۔" انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا۔

"اس بات پر ابا جان کہ آپ نے ابھی تک صرف خطرے کی بو محسوس کی ہے ... خطرہ محسوس نہیں کیا۔"

"حد ہو گئی۔" وہ جھلا اٹھے۔

"آپ فکر نہ کریں ... ہم ابھی اور اسی وقت یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں ... وہاں پہنچ کر آپ کو رپورٹ کر دیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا ... اسی وقت محمود نے کہا: "چلیے انکل ... این اے ۳۳۳ نصیر آباد چلنا ہے۔"

"اور یہ کہاں ہے۔"

"اوہ یہ تو ہمیں معلوم ہی نہیں۔"

"یعنی تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ نصیر آباد کہاں ہے لیکن پریشانی کی کیا بات ہے ... اکرام صاحب کس دن کام آئیں گے۔" خان رحمان بولے۔

"اوہ ہاں! بالکل ٹھیک۔" محمود نے کہا اور اکرام کے نمبر ملائے ... فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی: "خیر تو ہے محمود!"

"آپ نے کیسے جان لیا کہ ادھر کوئی گڑبڑ ہے۔"

"موبائل کی گھنٹی سے۔" اکرام ہنسا۔

"حد ہو گئی انکل! آپ تو ہمارے بھی کان کاٹ رہے ہیں۔"

"نن ... نہیں تو۔" اکرام نے گھبرا کر کہا۔

'' آپ کو معلوم ہے انکل ... این اے ۳۳۳ نصیر آباد کہاں ہے۔''

'' این اے ۳۳۳ نصیر آباد۔'' اکرام کے منہ سے نکلا۔

'' جی انکل۔''

'' یعنی این اے ۳۳۳ مکان نمبر رہا ہوگا ... جگہ کا نام نصیر آباد ہے۔''

'' جی بالکل یہی بات ہے ... تو آپ کو معلوم ہے نصیر آباد کہاں ہے۔''

'' گوگل سے مدد لیتا ہوں ... ایک منٹ ٹھہرو۔'' اس نے کہا۔

پھر ایک منٹ بعد اس کی آواز ابھری۔

'' پتا چل گیا ... نصیر آباد دراصل شاد آباد کالونی کا پرانا نام ہے ... اور شاد آباد کالونی تمہیں پتا ہی ہوگی۔''

'' بالکل ... آپ فکر نہ کریں۔''

''وہاں کیا مسئلہ ہے۔''

'' ابا جان نے ہمیں وہاں جانے کا حکم دیا ہے ... تفصیل ہم آپ کو پھر بتائیں گے ... اور اگر آپ کی ضرورت پڑی تو آپ کو فون کر دیں گے۔''

''ٹھیک ہے ... ویسے آج تک کسی بھی سلسلے میں نصیر آباد کا نام سننے میں نہیں آیا، پہلی بار سنا ہے ... شاید اس لیے کہ یہ پرانا نام ہے ... نہ جانے کسی نے انسپکٹر صاحب کو پرانا نام کیوں بتایا ...''

''یہ بات بھی ہم معلوم کریں گے انکل ... آپ کا شکریہ۔''

وہ اسی وقت گھر سے نکل کر کھڑے ہوئے ... یہ فاصلہ ایک گھنٹے کا ثابت ہوا ... ان کے گھر سے شاد آباد کالونی بہت فاصلے پر تھی ... وہاں پہنچ

کر انہوں نے این اے کا پتا کیا ... سنتے ہی ایک شخص نے کہا۔

''آپ کو بلاک این اے جانا ہے۔''

''جی ہاں۔''

اس نے اشارہ کر کے اچھی طرح راستہ بتایا ... پھر وہ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے این اے پہنچ گئے ... یہاں سے انہوں نے مکان نمبر ۳۳۳ نمبر کا پتا کیا ... اس طرح وہ چند منٹ بعد ۳۳۳ کے سامنے پہنچ گئے ... انہوں نے دیکھا وہ ایک بہت پرانا مکان تھا جبکہ آس پاس کے تمام مکان اور کوٹھیاں بہت جدید تھیں ... ایسا لگتا تھا اس ایک عمارت کے علاوہ اس پورے علاقے میں کوئی پرانا مکان نہیں رہ گیا... سب کے سب نئے سرے سے تعمیر کرائے جا چکے ہیں ... بس صرف ایک یہ رہ گیا ہے اور یہ بات عجیب تھی اور شاید اسی لیے بتانے والے نے نام بھی نصیر آباد بتایا تھا۔

اب انہوں نے اس کا جائزہ لیا ... یہ ایک قلعہ نما مکان تھا ... پرانے زمانے کی یہ عمارت کسی زمانے میں ضرور شاندار ہوگی اور شاید اسے کسی بہت دولتمند آدمی نے بنوایا ہوگا کیونکہ اس کا دروازہ ایسا تھا جیسے کسی قلعے کا ہو۔ اس دروازے پر پرانے زمانے کا بھاری بھرکم تالا لٹک رہا تھا ...

''اس پر تو تالا لگا ہوا ہے ...'' محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

'' پھر اب کیا کریں۔''

'' ابا جان سے مشورہ۔'' فرزانہ نے کہا۔

'' اب ہم ہر قدم پر تو مشورہ کر نہیں سکتے ... جب انہوں نے کہہ دیا

کہ اس عمارت کا جائزہ لو ... تو ہمیں جائزہ لینا ہوگا ... ہاں دروازے پر تالا نہ لگا ہوتا تو ہم دستک دیتے اور گھر کے مکینوں سے ملاقات کرتے ... اب ظاہر ہے ... ہمیں اندر داخل ہونا ہے۔"

"تب پھر پہلے انکل اکرام کو بلا لیتے ہیں یا کم از کم دائیں بائیں والوں سے معلومات لے لیتے ہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"یہ ٹھیک رہے گا ... پہلے دائیں بائیں والوں سے پوچھ لیتے ہیں۔" فاروق نے تائید کی۔

خان رحمان نے دائیں طرف والے دروازے کی گھنٹی بجا دی... وہ خان رحمان کی چھوٹی گاڑی میں آئے تھے ... یہ گاڑی اپنی شان وشوکت کے لحاظ سے بہت اعلیٰ تھی ... باہر نکلنے والے نے پہلے کار کی طرف دیکھا اور مرعوب ہو گیا... پھر اس نے ان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"جی فرمائیے... کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"یہ آپ کے بائیں طرف پرانا مکان کس کا ہے۔"

"اس کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں... ہم نے یہ کوٹھی آج سے تین سال پہلے خریدی تھی ... اس وقت بھی اس کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا... ہم نے دوسری طرف والے پڑوسیوں سے پوچھا تھا ... تو انہوں نے بتایا تھا کہ وہ اس علاقے میں پانچ سال پہلے آئے تھے ... اس وقت بھی ہم نے یہاں تالا دیکھا تھا ... اس کا مطلب ہے یہاں کسی کو معلوم نہیں کہ یہ مکان کس کا ہے ..."

"تو اس بارے میں آپ لوگوں کو پولیس کو خبر کرنی چاہیے تھی۔"

"آپ تو جانتے ہی ہیں کہ پولیس کا رویہ ہمارے ہاں کیسا ہوتا ہے ... سڑک کے حادثے کی اطلاع دو تو پولیس آپ کو ہی حادثے کا ذمے دار قرار دے کر پکڑ لیتی ہے ... اسی طرح پولیس ہم سے بھی طرح طرح کے سوالات کرتی ... ہمیں کیا پڑی ہے خود کو مصیبت میں ڈالتے پھریں۔"

"ہوں ٹھیک ... آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

وہ اپنے گھر میں داخل ہوگیا ...

"اب یہ تالا توڑنا ہوگا کیونکہ اس زخمی کا تعلق ضرور اس گھر سے ہے ورنہ وہ کیوں اس کا پتا بتاتا ... وہ بھی پرانا پتا ... کسی زمانے میں یہ علاقہ نصیر آباد کہلاتا تھا جبکہ اب یہ شاد آباد ہے۔" یہ کہہ کر محمود نے اکرام کا نمبر ملایا ... سلسلہ ملنے پر اس نے کہا۔ "انکل ! ہم یہاں پہنچ گئے ہیں اور آپ کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں... پرانے زمانے کا ایک بھاری بھرکم تالا توڑنے کا سامان بھی ساتھ لائیے گا۔"

"تمہارا مطلب ہے ... ۳۳۳ این اے پر بڑا سا تالا لگا ہوا؟"

"یہی بات ہے انکل۔"

"اور یہ مکان ہے کس کا۔"

"یہاں کسی کو معلوم نہیں ... ایک مدت سے یہ مکان بند پڑا ہے۔"

"اوہو اچھا ... یہ تو معاملہ دلچسپ اور پراسرار ہوگیا۔"

"جی ہاں ! اب ظاہر ہے ... ہمیں تالا تڑوانا ہے ... اس عمارت میں

داخل ہونا ہے اور آپ کی مدد کے بغیر ہم یہ کام کر نہیں سکتے کیونکہ تالا توڑنے کے اوزار ہمارے پاس نہیں ہیں ۔''

'' ٹھیک ہے انتظار کرو ... میں پہنچتا ہوں ... یہاں دائیں بائیں والوں کے گھر میں بیٹھ جاؤ ۔''

'' یہ تو خیر اب کرنا ہوگا ... کیونکہ فاصلہ ایک گھنٹے کا ہے ۔''

''اوہ ۔'' اکرام کے منہ سے نکلا ۔

پھر انہوں نے دائیں طرف والوں سے ڈرائنگ روم کھلوا لیا... وہ اندر آکر بیٹھ گئے ... گھر کا مالک انہیں چھوڑ کر چلا گیا ... انہوں نے ایک سرسری نظر ڈرائنگ روم میں ڈالی ... انہیں قدرے حیرت کا احساس ہوا...

'' میرا خیال ہے اس ڈرائنگ روم کو بھی غور سے دیکھ لینا چاہیے۔'' فرزانہ نے سرسراتی آواز میں کہا۔

''کیوں خیریت ... بھلا اس چکر کا اس ڈرائنگ روم سے کیا تعلق؟'' فاروق نے برا سا منہ بنایا ۔

'' تعلق نہ سہی ... لیکن اگر یہاں کی چیزوں میں کوئی عجیب بات نظر آئے تو ہمیں لگے ہاتھوں اسے بھی دیکھ لینا چاہیے ۔''

'' ٹھیک ہے فرزانہ ۔'' محمود نے سر ہلایا ۔

'' جہاں تک میرا خیال ہے ... اس کمرے میں جو صوفہ سیٹ موجود ہے ... وہ عام صوفہ سیٹ نہیں ہے ۔''

'' تو پھر بھلا ہم کیا کر سکتے ہیں ... ہمارا اس بات سے کیا تعلق ... ہم

اس انتظار کرنے کے لیے بیٹھے ہیں اور بس ۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا ۔

'' میں بھی یہی کہتا ہوں ۔'' پروفیسر داؤد نے اس کا ساتھ دیا ۔

'' لیکن پروفیسر صاحب، اس وقت میں فاروق کا ساتھ نہ دینے پر مجبور ہوں ۔'' خان رحمان بول اٹھے ۔

'' ہوتے رہو خان رحمان مجبور ...'' پروفیسر داؤد نے منہ بنایا ۔

''میرا مطلب ہے ... فاروق بھی اوپرے انداز میں کہہ رہا ہے کہ ہمیں اس سے کیا ورنہ اس بات میں دلچسپی لینے پر یہ بھی مجبور ہے ۔''

'' ہائیں فاروق ! کیا تم مجبور ہو ۔''

'' جی نہیں ... میں مجبور وجبور نہیں ہوں ... اللہ کی مہربانی ہے ۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

'' اب اس سے کون مغز مارے ... آپ اس صوفے کو دیکھ رہے ہیں ۔''

'' ہاں ! بالکل دیکھ رہے ہیں اور کیوں نہ دیکھیں ... اللہ تعالیٰ نے آخر آنکھیں عطا فرمائی ہیں ۔''

'' وہ بھی دو دو ۔'' فرزانہ تڑ سے بولی ۔

'' خیر خیر ... تم جو کہنا چاہتی ہو کہہ سکتی ہو... ہم اس پر غور بھی کریں گے ۔'' خان رحمان نے کہا

''ہم اس وقت زخمی نصیرجان ... اوہ ۔'' اچانک فرزانہ کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا ۔

'' کک ... کیا ہوا خیر تو ہے ۔'' محمود نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

فرزانہ کھوئی کھوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی ... وہ بہت حیران نظر آ رہی تھی ...

''کیا ہو گیا ہے فرزانہ۔'' محمود جھلا اٹھا۔

''یہ پوچھو کیا نہیں ہوا۔''

''چلو پھر پہلے یہ بتا دو کہ کیا نہیں ہوا ...'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''کک ... کیا یہ بات عجیب نہیں بلکہ عجیب ترین نہیں۔'' فرزانہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

''لیکن کون سی بات ... بات کو اس قدر گھما پھرا کر کہنے کی کیا ضرورت ہے ... جو کہنا ہے صاف صاف کہو اور ہم سب کے دماغ چاٹنے کی کوشش بھی نہ کرنا کیونکہ ہمارے دماغ اتنے فالتو نہیں ہیں۔'' فاروق نے جلے کٹے انداز میں جلدی جلدی کہا۔

''ہے کوئی تک، بلاوجہ کاٹ کھانے کو دوڑ رہے ہو، حد ہو گئی یعنی۔''

''ارے ارے ... انگارے نہ چباؤ فرزانہ ... اور وہ عجیب بات بتاؤ۔''

''اس علاقے کا نام ہے ... نصیر آباد... یعنی پرانا نام... اور جس زخمی نے وہ جملہ بولا ہے ... اس کا نام بھی نصیر جان ہے۔''

''ارے ؟؟؟'' ان کے منہ سے ایک ساتھ مارے حیرت کے نکلا۔

☆☆☆☆☆

وہی بات

وہ چند لمحے تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے، پھر محمود نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

''نہیں ... میرے خیال میں یہ کوئی خاص بات نہیں کیونکہ نصیر جان تو نوجوان ہے جب کہ اس علاقے کا پرانا نام نصیر آباد آج کا نہیں برسوں پہلے کا ہے ... بس اس کا مطلب ہے نصیر آباد کا نام نصیر جان پر نہیں رکھا گیا۔''

''خیر یہی سہی لیکن یہ بھی نصیر وہ بھی نصیر ... بات ضرور عجیب ہے۔''

''اچھی بات ہے ... اس پہلو پر بھی غور کریں گے۔''

''جب تک اس کمرے پر غور کرتے ہیں ... یہ دیکھو کہ اس کمرے کی ہر چیز سے انوکھا پن ٹپک رہا ہے ... ذرا ان کرسیوں کو دیکھو ... ان کے بازوؤں کو دیکھو ... یوں لگتا ہے جیسے یہ کسی شہزادے کے لیے ہوں ... کسی راجے مہاراجے کی ہوں ... ان پر کیا گیا سنہری کام سونے کا لگتا ہے ... کیا خیال ہے ... لگتا ہے نا'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

''اب تم کہہ رہے ہو تو لگتا ہی ہوگا ورنہ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔''

''ٹھہرو، یہ بات تمہیں میں بتا سکتا ہوں۔'' خان رحمان چونکے۔

''اچھا چلو بتاؤ کیا بتا سکتے ہو۔'' پروفیسر بھی دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئے۔

خان رحمان اپنی جگہ سے اٹھے اور بالکل قریب سے کرسیوں کا جائزہ لینے لگے ... پھر جیب سے انہوں نے ایک ننھی سی پن سے ایک کرسی کی ٹانگ کو کریدا تو ان کے منہ سے نکلا۔ ''ہائیں ... یہ کیا۔''

''کیا ہوا انکل۔''

''یہ ... یہ تو واقعی سونے کی ہے۔''

''اگر یہ کرسی سونے کی ہے تو باقی کرسیاں بھی سونے کی ہیں، لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''کیا کیسے ہوسکتا ہے۔''

''ہم ... میرا مطلب ہے اتنا سونا۔''

''ہوسکتا ہے صرف سونے کا پانی ان پر چڑھایا گیا ہو۔'' پروفیسر بولے۔

''ہوں! میں دیکھ لیتا ہوں۔''

عین اس وقت انہوں نے قدموں کی آواز سنی ... وہ اندرونی دروازے کی طرف سے آئی تھی ... انہوں نے مڑ کر دیکھا تو وہی شخص چلا آ رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی۔ ٹرے میں کسی مشروب کا جگ اور شیشے کے گلاس تھے۔

''یہ آپ نے کیا کیا، ہم تو کچھ بھی کھانے پینے کے عادی نہیں ہیں۔'' محمود نے بوکھلا کر کہا۔

''کیا مطلب ... آپ لوگ کھائے بغیر کیسے زندہ رہ لیتے ہیں۔'' اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

''آپ ہمارا مطلب غلط سمجھے ... ہم بے وقت کچھ نہیں کھاتے پیتے... ہاں پیاس لگنے پر سادہ پانی ضرور پیتے ہیں ... اپنے وقت پر کھانا اور اپنے وقت پر ناشتا اور اپنے وقت پر چائے۔''

''بہترین اصول ہے آپ کا۔'' اس نے تعریف کی۔

''شکریہ!'' وہ مسکرائے۔

''لیکن اب تو آپ کو یہ پینا ہی پڑے گا ... یہ ہمارا خاندانی مشروب ہے ... آپ ذرا چکھ کر دیکھیں۔''

''آپ تشریف رکھیں ... ہم یہ پی لیں گے لیکن پہلے ہم آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں ... اگر آپ برا نہ مانیں تو ...'' محمود نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''پوچھیں ... کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔''

''آپ کا نام کیا ہے۔''

''ارے چھوڑیے صاحب یہ بھی کوئی سوال ہوا ... لگتا ہے آپ مذاق کے موڈ میں ہیں ... یہ مشروب گرم ہو جائے گا پھر اس کا مزہ نہیں آئے گا۔''

''آپ کا نام کیا ہے؟''

''یہ مشروب گرم ہو جائے گا۔''

''ہائیں تو کیا آپ نام نہیں بتانا چاہتے۔''

''ضرور بتاؤں گا لیکن مشروب پینے کے بعد۔''

''اوہ اچھا ... اب تو ہمیں دیکھنا ہی پڑے گا ... اس مشروب میں آخر

کیا ہے کہ آپ اس قدر اصرار کر رہے ہیں ... ضرور بہت ہی روح پرور مشروب رہا ہوگا ... لائیے جناب ... پی کر دیکھتے ہیں ... لیکن ہماری خاندانی روایت ہے کہ جب تک میزبان خود نہ پی لے جو پلانا چاہتا ہے تو اس وقت تک ہم بھی نہیں پیتے... '' یہ کہہ کر محمود نے ایک گلاس میں تھوڑا سا مشروب نکالا ... '' لیجیے ... پہلے آپ یہ شربت پییں ۔''

'' میں ... میں تو آپ کے لیے لایا ہوں ، ہم تو پیتے ہی رہتے ہیں ۔''

'' پہلے آپ پیئں ... پھر ہم پییں گے ۔''

'' یہ کیا بات ہوئی بھلا ۔''

'' یہ وہی بات ہوئی جو ہونی چاہیے ... یہ ہماری خاندانی روایت ہے ۔''

'' تو یہ لیں ، میں پی لیتا ہوں ۔'' یہ کہہ کر اس نے ایک گلاس اٹھایا ... وہ ان کی تعداد کے علاوہ گلاس تھا گویا وہ اپنا گلاس پہلے ہی لایا تھا ... لیکن اس نے اس گلاس میں سے نہ پیا جس میں محمود نے ڈالا تھا ... اس نے گلاس بھرا تھا اور غٹاغٹ پی گیا... انہوں نے دیکھا ، پورا گلاس پی جانے پر بھی اسے کچھ نہیں ہوا تھا ...

'' یہ لیں ... آپ کی روایت ہوگئی ۔'' وہ مسکرایا ۔

'' آپ کا نام کیا ہے ۔''

'' پہلے مشروب ... پھر نام ۔''

'' اچھی بات ہے ...'' اب محمود نے اسی گلاس میں مشروب ڈالا جس میں اس نے پہلے تھوڑا سا ڈالا تھا ... اب پورا گلاس بھر لیا اور اس کی طرف

بڑھاتے ہوئے بولا ۔'' یہ لیں ، یہ بھی پی لیں ۔''

'' یہ کیا بات ہوئی ... میں تو یہ پی چکا ہوں ۔''

'' ایک گلاس اور سہی ۔''

'' میں اتنا کیسے پی سکتا ہوں ، یہ تو ایک گلاس بھی بہت ہے ۔''

'' اچھا ، ہماری خاطر آپ اس میں سے ایک گھونٹ بھر لیں ۔''

'' نہیں بس ... اب مجھے خواہش نہیں ۔''

'' اب تو آپ کو اس میں سے ایک گھونٹ بھرنا ہی ہوگا ۔''

'' آپ ... آپ عجیب لوگ ہیں ۔''

'' ہاں ! یہ بات تو خیر آپ نے ٹھیک کہی ۔'' خان رحمان مسکرائے ۔

'' ہاں واقعی ہیں تو ہم عجیب لوگ ہی ۔''

'' اس گلاس سے ایک گھونٹ تو آپ کو لینی ہی ہوگی ۔''

'' آخر کیوں ۔''

'' اس لیے کہ ہمیں شک ہے ۔''

'' اوہ ... اوہ ۔'' اس کا رنگ اڑ گیا ... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا ... ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا: '' تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو ۔''

'' واہ بہت خوب ! آخر آپ اپنی اصل پر آ ہی گئے ... چلو شکر ہے...'' پروفیسر داؤد نے خوش ہو کر کہا۔

'' میں نے کہا ہے ... ہاتھ اوپر اٹھا دو۔''

'' تم تو بہت شریف آدمی ثابت ہوئے ... ہم نے تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا

... ویسے اب تو بتا دو، اس شربت یا گلاسوں میں کیا تھا ؟''

''صرف بے ہوشی کی دوا۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

'' اور ہمیں بے ہوش کیوں کرنا چاہتے تھے۔''

'' تم لوگوں کو روکنے کے لیے ... باہر تم لوگوں کی اتنی قیمتی کار کھڑی ہے ... اس سے ظاہر ہے ... تم لوگ بہت مالدار ہو... اس لیے ہم نے سوچا تم سب پر ہاتھ صاف کر دیا جائے۔''

''ہم پر ... مگر تم تو اکیلے ہو۔''

''ارے نہیں نا ... ادھر دیکھو ... دروازے کی طرف۔''

اب جو انہوں نے ڈرائنگ روم کے اندرونی دروازے کی طرف دیکھا ... تو وہاں تین اور پستول والے کھڑے نظر آئے ... ان کے چہروں پر وحشیانہ مسکراہٹیں تھیں ... یہ دیکھ کر محمود نے کہا۔

'' لیکن آپ لوگ تو خود بھی بہت مال دار ہیں ... پھر آپ کو ایسے کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔''

'' یہ کس بات سے اندازہ لگایا تم لوگوں نے۔'' اس نے منہ بنا کر کہا۔

'' اس ڈرائنگ روم سے ... اس کی ہر چیز بہت قیمتی ہے۔''

'' ڈرائنگ روم ہی کی نہیں ... اس گھر کی تو ہر چیز ہی بہت قیمتی ہے۔''

'' اور پھر بھی تم لوگ دوسروں کو لوٹتے ہو؟''

'' اسی طرح تو مال دار بنے ہیں ... اب تمہیں لوٹیں گے ... ہمارے لوٹنے کا انداز آج تم لوگ دیکھ ہی لو گے ... اب اندر چلو۔''

'' چلو بھئی ... اسے کہتے ہیں، آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔''

''نہیں تو ... ہم آسمان سے تو نہیں گرے تھے۔''

'' زیادہ باتیں نہ کرو ... اندر چلو۔''

'' اندر چلیں ... انکل آپ بھی آئیں۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

'' ظاہر ہے ... وہ تو آنا ہی پڑے گا۔''

'' حیرت ہے ... '' ان میں سے ایک نے کہا۔

'' کس بات پر؟''

'' تم لوگ خوف زدہ نہیں ہو؟''

'' اوہ ہاں ! ہم میں بس یہی بات بری ہے ... بلاوجہ خوفزدہ نہیں ہوتے ... ہاں تم کہتے ہو تو ہو جاتے ہیں ... چلو بھئی ... خوفزدہ ہو جاؤ اور انکل ... آپ دونوں بھی خوفزدہ ہو جائیں۔''

'' تم کہتے ہو تو ہو جاتے ہیں خوفزدہ ہمارا کیا جاتا ہے۔'' خان رحمان نے بے فکری کے انداز میں کہا اور پھر ان کے چہروں پر خوف پھیل گیا۔

'' دیکھ لو اب تو ہم پوری طرح خوفزدہ نظر آرہے ہیں۔''

''بالکل نظر آرہے ہیں، اندر چلو۔''ان میں سے ایک نے غرا کر کہا۔

اب وہ ان کے آگے چلتے ہوئے اندر آگئے ... وہاں ایک بہت کھلا صحن تھا... صحن میں ایک میز کے گرد کرسیاں بچھی تھیں ... انہیں ان پر بٹھا دیا گیا:

''پہلے تو ہمیں ان کی کار کا کچھ کرنا چاہیے ... ان میں سے کسی کی جیب میں کار کی چابیاں ہوں گی اور ظاہر ہے، ان میں سے جو بڑے ہیں، ان

کی جیب میں ہوں گی ۔"

خان رحمان کی جیب سے چابیاں نکال لیں گئیں ... ان میں سے ایک نے کسی سے فون پر بات کی ... اسے کار کے بارے میں بتایا گیا ... اسی وقت فون پر ہی کار کا سودا ہوگیا ... اور دوسری طرف سے کہا گیا ... ہم کار لینے کے لیے آ رہے ہیں ... رقم ساتھ لائیں گے ... سارے معاملات تیار رکھیں ... تاکہ ہمیں وہاں سے رفو چکر ہونے میں دیر نہ لگے ...

وہ یہ باتیں سن کر حیرت زدہ رہ گئے ... ایسے چور اچکے وہ پہلی بار دیکھ رہے تھے ... ان کے دیکھتے ہی دیکھتے کار لینے والے آگئے ... ان میں سے ایک باہر گیا اور چابی دے کر رقم کا ایک بریف کیس لے آیا ... یہ دیکھ کر محمود نے کہا۔ "لیجیے انکل ... آپ کی کار گئی ۔"

"نن نہیں ... ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

"کار کیا ... ابھی تو جانیں بھی جائیں گی ۔"

"یہ کیا بات ہوئی، تم نے ہمیں لوٹ لیا، اب بس کرو، جانے دو ۔"

"جانے کیسے دیں ... اس طرح تو تم ہمیں گرفتار کرا دو گے ۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں گرفتار نہیں کروائیں گے ... ہاں اگر تم خود ۔" فاروق کہتے کہتے رک گیا ۔

"خود کیا ۔"

"گرفتاری دے دو تو اور بات ہے ۔"

"ہمارا دماغ چل گیا ہے کہ ہم گرفتاری دیں ۔"

"لیکن آپ ہمیں تو جانے دو ... اب باہر ہمارے ساتھی آنے والے ہیں ... وہ باہر ہماری گاڑی نہیں پائیں گے اور ہمیں بھی نہیں پائیں گے تو پریشان ہو جائیں گے لہٰذا اس سے پہلے کہ وہ آئیں تم ہمیں باہر نکال دو ۔"

"باہر نہیں ... اس دنیا سے ۔" ایک نے ہنس کر کہا ۔

آخر انہوں نے ان کے نشانے لے لیے ...

"ایک ساتھ ساری گولیاں ان کے جسموں میں ۔" ایک نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے لیکن یہاں کیوں ... کنویں کے کنارے کیوں نہیں ... ان کی لاشیں گھسیٹنے پھرنے کی کیا ضرورت ہے ... وہیں لے چلو انہیں ۔"

"اوہ ... تو یہاں کنواں بھی ہے ۔"

"ہاں تو اور کیا ہے ۔"

"چلو بھئی ان کا کنواں بھی دیکھ لیں ۔" فاروق نے مردہ آواز میں کہا۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں ... اب قیامت تک تمہیں اسی کنوئیں میں رہنا ہے ... تم کو نہیں تمہاری روحوں کو ... ۔" وہ چاروں ہنسے ۔

عین اسی لمحے باہر گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی دی ... اور یہ آواز تھی اکرام کی گاڑی کے ہارن کی ...

☆☆☆☆☆

روزِ حساب

انہوں نے فوراً ایک دوسرے کی طرف دیکھا ... پھر محمود نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اب تم کیا کرو گے ، باہر ہمارے ساتھی آ گئے ہیں ... انہی کا انتظار کرنے کے لیے ہم تمہارے ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھے تھے۔''

''ہم ان سے کہہ دیں گے ... تم لوگ تو کب کے جا چکے ہو۔''

''وہ اس بات پر یقین نہیں کریں گے کیونکہ ہم نے انہیں خود یہاں بلایا ہے لہٰذا ملاقات ہونے کے بعد ہی ہم لوگ یہاں سے جا سکتے ہیں اس سے پہلے نہیں۔''

''ہم کہہ دیں گے کہ ان لوگوں کو فوری ضرورت پیش آ گئی تھی۔''

''اور اگر انہوں نے کہا کہ ہمیں عمارت اندر سے دکھائیں کیونکہ انہیں شک ہے ، ان کے ساتھی یہیں ہیں تو آپ کیا کریں گے۔''

''ہم انہیں لے آئیں گے اور عمارت اندر سے چیک کروا دیں گے۔''

''کیا واقعی۔''

''بالکل واقعی۔''

''اور اس طرح ہمارے ساتھی ہم تک نہیں پہنچ جائیں گے ... پھر تمہارا مقام کہاں ہوگا ، ظاہر ہے جیل میں ہوگا۔''

''جیل میں کیوں ، جیل کے علاوہ بھی اور بہت سے مقامات ہیں۔''

ان میں سے ایک نے ہنس کر کہا۔

''ٹھیک ہے ، اب تم جو کرو گے ، اس کی ذمے داری تم پر ہوگی۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''ہم نے کب یہ کہا ہے کہ اس کی ذمے داری تم لوگوں پر ہوگی۔''

ایسے میں اس کوٹھی کے دروازے پر زبردست دستک ہوئی ...

''جاؤ ... اب بات کرو جا کر۔''

''پھر بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا ... جاؤ عاشق باہر والوں کو ٹرخا آؤ۔''

''جی اچھا ، ان لوگوں کو ٹرخانا کیا مشکل ہے بھلا ... ابھی چلتے پھرتے نظر آئیں گے۔'' عاشق نے ہنس کر کہا۔

''بالکل ٹھیک۔''

اور پھر وہ بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا ... دروازہ کھولا تو باہر پولیس نظر آئی: ''جی جناب ...'' اس نے فوراً کہا۔

''یہاں کچھ لوگ اپنی گاڑی پر آئے تھے ... انہوں نے بتایا تھا کہ ہم لوگ اس پرانے مکان کے دائیں طرف والی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں ... لہٰذا آپ ان لوگوں کو باہر بھیج دیں۔''

''وہ تو کافی دیر ہوئی ، یہاں سے اپنی گاڑی میں جا چکے ہیں۔'' عاشق نے کہا۔

''اوہو اچھا ، لیکن انہوں نے تو بتایا تھا کہ وہ ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔''

''یہ تو پھر آپ انہی سے پوچھیے۔'' اس نے منہ بنایا۔

"لیکن میں تو تمہارے پیچھے بھی کچھ دیکھ رہا ہوں۔" اکرام نے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ بوکھلا کر مڑا۔ ساتھ ہی اکرام نے اسے زوردار دھکا دیا... وہ اوندھے منہ گرا... اس کے ماتحتوں نے فوراً اسے قابو کر لیا اور پولیس گاڑی کی طرف لے گئے... ساتھ ہی اکرام اپنے ماتحتوں کے ساتھ اندر داخل ہوا... اور سیدھا اندر کی طرف چلا آیا... یہاں تک کہ سب وہاں پہنچ گئے... جہاں محمود وغیرہ موجود تھے:

"ہائیں میں نے تو سنا تھا تم لوگ کافی دیر پہلے یہاں سے جا چکے ہو۔"

"یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی انکل۔" فاروق نے چہک کر کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے... ان لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔"

"یہ لوگ ہمیں ٹھگنے کے چکر میں تھے۔"

"اوہ اچھا... ٹھگ لو بھئی ٹھگ لو... کوئی حرج نہیں... ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" اکرام نے فوراً کہا۔

"کک... کیا کہہ رہے ہو جناب۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تم سب کی اس وقت تک کی گفتگو سنی جا چکی ہے... بلکہ ریکارڈ بھی ہو چکی ہے کیونکہ ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے بعد انہوں نے موبائل پر مجھ سے رابطہ قائم کر لیا تھا... موبائل اگرچہ جیب میں تھا... لیکن ڈرائنگ روم میں ہونے والی بات ہم صاف سن رہے تھے... مطلب یہ کہ تمہارا روز حساب آ چکا... تم نے بہت لوٹ مار کر لی... اب تمہارے ساتھ مارم مار ہو گی... تم ایک ایک بات اگلو گے... کب سے یہاں لوٹ مار کا بازار

گرم کر رکھا ہے تم نے... یہ پرانا مکان کس کا ہے۔"

"اور انکل... ڈرائنگ روم کی کرسیاں سونے کی ہیں... ان سے پوچھنا ہے... یہ اتنا سونا کہاں سے لے آئے... کہیں یہ وادی سبران سے تو نہیں لے آئے۔" محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

"فکر نہ کرو... ان سے سارا حساب کتاب لیا جائے گا... ان لوگوں کو ہتھکڑیاں لگا دو بھئی۔"

"انسپکٹر صاحب! ایسی بھی کیا جلدی ہے... بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں، وہ کون سا مسئلہ ہے جو آپس میں طے نہیں کیا جا سکتا۔"

"اچھی بات ہے، تم کہتے ہو تو ہم بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں... یہ لو بیٹھ گئے... اب کہو... کیا کہنا ہے۔"

وہ صحن میں میز کے گرد رکھی گئی کرسیوں پر بیٹھ گئے...

"سودا کر لیں... بولیے کیا لیں گے خاموشی اختیار کرنے کا... آپ یہاں سے چپ چاپ چلے جائیں... اپنا معاوضہ لے لیں... ہر ماہ بھی ہم آپ کی خدمت کریں گے۔"

"خوب! آپ تو بہت نیک آدمی ہیں۔" اکرام نے خوش ہو کر کہا۔

"شکریہ!" وہ مسکرایا۔

"کیا نام ہے آپ کا۔" اکرام نے پوچھا۔

"میرا نام اشعر چوہدری ہے... یہ سب میرے ماتحت ہیں۔"

"یہ تو ہوا نام... اب اپنے کام کے بارے میں بھی بتا دیں۔"

''کام تو آپ نے دیکھ ہی لیا ہے ... بس لوٹ مار ہی اپنا کام ہے۔''

''اور یہ کام کب سے جاری ہے۔''

''برسہا برس سے ... خوب مال کمایا۔''

''لیکن اس ڈرائنگ روم کی کرسیاں سونے کی کیسے ہیں ... یہ آپ نے کیسے بنوا لیں ... بنانے والے کاریگر نے اس راز کو راز کیسے رکھ لیا؟''

''آپ کو اس سے کیا لینا ... آپ آم کھائیں پیڑ نہ گنیں ... ہم آپ کو نصف دولت دینے کے لیے تیار ہیں، وہ اتنی ہوگی کہ آپ کی آئندہ نسلیں بھی خرچ کرتی رہیں گی ... دولت ختم نہیں ہوگی۔''

''نہیں بھئی ... پہلے سونے کی کرسیوں پر بات کرلی جائے۔''

''میں نے کہا نا ... سونے کی کرسیوں کی بات جانے دیں۔''

''توبہ کریں جی۔'' اکرام مسکرایا۔

''کیا مطلب ... توبہ کریں ...''

''مطلب یہ کہ سونے کی کرسیوں کی بات پہلے ہوگی۔''

''یہ کرسیاں سونے کی نہیں ہیں ... پیتل کی ہیں ... اور سونے کا خول ہے۔'' اس نے تنگ آکر کہا۔

''یہی ہم جاننا چاہتے ہیں ... ایسا خول کس نے بنایا تھا۔''

''آپ تو بس ایک بات کے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں ... آپ دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ کر لے جائیں اور سوال نہ کریں۔''

''جبکہ ہم چاہتے ہیں، تم جواب دو اور دولت اپنے پاس رکھو۔'' فاروق

نے برا سامنہ بنایا۔

''ہمیں یہ کرسیاں ڈرائنگ روم میں اسی طرح ملی تھیں۔'' اشہر چوہدری نے بھنا کر کہا۔

''تمہارا مطلب ہے، تم نے جب یہ کوٹھی خریدی تو اس کے ڈرائنگ روم میں یہ کرسیاں اسی حالت میں ملی تھیں۔''

''آپ بالکل درست سمجھے۔''

''لیکن یہ بات حلق سے کیسے اترے گی۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''کون سی بات ہے؟''

''یہ کہ کوئی اپنی کوٹھی فروخت کرے اور ساتھ میں سونے کی کرسیاں مفت میں دے ڈالے۔'' فاروق نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

''انہیں معلوم نہیں ہوگا کہ یہ کرسیاں سونے کی ہیں۔''

''اور تم کو یہ بات معلوم تھی، میرا مطلب ہے ... معلوم ہے۔''

''اب تو خیر مجھے بھی معلوم ہے۔'' اس نے فوراً کہا۔

''مطلب یہ کہ پہلے یہ بات معلوم نہیں تھی۔''

''ہاں! یہی بات ہے ... ہمیں پہلے یہ بات معلوم نہیں تھی۔''

''لیکن ابھی تم نے کہا کہ یہ کرسیاں پیتل کی ہیں، خول سونے کا ہے۔''

اس کو سانپ سونگھ گیا ... منہ سے ایک لفظ بھی نکل نہ سکا۔

''خوب ہم اس پوری کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔''

''لے لیں اب کیا چھپانا ... سب آپ کے سامنے ہے ... آپ سے تو

صرف یہ کہنا ہے کہ آپ لوگ ہم سے سودا کرلیں ورنہ آپ کو تو صرف شاباش ملے گی اور کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"یہ بات خیر آپ نے درست کہی ۔" اکرام مسکرایا۔

"کون سی بات ؟"

"یہ کہ آپ کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔"

وہ اکرام کو گھور کر رہ گیا...

"تو پھر ہم تلاشی شروع کر رہے ہیں ، تم چاہو تو ہمارے ساتھ رہو ۔"

"کوئی ضرورت نہیں ... ہم یہیں بیٹھے ہیں ، ڈرائنگ روم میں ... آپ تلاشی لے لیں ... جو چاہے کرلیں ... جب فارغ ہو جائیں گے تو ہم آپ سے بات کرلیں گے ۔"

"اوکے ۔"

اور پھر انہوں نے کوٹھی کی تلاشی شروع کی ... کوٹھی سے انہیں جگہ جگہ سے جواہرات زیورات اور نہایت قیمتی چیزیں ملیں۔ پھر جب وہ واپس ڈرائنگ روم میں آئے تو وہ پانچوں غائب تھے...

"ارے ؟ یہ کہاں چلے گئے ۔"

"جائیں گے کہاں ، یہیں کہیں ہوں گے ، باہر تو چاروں طرف پولیس موجود ہے ۔" اکرام نے بے پروائی سے کہا۔

انہوں نے انہیں ادھر ادھر دیکھا ... باہر موجود اکرام کے ماتحتوں سے پوچھا ... انہوں نے بتایا : "وہ کوٹھی سے باہر نہیں نکلے ، اندر ہی ہیں ۔"

اب تو وہ فوراً دوڑ دوڑ کر انہیں دیکھنے لگے ... جب ہر طرف دیکھ چکے ... پوری کوٹھی کا جائزہ لے چکے تب اچانک انہیں محسوس ہوا ... وہ لوگ کوٹھی کے اندر ہی اندر کہیں غائب ہو چکے ہیں ۔

"کیا !!!" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

مارے حیرت کے ان کا برا حال ہو گیا ... ایک بار پھر انہوں نے پوری کوٹھی کی اچھی طرح تلاشی لے ڈالی ... لیکن ان لوگوں کا کہیں نام تک نہیں تھا اور باہر موجود اکرام کے ماتحتوں کا کہنا یہ تھا کہ وہ کسی بھی دروازے سے باہر نہیں نکلے اور نہ چھت کے راستے غائب ہوئے ہیں کیونکہ چند پولیس مین چھت پر بھی ڈیوٹی دیتے رہے ہیں ... ایسے میں خان رحمان کے فون کی گھنٹی بج اٹھی ... انہوں نے دیکھا ... فون ان کے والد کا تھا ... سلسلہ ملتے ہی انہوں نے کہا۔" خان رحمان ... یہاں کیا حالات ہیں ۔"

"جمشید ... شاید تم ہمارا مذاق اڑانا چاہتے ہو ۔"

"توبہ توبہ ! میں اور تمہارا مذاق اڑاؤں گا ۔"

"تم پوچھ رہے ہو نا ... کیا حالات ہیں ۔"

"یہ میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ مجھے حالات کا علم نہیں ۔"

"اوہ اچھا تب تو ٹھیک ہے ... یہاں کے حالات بہت پراسرار ہیں ۔"

"ہم تو یہاں مکان نمبر ۳۳۲ این اے کو چیک کرنے کے لیے آئے تھے ... لیکن یہاں ساتھ والی کوٹھی میں اس قدر حیرت انگیز حالات پیش آئے کہ کیا بتاؤں ۔"

''اوہو اچھا ... ذرا میں بھی تو سنوں ۔''

''لیکن کیوں جمشید ... زخمی کے بارے میں بتانے کے بعد تمہیں اسی طرف آنا تھا ... تو پھر تم آئے کیوں نہیں ۔''

''یہ ایک الگ کہانی ہے ۔''

''ہائیں تو کیا اس طرف بھی کوئی کہانی شروع ہو چکی ہے ۔''

''لیکن شاید اس کا تعلق اس کہانی سے نہیں ہے اور ہو بھی سکتا ہے ۔''

یہ کہہ کر وہ عجیب سے انداز میں ہنسے ۔

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں ... عام طور پر ہمارے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے ... بعد میں دونوں معاملے ایک ہی جگہ آ کر مل جاتے ہیں ۔''

''تعلق ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ۔''

''لیکن آپ بتائیں تو سہی ... ادھر آپ کی طرف ہوا کیا ہے ۔''

''میں نصیر جان کو سریان قاضی کے کلینک سے لے کر نکلا ... میں نے اسے جیپ میں پچھلی طرف بٹھا کر دروازہ بند کر دیا ... بلکہ لاک کر دیا ... کیونکہ اس کی دماغی حالت ٹھیک نہیں تھی ... راستے میں اچانک جیپ کے آگے ایک گاڑی آ گئی ... اور آئی تھی سامنے سے ... میری لاکھ کوشش کے باوجود میں جیپ کو اس سے ٹکرانے سے روک نہیں سکا ... دونوں گاڑیاں ٹکرا گئیں لیکن نقصان زیادہ نہیں ہوا ... میں بالکل محفوظ رہا اور سامنے سے آنے والی گاڑی کا مالک بھی محفوظ رہا ... ہم دونوں اپنی اپنی گاڑی کو سڑک کے کنارے پر لے آئے ... میں اس سے کوئی جھگڑا نہیں کرنا چاہتا تھا نہ اس

سے نقصان کا مطالبہ کرنا چاہتا تھا ... لیکن وہ اس بات پر اٹل ہو گیا کہ میری وجہ سے اس کی گاڑی کا نقصان ہوا ہے ... اس لیے میں نے اس سے کہا ... ٹھیک ہے ... آپ کے خیال میں آپ کا جو نقصان ہوا ہے ... آپ وہ لے لیں لیکن وہ اس طرح لینے کے لیے تیار نہیں تھا ... اس کا کہنا تھا پولیس اسٹیشن چلنا ہوگا ... آخر میں اس کے ساتھ اس علاقے کے پولیس اسٹیشن چلا گیا ... انسپکٹر صاحب مجھے بخوبی جانتے تھے ... وہ جس انداز سے پیش آئے ... اس سے گاڑی والا حیرت زدہ رہ گیا ... اس نے کہا۔

''لگتا ہے ، آپ کوئی بڑے پولیس آفیسر ہیں پھر بھی آپ مجھ سے اس قدر نرمی سے پیش آ رہے تھے اور ہر طرح سے نقصان بھی پورا کرنا چاہ رہے تھے ... ایک میں ہوں جو مان کر نہیں دے رہا تھا حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ غلطی میری تھی ... اب میں اجازت چاہتا ہوں ... اس پر میں نے اس سے کہا، آپ اس طرح نہیں جا سکتے ... نقصان کی رقم تو آپ کو لینی ہی ہوگی ... میرے بہت مجبور کرنے پر اس نے رقم لی اور رخصت ہو گیا ... میں اپنی جیپ میں بیٹھا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا ... گھر پہنچ کر میں جیپ کے پچھلے حصے کی طرف آیا تو ایک نئی حیرت کا سامنا کرنا پڑا ... نصیر جان اندر نہیں تھا ، گاڑی کا تالا کھلا ہوا تھا۔''

''اوہ ... تب پھر آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اس معاملے کا تعلق آپ کے والے معاملے سے نہیں ... ان لوگوں نے اس طرح چکر چلا کر اپنا آدمی اڑا لیا۔''

''جس آدمی سے میری جیپ ٹکرائی تھی ... اس کی گاڑی کا نمبر، نام پتا تھانے میں موجود ہے... اگر سازش تھی تو ہم اسے پکڑ سکتے ہیں ... لہٰذا جلد ثابت ہو جائے گا کہ اس معاملے کا تعلق اس سے ہے یا نہیں ... اور میں اس وقت اس شخص سے ملنے کے لیے جا رہا ہوں۔''

''اوہ ... اوہ۔''

''یہ تم نے دو مرتبہ اوہ کیوں کہا۔''

''ایک سرائے سے شروع ہونے والا چکر کہاں پہنچ گیا... اس طرف بھی تو حالات کم پراسرار نہیں ہیں۔''

''اچھا میں پھر بات کروں گا... کیونکہ میں اس شخص کے گھر کے پاس ...ارے یہ کیا...''

ان کے منہ سے اچانک نکلا اور موبائل بند ہو گیا...

☆☆☆☆☆

راستہ

''ارے! یہ کیا ہوا ... فون اچانک بند ہو گیا۔'' مارے حیرت کے محمود کے منہ سے نکلا۔

''پتا نہیں ... ادھر کیا ہوا ہے ... خیر ... ابا جان دیکھ ہی لیں گے... ہمیں تو اس طرف سے اس معاملے کو دیکھنا ہے ... اس مکان میں جو لوگ تھے غائب ہو چکے ہیں ... جب کہ باہر چاروں طرف انکل اکرام کے ماتحت موجود ہیں، اس کا مطلب ہے، اس مکان میں کوئی خفیہ راستہ موجود ہے... وہ لوگ اس راستے سے غائب ہوئے ہیں۔'' محمود کہتا چلا گیا...

''کمال ہے ... آخر یہ ہوا کیا ہے۔'' اکرام کے منہ سے نکلا۔

''یہی ہم سوچ رہے ہیں آخر یہ ہو کیا رہا ہے ... اب پہلے تو وہ خفیہ راستہ تلاش کرنا ہے۔''

''ان شاء اللہ ... ہم تلاش کر لیں گے۔''

انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا ... ظاہر ہے، وہ خفیہ راستے تلاش کرنے کے ماہر تھے لہٰذا انہیں زیادہ دیر نہ لگی اور راستہ ان کے سامنے تھا... لیکن یہ راستہ سرنگ نما تھا گویا کسی دوسرے مکان میں جا رہا تھا... اچانک انہیں یاد آیا ... وہ تو وہاں اس پرانے مکان کی طرف آئے تھے..

اس کے دروازے پر بڑا سا تالا دیکھ کر وہ اس گھر کی طرف متوجہ ہوئے تھے ... انہوں نے اکرام کو بلایا تھا تاکہ تالا توڑا جا سکے اور انتظار کرنے کے لیے اس کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے تھے کہ وہاں سونے کی کرسیاں نظر آ گئی تھیں ...

''گویا اب ہمیں اس سرنگ میں جانا ہو گا۔''

''میرے خیال میں یہ خطرہ مول لینا نہیں چاہیے ... دوسری طرف موجود شخص اچانک ہم پر فائرنگ کر سکتا ہے کیونکہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں... اس طرح ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے... جب کہ ہم محفوظ طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک، پروفیسر انکل محفوظ طریقہ اختیار کرنے کے ماہر ہیں۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

انہوں نے سر ہلا دیا ... پھر اس سرنگ میں ایک ننھی سی گیند لڑھکا دی ... جلد ہی اس کے پھٹنے کی آواز سنائی دی ...

چند منٹ بعد وہ گیس ماسک چڑھا کر اس سرنگ میں داخل ہوئے... وہ زیادہ لمبی نہیں تھی ... جلد ہی اس کا اختتام ایک کمرے میں ہو گیا ... انہوں نے دیکھا کمرہ خالی تھا ... وہ کمرے سے نکلے تو ایک صحن میں تھے، لیکن یہ اس کوٹھی کا نہیں تھا بلکہ کسی اور مکان کا تھا اور اس قدر پرانے مکان کا تھا کہ وہ فوراً سمجھ گئے ... ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''ارے! یہ تو اس مکان کا صحن ہے جس کا تالا ہم توڑنا چاہتے تھے۔''

''چلو اچھا ہوا بیچارہ تالا ٹوٹنے سے بچ گیا۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

محمود نے اسے گھور کر دیکھا پھر بولا۔

''لیکن وہ لوگ تو یہاں نہیں ہیں۔''

''وہ اس مکان کے کسی کمرے میں چھپے ہوئے ہیں ...سرنگ میں ہوتے تو ہمیں بے ہوش پڑے ملتے ...چونکہ نہیں ملے اس لیے ضرور کسی کمرے میں ہوں گے۔''

''اس کا مطلب ہے ابھی ان کی طرف سے خطرہ پیش آ سکتا ہے... ہمیں فوجی انداز میں آگے بڑھنا چاہیے۔'' فرزانہ نے جلدی جلدی کہا اور خان رحمان کی طرف دیکھا۔

انہوں نے سر ہلا دیئے اور انہیں ادھر ادھر چھپانے لگے ... اس طرح ایک ایک قدم کر کے آگے بڑھتے رہے ... مکان بہت بڑا تھا اور قلعہ نما تھا... انہوں نے ایک ایک کر کے تمام کمرے دیکھ ڈالے ... لیکن ان لوگوں میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا ...

''حیرت ہے ...کمال ہے یہ کہاں چلے گئے۔'' خان رحمان بڑبڑائے۔

''میرا خیال ہے ... ہمیں سرنگ کے راستے واپس چلنا چاہیے ... باہر نکل کر ہم پہلے اس تالے کو توڑتے ہیں... اس طرح یہ دونوں مکان ہی ہمارے قبضے میں ہوں گے۔'' محمود نے کہا۔

سب نے اس بات سے اتفاق کیا اور باہر نکل آئے۔ اوزاروں کی مدد سے وہ پرانے زمانے کا تالا توڑا گیا ... اس وقت تک بہت سے تماشائی

اردگرد جمع ہو چکے تھے لہٰذا انہیں مزید پولیس بلانا پڑی ... چاروں طرف پولیس مقرر کر کے انہوں نے ان دونوں عمارتوں کی اچھی طرح تلاشی لی... دونوں عمارتیں بالکل خالی پڑی تھیں وہاں کسی شخص کا نام و نشان نہیں تھا...

"حیرت ہے ... وہ کہاں جا چھپے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"کہیں آس پاس ہی۔" محمود نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"آس پاس۔" فاروق چونکا۔

"ہاں تو اور کیا... اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"اوہ ہاں یہی بات ہے ... وہ کہیں آس پاس کسی عمارت میں چھپے ہوئے ہیں ... ہمیں چاروں طرف گھیرا ڈالنا ہوگا ... تب کہیں جا کر تلاشی کا عمل پورا کر سکیں گے۔"

محمود نے اکرام کو آواز دی ... ساری بات اس کے سامنے رکھی... اس نے سر ہلا دیا اور مزید پولیس منگوا لی ... پھر اس نے اپنی نگرانی میں انہیں چاروں طرف مقرر کر دیا...

اس کے بعد باقاعدہ تلاشی کا آغاز ہوا ... اس سلسلے میں سب سے پہلے باری آئی بائیں طرف والے مکان کی ... محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی... اندر سے ایک شریف صورت آدمی باہر آیا ... جب وہ یہاں آئے تھے اور انہوں نے بائیں والوں کے دروازے پر دستک دی تھی تو اس وقت بھی یہی شخص باہر نکلا تھا ... اکرام نے اس سے پوچھا۔ "آپ کا نام جناب؟"

"نورالدین۔" اس نے کہا۔

"نورالدین صاحب! ہمیں آپ کے مکان کی تلاشی لینی ہے۔"

"کیا معاملہ ہے جناب خیر تو ہے ... چاروں طرف پولیس ہی پولیس نظر آ رہی ہے؟"

"آپ کے مکان کی تلاشی لینی ہے ... نہ صرف آپ کے بلکہ آس پاس کے تمام مکانات کی۔"

"لیکن کیوں ... ہوا کیا ہے۔"

"ابھی آپ کو یہ نہیں بتایا جا سکتا ہے ... آپ تلاشی دے دیں ... بعد میں آپ کو بتا دیا جائے گا کہ تلاشی کیوں لی گئی ہے۔"

"اچھی بات ہے ... آپ قانون کے محافظ ہیں ... میں کیا کہہ سکتا ہوں ... کیا میں اپنے گھر کے افراد کو ایک کمرے میں جمع کر لوں ... ہم اس کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیں گے پھر آپ تلاشی لے لیجیے گا... جب سارے مکان کی تلاشی لے لیں گے تو ہم اس کمرے سے کسی دوسرے کمرے میں چلے جائیں گے اور آپ اس کمرے کی تلاشی لے لیجیے گا۔"

"یہ بہترین ترکیب ہے ... آپ ایسا کر لیں۔"

وہ اسی طرح دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر چلا گیا... کچھ دیر بعد باہر آیا اور بولا: "آئیے ... تلاشی کے لیے مکان حاضر ہے ... ویسے آپ یہ بتا دیتے تو اچھا تھا کہ یہ تلاشی کس سلسلے میں لی جا رہی ہے۔" اس نے کہا۔

"آس پاس کے کسی مکان میں چند جرائم پیشہ چھپے ہوئے ہیں، ہمیں بس ان کی تلاش ہے۔"

"اوہ اچھا! پھر تو آپ کو یہاں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں... اس لیے کہ یہاں کوئی نہیں آیا۔"

"یہ بات تو وہ پستول کے ذریعے بھی کہلوا سکتے ہیں... ہو سکتا ہے وہ لوگ اندر موجود ہوں اور انہوں نے آپ کو پستول کی زد پر لے رکھا ہو۔"

"ٹھیک ہے... آپ کی مرضی... آپ اپنا اطمینان کر لیں۔"

انہوں نے سارے مکان کی اچھی طرح تلاشی لی... پھر اس کمرے کی باری آئی... گھر کا مالک بھی ان سے بات کرنے کے بعد اسی کمرے میں چلا گیا تھا... محمود نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی اور کہا۔

"آپ لوگ اس کمرے سے کسی اور کمرے میں منتقل ہو جائیں... تاکہ ہم اس کمرے کی تلاشی لے سکیں۔"

اندر سے کوئی جواب نہ ملا... محمود نے پھر دستک دی، اب بھی کوئی جواب نہ ملا: "ارے! یہ کیا... اندر سے کوئی جواب ہی نہیں مل رہا۔" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"تب پھر اس کا مطلب ہے... مجرم لوگ اندر موجود ہیں اور ان لوگوں نے گھر کے افراد کو قابو میں کر رکھا ہے۔"

"اوہ... اوہ۔" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

ایک بار پھر خان رحمان نے زور سے دروازہ دھڑ دھڑایا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ "میرا خیال ہے، اندر کوئی نہیں ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔"

فرزانہ نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اپنا کان دروازے سے لگا دیا... چند لمحوں کے لیے اس نے سن گن لینے کی کوشش کی... پھر بولی۔

"اب تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ اندر کوئی نہیں ہے...۔"

"اچھی بات ہے۔"

اکرام کے ماتحتوں کے ذریعے دروازہ کھلوایا گیا، اندر کوئی نہیں تھا... اس سے پہلے کہ وہ اندر داخل ہوتے... محمود نے کہا۔

"ابھی ٹھہریں... پہلے ہم اندر سے انگلیوں کے نشانات اٹھوائیں گے... گھر کا مالک ہماری آنکھوں کے سامنے اس کمرے میں گیا تھا... اس کا مطلب ہے... اس نے باقی لوگوں کو پہلے ہی اس کمرے میں بھیج دیا تھا۔"

کمرے سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لیے گئے... اس کے بعد وہ اندر داخل ہوئے انہوں نے خفیہ راستہ جلد ہی تلاش کر لیا... یہ دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں بھی ایسی ہی ایک سرنگ تھی...

"اس کا مطلب ہے کہ بھائی نور الدین بھی اس سرنگ سے نکل گئے۔"

"یا الٰہی خیر... یہ کیا چکر ہے... یہ ہم بیٹھے بٹھائے کس مشکل میں پھنس گئے ہیں۔" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"اس مشکل اور الجھن میں ہم فاروق کی وجہ سے پھنسے ہیں۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"لیکن یہ بھی تو دیکھو... اس سے فائدہ کتنا ہوا ہے... ہماری حکومت کو ان گھروں سے کس قدر مال مل جائے گا۔"

"ہوں ... واقعی ... لیکن ابھی ہم نے پرانے مکان کا جائزہ نہیں لیا۔"

"ہاں واقعی اس کی تلاشی تو سب سے زیادہ ضروری ہے۔"

پرانا مکان ان کے لیے بھول بھلیاں ثابت ہوا ... اس کے کئی دروازے تھے ... ایک دروازہ دائیں طرف والے مکان میں کھلتا تھا تو ایک بائیں طرف والے مکان میں اور پچھلی طرف ایک کھلا میدان تھا ... اس میں خود رو جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں ... یہ جھاڑیاں بہت لمبی اور گھنی تھیں ... اس طرف مکان کے دو دروازے کھلتے تھے ... وہ پچھلے دروازے سے نکل کر ان جھاڑیوں میں آ گئے ...

"ہمیں یہیں رک کر ان جھاڑیوں کا جائزہ لینا ہوگا ... میرا خیال ہے ... وہ لوگ مکان سے نکل کر ان جھاڑیوں میں چھپ گئے تھے اور پھر موقع پا کر یہاں سے نکل گئے ... ان جھاڑیوں کے درمیان ضرور کوئی راستہ ہے اور وہ راستہ اس طرح نظر نہیں آئے گا کیونکہ جھاڑیاں بہت گھنی ہیں ... فاروق تم ایک کام کرو ..." محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں کہو۔" اس نے منہ بنایا۔

"پرانے مکان کی چھت پر چڑھ جاؤ ... وہاں سے تمہیں جھاڑیوں میں چھپا، وہ راستہ نظر آ جائے گا۔"

"اوہ ... اوہ۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"اوہ اوہ کیا ..." فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"میرا مطلب ہے اس بات کا واضح امکان موجود ہے اور میں ایسا

کروں گا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

وہ مسکرا دیئے ... فاروق مکان کی جانب چل پڑا ...

اسی وقت محمود کے موبائل فون کی گھنٹی بجی ...

اس نے دیکھا ... فون اس کے والد کا تھا ... وہ چونک اٹھا۔

انسپکٹر جمشید سے بات کر کے اس نے فون بند کیا اور فاروق کی طرف مڑا ... جو قلعے نما مکان کے گیٹ میں داخل ہونے ہی والا تھا ...

"فاروق ... رک جاؤ ... اباجان آ رہے ہیں ... اب جو کچھ بھی کریں گے ان کی آمد کے بعد کریں گے۔"

☆☆☆☆☆

قلعہ نما مکان

انسپکٹر جمشید نے دیکھا ... اس شخص کے گھر کے سامنے بہت سے لوگ جمع تھے ... ان کی پیشانی پر لکیریں ابھر آئیں ... ان کا دل دھڑکا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھے ... جیپ سے اترتے ہوئے انہوں نے ایک شخص سے پوچھا: ''یہاں کیا ہوا ہے ... لوگ کیوں جمع ہیں۔''

سرکاری جیپ دیکھ کر وہ سہم گیا ... اس نے خوف کے عالم میں کہا:

'' اس گھر میں جو شخص رہتا ہے اس کو کسی نے قتل کر دیا ہے ، اندر اس کی لاش پڑی ہے اور خون ابل رہا ہے ، یہ واقعہ چند لمحے پہلے کا ہے۔''

''اوہ۔'' وہ دھک سے رہ گئے۔

پھر آگے بڑھے ... انہوں نے اندر جھانکا ... وہ شخص گھر کے صحن میں الٹا پڑا تھا ... اور خون واقعی اس کی کمر سے نکل رہا تھا ... ان کا جی بھر آیا ... آنکھوں میں آنسو آ گئے ... پھر انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

'' آپ لوگوں نے کسی چیز کو چھوا تو نہیں۔''

ان کے جملے سے وہ سہم گئے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں اور ان کا تعلق پولیس کے کسی محکمے سے ہے لہٰذا وہ مکان سے قدرے فاصلے پر ہو گئے...

اب انہوں نے اکرام کے ایک ماتحت کو فون کیا ... کیونکہ اکرام تو محمود

، فاروق اور فرزانہ کی طرف تھا ... جلد ہی ماتحت وہاں پہنچ گیا ... انہوں نے اپنی کارروائی شروع کر دی ... انہوں نے ساتھ والے مکان ہی کے ڈرائنگ روم میں اپنا عارضی دفتر قائم کر لیا اور اسی پڑوسی سے مقتول کا نام پوچھا ... حالانکہ وہ پولیس اسٹیشن میں ملاقات کے دوران اس کے نام سے پہلے ہی واقف ہو چکے تھے۔'' بھلا اس شخص کا کیا نام تھا۔''

''جی زمرد شاہ۔''

'' کیا یہ یہاں اکیلا رہتا تھا۔''

'' جی ہاں ! ہم نے اس کے ساتھ کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔''

''اور یہ مکان۔''

''کرائے کا ہے۔''

''لیکن اسے تو میں نے ایک گاڑی میں دیکھا تھا ... وہ گاڑی بھی یہاں نظر نہیں آ رہی۔''

''جی ہاں کبھی کبھی یہ گاڑی میں آتا تھا ... شاید کسی کی گاڑی چلاتا تھا ... کیونکہ وہ تو خود کرائے کے مکان میں رہتا تھا، وہ گاڑی اس کی تو ہو ہی نہیں سکتی۔'' اس نے کہا۔

'' وہ تو خیر ہم پتا کر لیں گے کیونکہ گاڑی کا نمبر ہمارے پاس ہے۔''

اس کے بعد انہوں نے چند اور پڑوسیوں سے اس کے بارے میں معلوم کیا ، لیکن اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ ہو سکا ... آخر کارروائی مکمل ہونے کے بعد انہوں نے لاش کا معائنہ کیا ... اس کی کمر میں خنجر مارا گیا تھا اور غالباً

وہ اس وار سے بالکل بے خبر رہا تھا یعنی خنجر مارنے والے سے اسے کوئی خطرہ نہیں تھا ... خنجر مارتے ہی حملہ آور غائب ہو گیا اور ادھر وہ وہاں پہنچ گئے ... اس سے ظاہر تھا ... کچھ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ وہ اس سے پوچھ گچھ کریں ... اب انہیں محسوس ہوا کہ یہ سارا چکر زخمی کو غائب کرنے کے سلسلے میں تھا ... سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کیوں ... اس زخمی کی ایسی کیا اہمیت ہے اور اگر وہ ان کے پاس رہ جاتا تو ان لوگوں کو کیا نقصان ہو جاتا... ان سوالات کے جوابات نے کیس کو اب اور زیادہ اہم بنا دیا تھا اور وہ قدرے پریشانی بھی محسوس کر رہے تھے۔

.. آخر لاش اٹھوا لی گئی ... اب انہوں نے سوچا، اس مکان کو بھی چیک کر ہی لیا جائے ... دائیں بائیں والوں سے انہوں نے یہ بھی پوچھا۔ ''اس مکان کا مالک کون ہے؟''

''وہ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر رہتا تھا۔''

''کوئی صاحب مہربانی کریں اور اسے بلا کر لے آئیں۔''

''جی میں جاتا ہوں۔'' ایک نے کہا۔

''ایسے نہیں۔'' وہ بول اٹھے۔

''جی کیا مطلب؟''

''پولیس مین آپ کے ساتھ جائے گا ... میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔''

''جی ... خطرہ۔'' وہ گھبرا گیا۔

''آپ کے لیے نہیں ... مالک مکان کے لیے۔''

''اوہ۔''

''آپ ان کے ساتھ چلے جائیں اور اس مالک مکان کو لے آئیں۔''

''بہت بہتر سر!''

جلد ہی وہ ایک دبلے پتلے تنک منک سے آدمی کو ساتھ لے آئے ... وہ بے چارہ تھر تھر کانپ رہا تھا ...

''صاحب جی ... مم ... میرا کوئی قصور نہیں ہے ... اس معاملے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''میں جانتا ہوں ... آپ کو تو صرف اس لیے بلایا ہے کہ آپ سے چند معلومات لینی ہیں... اس شخص نے کب مکان کرائے پر لیا تھا۔''

''تقریباً چھ ماہ پہلے ... میں نے دروازے پر لکھ کر لگا رکھا تھا ... مکان کرائے کے لیے خالی ہے ... بس یہ آیا تو میں نے اسے دے دیا۔''

''کیا نام بتایا تھا اس نے۔''

''زمرد شاہ۔''

''گویا نام تو اس کا یہی تھا ... خیر آپ پریشان نہ ہوں... آپ کو کوئی کچھ نہیں کہہ رہا ... آپ دروازے پر کرائے کی تختی پھر سے لگا لیں۔''

''اب اسے کون کرائے پر لے گا جناب، قتل کی واردات ہو چکی ہے اس میں۔''

''اوہ ... لیکن ابھی کچھ مدت گزرنے پر کوئی نہ کوئی لے لے گا۔''

''جی ... جی ہاں۔''

اور پھر انہوں نے مکان کا اندر سے جائزہ لیا ... لیکن وہاں سے کچھ بھی نہ مل سکا ... انگلیوں کے نشانات البتہ انہوں نے اٹھوا لیے ... جس خنجر سے وار کیا گیا تھا وہ بھی وہاں نہیں ملا تھا ... جس کا مطلب تھا کہ قاتل خنجر ساتھ لے گیا تھا ... اب وہ واپس اسی پولیس اسٹیشن تک آئے ... جہاں آنے کے بعد زخمی غائب ہوا تھا ... وہاں سے گاڑی کا نمبر لے کر وہ اپنے دفتر آگئے ... محمد حسین آزاد کو وہ نمبر دیا اور بولے۔

'' اس گاڑی کا پتا چلانا ہے ... کس کی ہے، کہاں کی ہے، سراغ لگ جائے تو اس آدمی کو فوراً گرفتار کرنا ہوگا۔''

'' جی اچھا، نام پتا تو ابھی معلوم ہو جاتا ہے، رجسٹریشن آفس سے۔''

'' ٹھیک ہے۔''

ایک گھنٹے بعد انہیں بتایا گیا ... اس گاڑی کی نمبر پلیٹ جعلی تھی ... لہٰذا گاڑی کا کوئی سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔

''اوہ۔'' وہ دھک سے رہ گئے۔

مجرم نے انہیں قدم قدم پر شکست دی تھی اور جو چاہا تھا کیا تھا ... جب کہ وہ اس کیس میں اب تک بری طرح ناکام رہے تھے ... انہوں نے سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا ... ایسے میں انہیں دوسری پارٹی کا خیال آیا ... انہوں نے محمود کے نمبر ملائے ... دوسری طرف سے محمود کی آواز سنائی دی ... ''السلام علیکم ابا جان۔''

'' وعلیکم السلام ... ہاں بھئی ... کیا حالات ہیں۔''

''حالات بہت پراسرار ہیں ... انوکھے ہیں اور سمجھ میں نہ آنے والے بھی ... آپ اپنی طرف کی سنائیں۔''

''ادھر کی رپورٹ بھی یہی ہے۔'' انہوں نے ہنس کر کہا۔

'' جی ... کیا مطلب۔''

'' مطلب یہ کہ حالات پراسرار ہیں، انوکھے ہیں، سمجھ میں نہ آنے والے ہیں اور میری طرف تو ایک عدد قتل بھی ہو چکا ہے اور وہ زخمی بھی غائب ہو چکا ہے۔''

'' جی ... جی ہاں زخمی کے بارے میں تو آپ نے بتایا تھا ...''

''جس شخص نے اسے غائب کرنے کے سلسلے میں میری جیپ کو ٹکر ماری تھی ... اسے اس کے کرائے کے گھر میں قتل کر دیا گیا ... جس گاڑی سے اس نے ٹکر ماری تھی، اس کی نمبر پلیٹ جعلی تھی لہٰذا اس گاڑی کا بھی سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔''

'' اوہ ... اوہ۔'' محمود کے منہ سے نکلا۔ پھر وہ بولا:

'' اب ... پھر کیا پروگرام ہے۔''

''میرے پاس اس سلسلے میں کرنے کا کوئی کام نہیں رہ گیا لہٰذا میں تو یہی کر سکتا ہوں کہ تمہاری طرف آجاؤں اور پھر ہم سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور سوچیں گے کہ یہ کیا چکر ہے۔''

''بالکل ٹھیک آپ آجائیں کیونکہ یہاں بھی کچھ کم اسرار نہیں ہے۔''

''اوکے ... میرا انتظار کرو۔''

"جی بہتر ! آپ کا انتظار نہیں کریں گے تو کس کا کریں گے۔" محمود نے ہنس کر کہا۔انہوں نے بھی مسکرا کر فون بند کر دیا۔

ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ مکان نمبر این اے ۳۴۳ کے سامنے گاڑی سے اترے اور باقی لوگ گرمجوشی سے ان کی طرف بڑھ رہے تھے...

"تو یہ ہے وہ قلعہ نما مکان اور یہ ہیں دائیں بائیں والے مکانات۔" انہوں نے بغور ان تینوں کو دیکھا۔

"جی ہاں ابا جان ... لیکن ان سب سے عجیب بات یہ ہے کہ دائیں طرف والے مکان کی کرسیاں سونے کی ہیں ... آخر ان لوگوں کے پاس اتنا سونا کہاں سے آیا۔"

"سوال تو یہ اہم ہے اور جواب کی تلاش محنت طلب بھی۔"

"تو پھر کیا خیال ہے ... پہلے دائیں طرف والے مکان کو دیکھ لیں۔"

"آئیے۔"

وہ اس مکان میں داخل ہوئے ... ڈرائنگ روم والی کرسیوں کا جائزہ لیا گیا ... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔" یہ سونا آج کے دور کا نہیں ہے ... پرانے زمانے کا ہے اور اس کا مطلب ہے ، اس مکان میں یہ کرسیاں پرانے یعنی قلعہ نما مکان سے لائی گئی ہیں۔"

"جی ہاں ! یہ خیال ہمیں آیا تھا ... سوال یہ ہے کہ پرانے مکان میں ایسی کرسیاں کہاں سے آئیں۔"

"پہلے ہم اس مکان کو دیکھیں گے ... اس کی سرنگ کو دیکھیں گے ...

پھر بائیں طرف والے مکان کو چیک کریں گے ، اس کے بعد قلعہ نما مکان کی باری آئے گی۔"

"جیسے آپ کی مرضی ... ہم تو دیکھ ہی چکے ہیں۔"

"تب پھر بتاؤ ... کس نتیجے پر پہنچے ہو۔"

"اس نتیجے پر کہ یہ قلعہ نما مکان کسی زمانے میں ڈاکو قسم کے لوگوں کے پاس تھا ... وہ اس میں رہتے تھے اور راتوں کو ڈاکے ڈالتے تھے ... پھر مال لا کر اس قلعہ نما مکان میں جمع کرتے تھے ... پھر یا تو وہ گرفتار ہو گئے یا ادھر ادھر کہیں الجھ گئے ... اور یہ قلعہ نما مکان یونہی بند پڑا رہ گیا ... مدت بعد وہ لوگ رہا ہوئے ... یا کہیں سے واپس لوٹے ... جیسے ہمارا ملک جب آزاد ہوا تھا ... تو یہاں آباد لوگ اپنے ملک چلے گئے تھے ... یعنی ہندو اور مسلمان اس طرف آ گئے تھے ... اب ان لوگوں کو فکر یہ تھی کہ انہوں نے تو اس قلعہ نما مکان میں بہت دولت جمع کر رکھی تھی ... وہ کیسے حاصل کی جائے ... انہیں اور تو کوئی بات نہ سوجھی ... دائیں بائیں والے یہ دونوں مکان خرید لیے ... اور پھر اندر ہی اندر ان تینوں میں راستہ بنا لیا گیا ... تاکہ وہ اندر ہی اندر رہ کر اپنا خزانہ حاصل کر سکیں ... اس طرح قلعہ نما مکان سے دولت کے انبار ان دونوں مکانوں میں منتقل کیے جا سکیں ... یہی وجہ ہے کہ ہم ان دونوں مکانوں میں دولت ہی دولت دیکھ رہے ہیں ، یہاں تک کہ سونے کی کرسیاں بھی یہاں موجود ہیں۔"

"چلیے ! ہم نے مانا کہ ایسا ہی ہوا ہوگا ... کہانی آگے کیسے بڑھے

گی... سوچنا تو یہ ہے۔"

"ان لوگوں کو گرفتار کرنا ہوگا... اصل کہانی تو وہی سنائیں گے... ہم تو ابھی تک اندازوں پر ہیں... ہمارے اندازے غلط بھی ہو سکتے ہیں۔"

"اللہ ہمارے اندازوں پر رحم فرمائے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"آمین۔"

"لیکن ابا جان! یہ کہانی تو شروع ہوئی تھی اس سرائے سے... وہ زخمی جو غائب ہو چکا ہے... دراصل وہ اس سرائے میں موجود تھا اور ہمارے وہاں جانے سے پہلے سے موجود تھا۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے... اس سرائے پر ان لوگوں نے قبضہ کر رکھا تھا... ہمارے وہاں جانے کی وجہ سے ان کا قبضہ ختم ہو گیا... لیکن یہ سوال اب بھی اپنی جگہ پر موجود ہے کہ یہ لوگ ہیں کون؟"

"اس سوال کا جواب مل جائے تو یہ کیس ختم ہو جائے گا... اور مجرم ہماری گرفت میں ہوں گے... فی الحال ہم اس قلعہ نما مکان کا جائزہ لیں گے... دائیں اور بائیں طرف والے مکانات دونوں مکانوں میں کوئی خاص بات نہیں ہے... ہاں ان لوگوں کی انگلیوں کے نشانات ضرور ان دونوں سے مل جائیں گے اور ہمارے کام بھی آ سکتے ہیں... اور اکرام یہ کام پہلے ہی کر چکا ہو گا۔"

"یس سر۔" اس نے فوراً کہا۔

"بس تو آؤ... قلعہ نما مکان کی سیر کر لیں۔"

"ج... جی... یہ کیا کہہ دیا آپ نے... قلعہ نما مکان کی سیر... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔ عین اسی وقت انہوں نے فرزانہ کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار دیکھے۔

☆☆☆☆☆

وکیل

ان کی نظریں فرزانہ پر جم گئیں۔ آخر اس نے کہا۔ ''مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے اس وقت بھی نیچے کچھ لوگ موجود ہیں اور وہ آپس میں باتیں کر رہے ہیں، گویا انہیں اس کا ڈر نہیں کہ ان کی آواز سن لی جائے گی۔''

''اب ان بے چاروں کو کیا معلوم کہ ہمارے ساتھ تو فرزانہ موجود ہے ... جس کے کان دنیا کے انوکھے کان ہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

فرزانہ اسے گھور کر رہ گئی۔ ادھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔ ''اگر اس عمارت کے نیچے ابھی تک وہ یا ان میں سے کچھ موجود ہیں تو پھر تو یہ بات ہمارے لیے خوشی کی ہے کیونکہ ہم انہیں گرفتار کر سکتے ہیں ... ابھی تک ان لوگوں کی کامیابی ہی یہ ہے کہ ہم ان کا کوئی فرد ابھی تک گرفتار نہیں کر سکے۔''

''تو کوشش شروع کرتے ہیں۔'' محمود نے پر جوش انداز میں کہا۔

''کوشش شروع کرنے سے پہلے ہمیں اس علاقے کو پوری طرح گھیرے میں لینا ہوگا ... ان جھاڑیوں سے بھی آگے جا کر دائرہ بنانا ہوگا، پھر ان جھاڑیوں سے نکل کر کسی وقت مجرم ادھر نہیں جا سکیں گے۔''

انہوں نے اکرام کو یہ ہدایات دے دیں ... فوری طور پر اس پر عمل شروع ہو گیا ... ایک گھنٹے کے اندر پورے علاقے کے گرد گھیرا ڈالا جا چکا

تھا ... اس کے بعد سرنگوں کو چیک کیا گیا لیکن دونوں سرنگوں میں کوئی بھی چھپا ہوا نہ ملا ... اس کے بعد وہ ان جھاڑیوں کی طرف آئے ...

''فاروق تم اوپر چڑھو اور دیکھو ان جھاڑیوں میں کوئی چھپا ہوا ہے۔''

''جی اچھا ... پروفیسر انکل۔''

''ہاں فاروق۔''

''اپنی دوربین مجھے دے دیں۔''

''اوہ ہاں! اچھا خیال ہے ... دوربین سے ان جھاڑیوں کا زیادہ غور سے جائزہ لیا جا سکے گا۔''

فاروق دوربین لے کر اوپر چلا گیا ... باقی لوگ نیچے ہی رہ گئے ... اس نے بہت ہی اطمینان کے انداز میں ان کا جائزہ شروع کیا ... اس وقت ہوا بالکل ساکن تھی ... جھاڑیاں ذرا بھی نہیں ہل رہی تھی اور فاروق اسی چیز کو چیک کر رہا تھا کہ کہاں جھاڑیاں ہلتی نظر آئیں کیونکہ اگر ان میں کچھ لوگ چھپے ہوئے تھے تو وہ کچھ نہ کچھ حرکت ضرور کریں گے۔ اس کی دوربین آگے ہی آگے بڑھتی رہی، آخر ایک جگہ اسے حرکت کا احساس ہوا، اب سوال یہ تھا کہ وہ کیسے باقی لوگوں کو بتائے کہ کس جگہ ہل جل محسوس ہوئی ہے ... پہلے تو اس نے کچھ دیر اس جگہ پر نظریں جمائیں رکھیں ... پھر اس جگہ کی کوئی خاص بات نوٹ کرنے کی کوشش کی ... اب اس نے موبائل پر اپنے والد کو پیغام بھیجا ... انہوں نے فوراً پوچھا۔ ''ہاں فاروق؟''

''ایک جگہ ہل جل ہے ... اب میں اس جگہ کی نشان دہی کس طرح

کروں ... کیونکہ تمام جھاڑیاں ایک جیسی ہیں ۔"

"ایک کنکر ہوگا چھت پر؟" اس نے پوچھا۔

"کنکر تو خیر میں حاصل کرلوں گا۔"

"بس تو پھر اس جگہ کا نشانہ لے کر کنکر پھینکو ... ہم تمہیں دیکھ ہی رہے ہیں ... جونہی کنکر تمہارے ہاتھ سے نکلے گی ، ہماری نظریں کنکر کا تعاقب کریں گی اور جہاں وہ گرے گا ... ہم اس جگہ کو گھیر لیں گے ۔"

"ٹھیک ہے تو پھر کنکر آ رہا ہے ... خیال رکھیں اگر ایک کنکر نظر سے رہ گیا تو دوسرا پھینکوں گا۔"

"جب تک ہم دوسری کے لیے اشارہ نہ دیں دوسرا نہ پھینکنا ۔"

"اچھی بات ہے ۔"

اور پھر فاروق نے کنکر پھینک مارا ... ان کی نظریں کنکر کے تعاقب میں گئیں اور انہوں نے جان لیا کہ وہ کہاں گرا ہے ... انسپکٹر جمشید نے اس جگہ کا غور سے جائزہ لیا ... وہاں واقعی ہل جل تھی ...

"پروفیسر صاحب ... دھوئیں کی ایک گیند دے دیں ۔"

"لیکن جمشید ۔" وہ ہکلائے ۔

"جی ... فرمائیے ۔"

"وہ ٹکرائے گی کس چیز سے ... جھاڑیوں پر گر کر تو ٹوٹے گی نہیں اور جب تک ٹوٹے گی نہیں ... دھواں نہیں نکلے گا ۔"

"ہوں یہ بھی ٹھیک ہے ... خیر آپ لوگ یہیں رہیں ... میں اس جگہ

جاتا ہوں ۔" انہوں نے کہا۔

"کیا ایسا کرنا خطرناک نہیں ہوگا جمشید ... ہم انہیں نہیں دیکھ رہے ... لیکن وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔"

"ہاں خطرناک تو ہو سکتا ہے ۔"

"تب پھر ہم ایسا کیوں نہ کریں ۔" خان رحمان بولے ۔

"کیسا؟"

"یہ ظاہر کریں کہ مجرم ان جھاڑیوں میں نہیں ہیں اور یہاں سے گھیرا بالکل ختم کر دیں ... یہاں سے کافی دور گاڑیاں تیار رہیں اور ہم نگرانی جاری رکھیں گے کیونکہ جھاڑیوں میں کب تک چھپے رہیں گے ... اس صورت میں وہ ہم پر فائر نہیں کر سکیں گے ۔"

"ترکیب اچھی ہے ... اس کا مطلب ہے فرزانہ پیچھے رہ گئی۔"

"وہ ... میں فاروق کی طرف متوجہ تھی ۔" فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے ... میں فاروق سے اوپر سے اعلان کراتا ہوں ۔"

انہوں نے موبائل کے ذریعے فاروق کو پیغام دیا ... اس نے پیغام پڑھ کر بلند آواز میں کہا۔ "نہیں ابا جان وہ ان جھاڑیوں میں نہیں ہیں ۔"

"آجاؤ پھر نیچے ... وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔"

"جی اچھا میں آرہا ہوں ۔"

وہ لوگ بھی وہاں سے ہٹ گئے ... خفیہ طور پر اکرام کو ہدایات دے دی گئیں ... اس طرح پولیس کا دائرہ جھاڑیوں کے ارد گرد سے ختم ہو گیا۔

وہ نہایت خاموشی سے چھت پر آگئے ... لیکن پھر انہیں چھت پر بیٹھنا بھی فضول محسوس ہونے لگا کیونکہ جوں جوں اندھیرا بڑھ رہا تھا ... جھاڑیوں پر نظر رکھنا مشکل ہو رہا تھا لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ جھاڑیوں سے نکل کر مورچے سنبھال لیے جائیں۔

پھر نصف رات کے قریب تین سائے دکھائی دیے ... انہوں نے ان کا نشانہ لے لیا ... اب آنے والے انہیں نظر آرہے تھے اور وہ ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے گویا معاملہ پہلے کی نسبت الٹ ہو چکا تھا ... اب وہ انہیں آتے دیکھ رہے تھے۔

جب وہ ان کی پوری طرح زد میں آگئے تو ان کے صرف پستولوں کو نشانہ بنایا گیا ... انہوں نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ ان کے پاس صرف پستول ہیں ... اس طرح پستول ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔

''ہاتھ اوپر اٹھا دو۔''

خوف کے عالم میں ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے ... فوراً ہی اکرام کے ماتحتوں نے انہیں چھاپ لیا اور جکڑ لیا گیا ...

''بہت تیس مار خان ثابت ہوئے تم لوگ۔'' انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا ... وہ کچھ نہ بولے ... انہیں تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

''انہیں ان ہی کے مکان میں لے چلتے ہیں وہیں بات کریں گے۔''

''لیکن کیوں ابا جان ... انہیں یہیں سے اپنے دفتر کیوں نہ لے جایا جائے ... یہاں تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔'' محمود بولا۔

''اچھی بات ہے۔''

تینوں مکان اکرام اور خفیہ فورس کی نگرانی میں دے کر وہ دفتر آگئے ... ان تینوں کو کمرۂ امتحان میں لے آیا گیا ... ان میں سے دو تو عاشق اور اکبر چوہدری تھے اور تیسرے کو انہوں نے گرفتاری کے بعد ہی دیکھا تھا ... اور اس کا مطلب ہے ... عورتوں اور بچوں کو انہوں نے پہلے ہی وہاں سے نکال دیا تھا ... اس وقت سے پہلے ہی جب انہوں نے جھاڑیوں والے راستے کی اس قدر بڑے پیمانے پر نگرانی نہیں شروع کی تھی بلکہ اس وقت تک ان تینوں مکانات کو چیک کر رہے تھے ... خطرے کو بھانپتے ہی انہوں نے عورتوں اور بچوں کو وہاں سے ہٹا دیا تھا۔

''ہاں بھئی ... اب بتاؤ ... یہ سب کیا چکر ہے۔''

''آپ کا اشارہ کون سے چکر کی طرف ہے جناب! آپ نے ہم بے گناہوں کو کیوں پکڑا ہے ... ہمارے وکیل آتے ہی ہوں گے ... ان کے پاس ہماری ضمانت کے کاغذات ہوں گے۔'' اکبر چوہدری نے بھنا کر کہا۔

''ارے نہیں بھئی اب ایسا بھی کیا ... ہم نے اتنی تگ و دو کے بعد تو تم لوگوں کو پکڑا ہے اور وکیل صاحب تمہیں چھڑا لے جائیں ... یہ نہیں ہوگا۔''

''چلیے دیکھ لیتے ہیں ...'' عاشق بولا۔

''ہم بھی دیکھ لیں گے فکر نہ کرو ... تم یہ بتاؤ یہ چکر کیا ہے، ان تین مکانات کا کیا معاملہ ہے، ان میں اس قدر دولت کیوں ہے، یہاں تک کہ تمہاری کرسیاں بھی سونے کی ہیں ... آخر یہ اتنی دولت تم لوگوں نے کیسے جمع

کرلی ... ڈاکے ڈالتے رہے ہو گیا ... لیکن ڈاکے ڈالنے سے بھی تو اتنی دولت جمع نہیں ہوتی کہ کرسیاں بھی سونے کی بنائی جائیں۔"

" ہم لوگ ڈاکو نہیں ہیں ... آپ یہ بھی تو دیکھیں، وہ مکان یعنی درمیان والا مکان جسے آپ لوگ قلعہ نما مکان کہتے رہے ہیں کتنا پرانا ہے ... ہماری عمروں سے کہیں زیادہ پرانا ہے وہ، تو اس کا مطلب ہے یہ دولت اس زمانے کی ہے ... آج کل کے لوگوں کی جمع کی ہوئی نہیں ہے۔"

اکبر چوہدری نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" ہاں تم ٹھیک کہتے ہو... یہ اندازہ تو خیر ہم لگا چکے ہیں لیکن پھر بھی ... آخر تم یہاں رہ رہے تھے ... اس سارے معاملے سے تعلق تو ہے نا۔"

" تعلق۔" عاشق نے تیز لہجے میں کہا۔

عین اسی لمحے چپراسی اندر داخل ہوا ... اس نے کہا۔

"باہر ایک وکیل صاحب آئے ہیں ... سر۔"

"اچھی بات ہے ... انہیں بھی لے آئیں۔"

فوراً ہی وکیل اندر داخل ہوا... وہ بہت لمبا اور چوڑا آدمی تھا... اس کی بڑی بڑی آنکھیں بہت خوفناک تھیں ...

"یہ کاغذات ہیں انسپکٹر صاحب ان کی ضمانت کے ... آپ انہیں اب مزید ایک منٹ بھی حراست میں نہیں رکھ سکتے۔"

"کیا آپ مجھے ضمانت کے کاغذات پڑھنے کی مہلت بھی نہیں دے سکتے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

" ضرور کیوں نہیں۔"

" تو پھر پڑھنے میں ایک آدھ منٹ تو لگے گا۔"

" اچھی بات ہے، لگا دیں ایک منٹ۔" اس نے بھنا کر کہا۔

" آپ کی تعریف؟"

" مجھے ساگر راجا کہتے ہیں۔"

"اوہ اچھا... نام تو خیر بہت سنا ہے آپ کا۔"

یہ کہہ کر انہوں نے کاغذات پڑھے، پھر بولے۔

"معاف کیجیے گا وکیل صاحب .... ہم تینوں کو رہا نہیں کر سکتے۔"

"کیا ... کیا آپ نے عدالت کا حکم نہیں پڑھا۔"

"بالکل پڑھا ہے لیکن عدالت نے ہم سے تو پوچھا ہی نہیں کہ ان لوگوں کو کس جرم کے تحت پکڑا گیا ہے اور یہ کیس قابل ضمانت ہے یا نہیں۔"

" آپ یہ کاغذات عدالت میں لے جائیں ... انہیں بتا کر ضمانت کینسل کروا دیں اور پھر گرفتار کرلیں۔"

"اچھی بات ہے، یہ رہے کاغذات جن کی رو سے ہم انہیں حراست میں رکھ سکتے ہیں، آپ سول جج کے احکامات لائے ہیں، میرے پاس صدر مملکت کا خصوصی اختیار نامہ ہے جس کی رو سے میں کسی بھی شخص کو گرفتار کر سکتا ہوں ... عدالتیں اس حکم نامے کے آگے بے بس ہیں۔"

" یہ ... یہ کیسے ممکن ہے۔"

"کیا کیسے ممکن ہے۔"

"لل ... لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔" اس نے مارے حیرت کے کہا۔

"پتا نہیں ... آپ صدر صاحب سے پوچھ لیں کہ یہ کیسے ممکن ہے۔"

"اچھی بات ہے ... اب یہی کرنا ہوگا۔"

یہ کہہ کر وہ ایڑیوں پر گھوما اور باہر نکل گیا ...

"چلو چھٹی ہوئی ... بڑے آئے تھے ضمانت پر لے جانے والے۔" محمود نے ہنس کر کہا۔

"ایسے لوگوں کا یہی علاج ہے۔"

"لیکن ابا جان..." فرزانہ کہہ رہی تھی کہ اچانک اس کے منہ سے ایک پرخوف چیخ نکل گئی۔

☆☆☆☆☆

دعوت

"پکڑو اسے ... جانے نہ پائے۔"

چیخ کے ساتھ ہی فرزانہ نے یہ الفاظ کیا کہے کہ وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے ... باہر پہلے ہی پولیس دوڑ لگا چکی تھی ... انہوں نے ایک شخص کو بلا کی رفتار سے دوڑتے دیکھ لیا تھا ... بس پھر کیا تھا کئی لوگ دفتر کے اور باقی وہ سب دوڑ رہے تھے ... اب وہ شخص بھی اپنی گاڑی کو بھول کر پیدل دوڑا جا رہا تھا ... اس کی رفتار حیرت انگیز تھی ... انہوں نے فوراً ہی جان لیا تھا کہ اس رفتار کی وجہ سے وہ ان سب کو پیچھے چھوڑ جائے گا ... اب اس کے سوا چارہ نہیں تھا کہ وہ اس کی ٹانگ پر گولی مار دیں لیکن جونہی انہوں نے پستول نکالا وہ ایک طرف مڑ گیا اور ساتھ ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا ... دراصل سڑک پر ایک موڑ آ گیا تھا ...

اور جب وہ اس موڑ پر پہنچے ... وہ غائب تھا ... انہوں نے دوڑنا جاری رکھا ... آگے جا کر وہ مختلف سمتوں میں تقسیم ہوتے چلے گئے ... آدھ گھنٹے کی بھاگ دوڑ کے بعد انہیں یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ وہ اس شخص کو کھو چکے ہیں ... تھک ہار کر وہ واپس دفتر آئے ... اس کی گاڑی جوں کی توں کھڑی تھی ... انہوں نے پولیس مینوں کو اس کی سخت نگرانی کرنے کا حکم دیا

اور خود اندر آئے ...

'' کیا نام بتایا تھا اس وکیل نے اپنا۔''

'' غالباً ساگر راجا بتایا تھا۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

'' بالکل یہی نام بتایا تھا۔''

انہوں نے اپنے دفتر کے ذریعے ساگر راجا کا موبائل معلوم کیا اور پھر اس پر فون کیا... فوراً ہی دوسری طرف پر سکون آواز سنائی دی۔

'' ساگر راجا ایڈووکیٹ پلیز۔''

'' راجا صاحب! آپ کہاں ہیں۔''

'' میں کہاں ہوں... اپنے دفتر میں ہوں اور کہاں ہوں گا... ہم لوگ دفتر میں ہوتے ہیں یا عدالت میں یا اپنے گھر میں ہوتے ہیں... بہرحال اس وقت میں دفتر میں ہوں... آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں۔''

''انسپکٹر جمشید... مجھے آپ سے ضروری کام ہے۔''

''آپ تشریف لے آئیں... یا میں آؤں۔''

''نہیں ہم آتے ہیں... دفتر کا پتا بتا دیں۔''

اس نے پتا بتا دیا... وہ اسی وقت وہاں سے روانہ ہوئے اور اس کے دفتر پہنچ گئے... جونہی اس کے کمرے میں داخل ہوئے، اس نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا... انہوں نے دیکھا... یہ وہ شخص نہیں تھا... جس نے اپنا تعارف ساگر راجا کے نام سے کرایا تھا... وہ بہت لمبا چوڑا شخص تھا جب کہ یہ عام سے جسم کا انسان تھا...

'' تو آپ ساگر راجا ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

'' تو کیا آپ کا خیال ہے میں ساگر راجا نہیں ہوں... آپ نے میرے دفتر کے باہر میرے نام کی تختی نہیں دیکھی اس پر میری ڈگریاں نہیں دیکھیں۔''

''میں بتاتا ہوں... ہم نے تین مجرموں کو گرفتار کیا تھا... دفتر میں ان سے پوچھ گچھ ہو رہی تھی کہ ایک صاحب آئے... وہ بہت لمبے چوڑے تھے... انہوں نے آتے ہی کہا... میرے پاس ان تینوں کی ضمانت کے کاغذات ہیں، آپ فوراً انہیں رہا کر دیں اور یہ کہ میرا نام ساگر راجہ ہے... ضمانت نامہ انہوں نے مجھے دے دیا... میں نے اس کا مطالعہ کیا... اور اپنے اختیارات انہیں دکھائے... اس پر انہوں نے کہا... اچھی بات ہے... میں پھر عدالت میں جاتا ہوں... یہ کہہ کر وہ وکیل میرے دفتر سے نکل گیا... عین اس لمحے ہمیں پتا چلا کہ وہ کوئی چال چل گیا ہے لہٰذا ہم فوراً اس کی طرف دوڑ پڑے... لیکن اس سے پہلے وہ کافی فاصلے پر جا چکا تھا... ہم نے تعاقب کیا... لیکن وہ نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا... ہم نے سوچا... ساگر راجا صاحب سے ان کے دفتر یا ان کے گھر پر ملاقات کر لیتے ہیں... تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے...''

''بالکل ٹھیک... اب آپ نے جان لیا کہ وہ شخص جعلی تھا۔''

'' یہی بات ہے... لیکن اس کے پاس عدالت کی طرف سے ضمانت نامہ کیسا تھا۔''

"ظاہر ہے ... جعلی ہوگا۔" ساگر راجا نے فوراً کہا۔

"جی نہیں... میں نے پہلی ہی نظر میں دیکھ لیا تھا کہ ضمانت نامہ جعلی نہیں تھا... اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وقت سے پہلے ہی لے لیا گیا تھا گویا انہیں پہلے سے اندازہ تھا کہ ان تینوں کو گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"یہ سب واقعات انتہائی حیرت انگیز ہیں ... ان پر جتنا حیران ہوا جائے کم ہے ... لیکن سوال یہ ہے کہ اس نے آخر گڑبڑ کیا کی تھی۔"

"ہاں! یہ سوال بہت اہم ہے ... اس نے گڑبڑ کیا کی تھی جسے دیکھ کر ہم سب اس کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے تھے ... اس نے ان تینوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیا تھا۔"

"کیا!!!" ساگر راجا نے چیخ کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور بولے...

"ہاں! اس نے ہماری آنکھوں کے سامنے ان تینوں کو قتل کر دیا تھا... اور نکل گیا تھا۔"

"لیکن کیسے ... یہ کیسے ممکن ہے ... آخر اس نے تین انسانوں یک دم کس طرح ہلاک کر دیا؟" مارے حیرت کے ساگر راجا نے کہا۔

"اس طرح کہ اس کے پاس زہریلی سوئیاں پھینکنے والی مشین تھی ... اس کی انگوٹھی کے نگینے کی صورت میں ... ظاہر ہے اس وقت نگینے والی انگوٹھی پر کس طرح خیال جا سکتا تھا۔"

"حیرت ہے ... آج کل مجرم اس قدر دلیر ہو گئے ہیں۔"

"جی ہاں راجا صاحب ... اچھا اب ہم چلتے ہیں، آپ سے معافی مانگتے ہیں ...آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔"

وہ ان سے ہاتھ ملا کر باہر آ گئے ... ایک بار پھر دفتر پہنچے ... تینوں لاشیں جوں کی توں موجود تھیں ... البتہ اکرام اپنا کام مکمل کر چکا تھا ... صرف ان کے انتظار میں لاشوں کو وہاں روکا گیا تھا ...

"تینوں کی موت زہریلی سوئیوں سے ہوئی ہے۔"

"ہاں! یہ اندازہ میں پہلے ہی لگا چکا تھا ... سوئیاں کہاں لگیں۔"

"آنکھوں کے پاس۔"

"ہوں ... خیر! اللہ کو یہی منظور تھا ... اس واقعے نے اس معاملے کو اور زیادہ سنگین بنا دیا ہے کیونکہ جو لوگ اس قدر تیز ہوں کہ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ان تینوں کو گرفتار کر لیا جائے گا ... وہ پہلے ہی ان کی ضمانت کرا چکے تھے... وہ تو ناکام اس لیے ہوئے تھے کہ میں نے ضمانت نامے کے جواب میں اپنا اختیار نامہ انہیں دکھا دیا ... ورنہ وہ ان تینوں کو لے گئے تھے ... اور وہ پہلے ہی تیاری کر کے آیا تھا کہ اگر انہیں رہا نہ کیا گیا تو وہ انہیں جان سے مار دے گا اور اس نے وہی کیا ... اس لیے، میں اب یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ عام نظر آنے والا یہ کیس عام نہیں خاص ہے ... اب ہمیں اس کی طرف اور زیادہ دھیان دینا پڑے گا ... اور شاید ہم سے کوئی غلطی ہو رہی ہے کہ اب تک ہم اس کیس میں کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے ... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔"

’’ڈرنے والی تو خیر اس کیس میں کوئی بات نہیں ... اب شہر میں ا
لمبے آدمی کو تلاش کرانا ہوگا ... جس نے اپنا نام ساگر راجا بتایا تھا۔‘‘

یہ کہہ کر انہوں نے اکرام کو ہدایات دیں ... خفیہ فورس کے انچارج
بھی چند خفیہ ہدایات دیں اور پھر ان سے بولے۔

’’تم لوگ تھک گئے ہوگے ... جب سے یہ کیس شروع ہوا ہے ... ذ
دیر کے لیے بھی آرام نصیب نہیں ہوا ... کیوں نہ کچھ دیر ذرا آرام کر
اور کچھ پڑھائی بھی ... اسکول کا کام بھی تو کرنا ہوگا۔‘‘

’’بالکل ٹھیک ... اسکول کا کام تو سب سے زیادہ اہم ہے ... پھر ا
کے بعد گھر میں بیٹھ کر ذرا اس سارے معاملے میں غور کر لیں گے۔‘‘

’’بالکل ٹھیک۔‘‘

وہ دفتر سے گھر چلے آئے ... گھر پہنچ کر کھانے سے انصاف کرتے ہوئ
انہوں نے کیس پر بات جاری رکھی ...

’’سوال یہ ہے کہ آخر یہ کیس ہے کیا ... ہم نے اس سرائے میں قی
کیا تھا ... وہاں وہ زخمی شخص موجود تھا ... جسے ہم نصیر جان کے نام س
جانتے ہیں ... اس کے ساتھی اسے سرائے میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ..
اس لیے ہم اسے یہاں لے آئے تاکہ اس کے زخموں کا علاج ہو سکے ..
اور کیس میں مدد مل سکے ... جب وہ ہمیں پہلے ملا تو زخمی تھا لیکن ہم س
باتیں کر رہا تھا ... ذہنی طور پر بالکل ٹھیک تھا ... ڈاکٹر انصاری نے بتایا ک
اس کے سر پر ایک گہری چوٹ بھی تھی جس نے اس کی یادداشت کو بر

طرح متاثر کیا تھا ... پھر ہم نے اسے دماغی امراض کے ماہر کو دکھایا ... پتا
چلا ... اس کے دماغ پر چوٹ لگی ہے ... اور وہ اپنی یادداشت کھو چکا ہے
... لیکن پھر وہ زخمی غائب ہوگیا ... یعنی میری جیپ کو ایک گاڑی نے ٹکر
دے ماری ... گاڑی والا مجھے پولیس اسٹیشن لے جانے پر تل گیا جب کہ
میں اسی جگہ اس کا نقصان پورا کرنے کے لیے تیار تھا ... اگرچہ غلطی بھی اسی
کی تھی ... لیکن اس نے مجھے پولیس اسٹیشن چلنے پر مجبور کیا ... مقصد یہ تھا
کہ ہم گاڑیاں باہر کھڑی کر کے پولیس اسٹیشن کے اندر جائیں اور اس زخمی
کو غائب کر دیا جائے ... یہ معلوم نہیں انہوں نے اس قدر آسانی سے اسے
غائب کیسے کر دیا۔‘‘

’’آپ کا بہت بہت شکریہ ابا جان۔‘‘ فاروق بول اٹھا۔

’’شکریہ کس بات کا؟‘‘ وہ چونکے۔

’’جی غور کی دعوت دینے کا۔‘‘ فاروق نے فوراً کہا اور مسکرا دیے۔

’’ہاں تو میں کہہ رہا تھا ... ان لوگوں نے اس زخمی کو نہایت صفائی سے
غائب کر دیا ... اس کے بعد ہم نے کتنی مشکل سے ان تین افراد کو گرفتار
کیا جو پرانے قلعہ نما مکان یا دائیں بائیں والے مکانوں سے نکل کر
جھاڑیوں جا چھپے تھے ... ہم نے انہیں گرفتار تو کر لیا لیکن ان تینوں کو ختم
کروا دیا گیا۔‘‘ یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگئے ...

پھر کچھ دیر بعد بولے: ’’اس میں شک نہیں کہ یہ ایک حیرت انگیز کیس
ہے ... اس پر جتنا حیران ہوا جائے کم ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ حیران

ہونے سے کام نہیں بنتا... کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔''

''جی ٹھیک ہے ... اب ہم حیران نہیں ہوں گے ... یہ آپ بتا دیں، کیا کریں۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''صرف یہ بتا دو... ان لوگوں نے زخمی کو میری جیپ سے غائب کیسے کر دیا ... حالانکہ جیپ پولیس اسٹیشن کے باہر کھڑی تھی اور پولیس اسٹیشن کے دروازے پر بھی ایک دو پولیس مین ڈیوٹی دے رہے ہوتے ہیں۔''

''تب تو بات آسان ہے ... اس وقت پولیس اسٹیشن کے دروازے پر جو پولیس مین موجود تھے ... ڈیوٹی دے رہے تھے ... ان سے پوچھ گچھ کر لی جائے۔'' فرزانہ نے چٹکی بجاتے ہی کہا۔

''بہت خوب فرزانہ ؟ تم نے میرے منہ کی بات چھین لی۔'' خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

''نن ... نہیں انکل ... میں نے چھینی تو نہیں۔''

''ٹھیک ہے ... ہم پہلے پولیس اسٹیشن ہو آتے ہیں، کیونکہ اس کام کے لیے تو ہمیں پولیس اسٹیشن ہی جانا پڑے گا۔''

''تو پھر چلیے ... باقی غوروخوض یہاں آ کر کر لیں۔'' محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

''خیر تو ہے ... بہت گرمجوشی دکھا رہے ہو۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''تم بھی دکھا لو ... تمہیں کس نے روکا ہے۔'' محمود مسکرایا۔

''بالکل درست جواب۔'' فرزانہ فوراً بولی۔

''وہ تو خیر ظاہر ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اور ظاہر کیا ہے۔'' پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر پوچھا۔

''فرزانہ ہو ... اور محمود کی تائید نہ کرے ... ہو ہی نہیں سکتا۔''

''دیکھا انکل ... جل گیا بے چارہ۔'' فرزانہ بولی۔

''ہم چل رہے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے بیرونی دروازے کا رخ کرتے ہوئے کہا... انہوں نے بھی باہر کی طرف دوڑ لگا دی ... جلد ہی وہ تھانے کی طرف اڑے جا رہے تھے ... انسپکٹر پولیس نے انہیں دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

''ایک ہی دن میں آپ دو بار تشریف لائے ہیں... ضرور کوئی خاص بات ہو گی۔''

''ہم کچھ کہہ نہیں سکتے ... ہو سکتا ہے بات خاص ثابت ہو جائے اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ خاص ثابت نہ ہو سکے۔''

''آپ لوگ تشریف رکھیے اور بتائیے میرے لیے کیا خدمت ہے۔''

وہ بیٹھ گئے ... پھر انسپکٹر جمشید نے ساری بات تفصیل سے بتا دی... لیکن یہ نہ بتایا کہ وہ دوبارہ کیوں آئے ہیں ... ان کے خاموش ہونے پر انسپکٹر نے پوچھا۔

''ابھی تک آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس وقت کس لیے آئے ہیں۔''

''وہ میں اب عرض کرتا ہوں ... پہلے تو ذرا ان دو پولیس مینوں کو بلا لیں ... جو اس وقت گیٹ پر ڈیوٹی دے رہے تھے۔''

"ان کی اس وقت ڈیوٹی تبدیل ہوگئی ہے ... یعنی اس وقت جو دو جوان ڈیوٹی پر موجود ہیں، یہ وہ نہیں ہیں۔"

"وہ اس وقت کہاں ہیں؟"

"ظاہر ہے ... گھروں پر ہوں گے اپنے۔"

"انہیں بلا لیں لیکن یہ نہ بتایئے گا کہ انہیں ہم بلا رہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

انسپکٹر نے اپنے ایک ماتحت کو بلا لیا اور اس سے کہا۔

"مکرم خان اور اچھا گوٹیاں کو بلائیں۔"

"معاف کیجیے گا سر ... وہ جا چکے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں ... اور میں نے کہا ہے، انہیں بلائیں۔"

"آپ کا مطلب ہے ... انہیں گھر سے یہاں بلائیں۔"

"ہاں! ضروری کام ہے۔"

"اچھی بات ہے ... ابھی بلا لیتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے جانے لگا ...

"ایک منٹ۔" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"یس سر۔"

"آپ یہیں ہمارے پاس بیٹھ کر ان سے بات کریں یا اس کی بھی ضرورت نہیں ... میرا خیال ہے آپ ہمیں ان کے گھر لے چلیں۔"

"گھر لے چلوں۔"

"ہاں! ہم وہیں ان کے گھر ان سے ملاقات کر لیں گے۔"

"لیکن جناب! اس کی کیا ضرورت ہے ... انہیں یہیں بلا لیتے ہیں۔"

"نہیں ہمیں ہی ان کے گھر جانا ہوگا، آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔"

وہ جیپ میں وہاں سے روانہ ہوئے ... پانچ منٹ بعد ہی جیپ ایک محلے میں داخل ہوئی اور پھر کانسٹیبل کے کہنے پر ایک گھر کے سامنے رک گئی۔

"یہ مکرم خان کا گھر ہے ... میں دروازے پر دستک دوں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ... یہ کام میں کر لوں گا ... پہلے ہم اچھا گوٹیا کے گھر جائیں گے ... یہاں محمود اور فاروق کھڑے ہوں گے۔"

یہ سنتے ہی محمود اور فاروق گاڑی سے اتر گئے ... اس پر انسپکٹر اور اس کے ماتحت حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"یہ آخر آپ کر کیا رہے ہیں۔"

"بعد میں بتائیں گے ... پہلے اچھا گوٹیا کے گھر چلیں۔"

ماتحت کے راستہ بتانے پر وہ گوٹیا کے گھر تک پہنچے ... اب اس دروازے پر دستک دیں ...

ماتحت نے نیچے اتر کر دستک دی تو کانسٹیبل باہر نکلا اور پولیس جیپ اور اپنے ساتھی کو دیکھ کر چونک اٹھا۔ "خیر تو ہے ... احمد خان۔"

"خیر ہی ہے ... ایس ایچ او صاحب تم سے ملنا چاہتے تھے۔"

"ایس ایچ او صاحب ... تو مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"آ جاؤ گوٹیا جیپ میں۔" انسپکٹر نے کہا۔

"ارے! آپ بھی ساتھ آئے ہیں۔"

"صرف میں ہی نہیں... انسپکٹر جمشید بھی۔"

"کیا!!!" مارے حیرت کے اس کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ خوفزدہ سا جیپ میں بیٹھ گیا... اب وہ واپس مکرم خان کے گھر آئے... محمود اور فاروق وہاں چوکس کھڑے تھے... اب انسپکٹر جمشید نے انہیں اشارہ کیا... فاروق نے دستک دے ڈالی... جلد ہی مکرم خان باہر نکلا اور حیرت زدہ رہ گیا...

"آجاؤ مکرم خان تم بھی جیپ میں۔" انسپکٹر نے کہا۔

وہ حیرت زدہ سا جیپ میں سوار ہو گیا۔ ایس ایچ او اور انسپکٹر جمشید کو دیکھ کر اس کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ "خیر تو ہے۔"

"پولیس اسٹیشن چلیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

جلد ہی وہ پولیس اسٹیشن میں داخل ہو رہے تھے... اور ان سب کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی...

☆☆☆☆☆

مجرم غائب

اب سب لوگ انسپکٹر کے کمرے میں آگئے... مکرم خان اور اچھا گوئیا ابھی تک حیرت زدہ تھے... انسپکٹر اور اس کے ماتحت بھی کچھ کم حیرت زدہ نہیں تھے...

"آپ سب تشریف رکھیں... میں تفصیل عرض کرتا ہوں، اس کے بعد آپ خود ہی سمجھ جائیں گے کہ ہم یہاں کیوں موجود ہیں اور ان دونوں حضرات کو ان کے گھروں سے یہاں کیوں لائے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے... اب سب بیٹھ گئے... لیکن انسپکٹر کے ماتحت جوں کے توں کھڑے رہے... کیونکہ انسپکٹر نے انہیں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی تھی... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"انسپکٹر صاحب یعنی انسپکٹر سرفراز صاحب... آپ ان سے بھی کہیں... بیٹھ جائیں۔"

یہ سن کر انسپکٹر سرفراز چونک کر بولا۔ "بیٹھ جاؤ بھئی تم بھی بیٹھ جاؤ۔"

وہ ڈرے ڈرے انداز میں بیٹھ گئے... اب کبھی اپنے انسپکٹر کو دیکھ رہے تھے تو کبھی انسپکٹر جمشید کو... آخر ان کی آواز سنائی دینے لگی...

"میں اپنی جیپ میں ایک زخمی کو لیے نکلا... چوک اصلاحی کو پار کیا تھا

کہ دوسری طرف ایک گاڑی تیزی سے سامنے آگئی ... سڑک کافی چوڑی تھی
اور اس کی گاڑی کو میرے سامنے آنے کی ضرورت نہیں تھی ... لیکن وہ پھر
بھی اچانک سامنے آگئی ... دونوں گاڑیاں ٹکرا گئیں ... دونوں کو نقصان پہنچا
... غلطی سو فیصد اس کی تھی ، اس کے باوجود میں نے اس سے کہا، میں
آپ کا نقصان ادا کر دیتا ہوں ... اس نے جواب میں کہا، نہیں آپ کو
میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہوگا ... میں نے بہت چاہا ... وہیں معاملہ
ختم ہو جائے ، کیونکہ مجھے اس زخمی کی وجہ سے جلدی تھی ... خیر ... وہ نہ
مانا تو ہم اپنی گاڑی لیے یہاں آگئے ... ہم نے دونوں گاڑیاں باہر ہی روک
دیں ... یہاں اندر اتنی جگہ ہے بھی نہیں ... بہرحال ہم اندر آگئے اور اپنا
جھگڑا طے کیا ... اس کے بعد وہ چلا گیا ... پھر میں جیپ کی طرف آیا لیکن
جب میں جیپ لے کر اپنی منزل پر پہنچا تو جیپ کے اندر وہ زخمی نہیں تھا ...

''کیا مطلب ؟'' سب ایک ساتھ بول اٹھے ۔

''جی ہاں ! وہ زخمی جیپ میں نہیں تھا ... میں اس زخمی کو ایک ڈاکٹر سے
چیک کروا کے لایا تھا اور مجھے اپنے گھر جانا تھا، لیکن راستے میں یہ حادثہ ہو
گیا اور مجھے اس شخص کے ساتھ یہاں آنا پڑا ... زخمی کو غائب پا کر میں
نے فوراً اس شخص کی گاڑی کا نمبر حاصل کیا لیکن جب ہم نے اس نمبر کو
چیک کرایا تو پتا چلا نمبر جعلی ہے ...اس کا مطلب یہ تھا کہ اب ہم اس شخص
کا سراغ کھو چکے تھے ... یہ بات تو ہوئی ... اب اس بات پر غور کیا گیا
کہ زخمی جیپ سے کب اور کیسے غائب ہو گیا ... جیپ کا پچھلا دروازہ تو

لاک تھا اور راستے میں گاڑی صرف دو جگہ رکی تھی ... حادثے کی جگہ یا پھر
یہاں تھانے کے باہر ... حادثے کی جگہ گاڑی بدستور میری نظروں میں تھی
... گاڑی نظروں سے اوجھل اس وقت ہوئی جب میں اسے تھانے کے باہر
کھڑی کر کے اندر آیا لہٰذا زخمی کو جیپ سے اس وقت نکال گیا ...

''کیا ... کیا کہا آپ نے ؟'' انسپکٹر سرفراز بری طرح چلّایا ... ادھر کرم
خان اور اچھا گوٹیا کا رنگ اڑ گیا ... اب انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ انسپکٹر
جمشید کہنا کیا چاہتے تھے ۔

''جی ہاں ! انسپکٹر سرفراز صاحب آپ ذرا اپنے ان دونوں ماتحتوں کے
چہروں کا جائزہ لے لیں ... ان کے چہرے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہ
جرم ان کی آنکھوں کے سامنے کیا گیا ... سوال یہ ہے کہ کیوں ... یہ حکومت
کے ملازم ہیں یا جرائم پیشہ لوگوں کے ؟'' یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش
ہو گئے اور لگے باری باری ان سب کے چہروں کی طرف دیکھنے ... آخر
انسپکٹر سرفراز کی آواز سنائی دی ۔ ''اس میں شک نہیں کہ آپ نے بالکل
درست اندازہ لگایا ہے ...تم دونوں بتاؤ تمہاری آنکھوں کے سامنے کیسے کوئی
زخمی آدمی کو نکال لے گیا ؟''

''ہماری آنکھوں کے سامنے ایسا نہیں ہوا ... ایسا اس سے پہلے کہیں ہوا
ہوگا ؟'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''یہ بات ہرگز نہیں ہے ... میں بتا چکا ہوں میں نے گاڑی حادثے
کی جگہ روکی تھی یا پھر پولیس اسٹیشن کے باہر ... حادثے کی جگہ میں گاڑی

کے پاس موجود رہا ہوں اور اس وقت زخمی اندر موجود تھا لیکن جب میں یہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر پہنچا تو وہ اندر نہیں تھا ... اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے انسپکٹر صاحب۔" یہ کہتے ہوئے وہ انسپکٹر سرفراز کی طرف مڑے۔

"دونوں بتائیں گے ... اگل دو ورنہ دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔" انسپکٹر سرفراز گرجا۔

"نن ... نہیں۔" دونوں کانپ گئے۔

"صاف بتانے میں بہتری ہے ... اس طرح تمہیں کم سزا ملے گی۔"

"میں بتاتا ہوں ... انہوں نے ہمیں ایک بڑی رقم دی تھی اور بتایا تھا کہ اس گاڑی سے اسے ایک شخص کو نکال کر لے جانا ہے، کسی کو کانوں کان پتا نہیں چلے گا ... بس ہم لالچ میں آ گئے ... ایک وین میں آئے تھے وہ ... بڑی وین میں ... انہوں نے وین کا پچھلا حصہ جیپ سے لگا دیا اور زخمی کو نکال کر لے گئے۔"

"دھت تیرے کی۔" خان رحمان نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"ہاں واقعی دھت تیرے کی... جب قانون کے محافظ ہی قانون شکنوں کی مدد کرنے لگیں تو جو نہ ہو جائے کم ہے ... خیر یہ بتاؤ... اس گاڑی کا نمبر کیا تھا ... اور گاڑی تھی کون سی۔"

"ایمبولینس وین تھی ... ٹیوٹا ... نمبر ہم نوٹ نہیں کر سکے۔"

"ہاں! تم کیوں نوٹ کرتے ... تم تو نوٹ وصول کر رہے تھے ... اب جیل میں نوٹ گنا کرنا۔" انسپکٹر سرفراز نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

"نن ... نہیں۔"

"ہتھکڑیاں پہنا دو انہیں ... انسپکٹر جمشید صاحب آپ ان کے بارے میں جو فرمائیں۔"

"عدالت میں پیش کر دیں۔"

"جی بہت بہتر۔"

"اور اب ہم چلتے ہیں کیونکہ سانپ تو نکل گیا اب لکیر پیٹ کر کیا کریں گے ہم لوگ ... آئیں بھئی چلیں۔"

وہ تھکے ہارے گھر پہنچے ... بیگم جمشید انہیں دیکھ کر ہنس پڑیں ...

"لگتا ہے ... یہ کیس آپ کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے۔"

"ہاں بیگم یہی بات ہے۔"

"اور یہ سب فاروق کی وجہ سے ہوا ... اسی کو لگی تھی... سیر کا پروگرام بنانے کی اور گاڑی پنکچر کرانے کی۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"حد ہو گئی ... اگر ہم وہاں نہ جاتے تو یہ سوچو ... اس قدر دولت کیسے ہاتھ آتی ... دولت جو حکومت کے کام آئے گی۔"

"کک ... کیا کہا دولت ... ارے باپ رے۔" انسپکٹر جمشید بری طرح اچھلے۔

"کک ... کیا ہوا ابا جان۔" فاروق گھبرا کر بولا۔

"تم نے کیا کہا ... دولت ... سونے کی کرسیاں لیکن سونے کی کرسیوں کے علاوہ دولت کہاں ہے۔"

"ارے باپ رے ... ہم سب کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا ... ہاں واقعی ... ان تینوں مکانوں سے ہم دولت تو برآمد کر ہی نہیں سکے ..."

"حیرت ہے ... افسوس ہے ... کمال ہے ... یعنی سونے کی کرسیاں دیکھ کر میں نے یہ اندازہ تو لگا لیا کہ ان تینوں مکانوں میں بہت دولت ہے ... لیکن اس دولت کو برآمد کرنے کا خیال تک دل میں نہیں لائے اور مجرموں کی چالوں میں الجھے رہے اور مزے کی بات یہ کہ ان کرسیوں کے علاوہ ہمیں وہاں کہیں بھی کوئی مال نظر نہیں آیا ... آخر کیوں وہ مال کہاں ہے ... جس کے لیے یہ سارا چکر چلایا گیا ہے۔"

"ہاں واقعی ... وہ مال ... وہ دولت کہاں ہے؟"

"گویا اب مجرم بھی غائب ہیں ... اور دولت بھی ... اور ہم یہ بھی نہ جان سکے کہ یہ دولت اس پرانے مکان میں آئی کیسے تھی ... یہ تو ہم نے جان لیا کہ انہوں نے دائیں بائیں والے مکان اس لیے حاصل کیے تھے کہ پرانے مکان سے دولت اندر ہی اندر ان دونوں مکانوں میں منتقل کر لیں اور پھر کرائے کا مکان خالی کر کے یہاں سے اس دولت کو کہیں اور منتقل کر دیں۔" فرزانہ کہتی چلی گئی۔

"بات یہی ہے ... لیکن دولت کہاں ہے ... سوال تو یہ ہے۔"

"دولت وہیں ہے ... جہاں وہ خود ہیں ... اور ہیں شہر ہی میں ... ابھی وہ شہر سے باہر نہیں گئے۔"

"یہ بات آپ یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں۔" فاروق نے پوچھا۔

"میں یہ بات یقین سے نہیں اندازے سے کہہ رہا ہوں۔"

"اچھا کر رہے ہو جمشید۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"اور اب ہم آج رات کو نہیں ... کل صبح سے نئے سرے سے کام شروع کریں گے ... مکانوں اور سڑکوں کی نگرانی پر خفیہ فورس تعینات ہے ... لہٰذا اس طرف سے تو کوئی خدشہ نہیں ..."

"تجویز بہت زبردست ہے جمشید۔" پروفیسر نے خوش ہو کر کہا۔

"ہم بھی یہی کہتے ہیں۔" ان کی آوازیں ابھریں۔

"ایسا کہنے سے کیا فائدہ۔" کمرے کے باہر بیگم جمشید کی آواز ابھری۔

"کیا کہتے ہیں امی جان۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"یہی کہ یہ ترکیب زبردست ہے ... زبردست ہوگی لیکن اس کی ساری زبردستی رکھی کی رکھی رہ جائے گی، اگر ابھی کوئی فون آ گئے یہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوں گے۔"

"وہ اس لیے بیگم کہ ہم مجبور ہیں معذور ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہی میں نے کہا نا۔"

"اچھا تم بھی کیا یاد کرو گی ... ہم سب اپنے موبائل آف کر رہے ہیں ... اس صورت میں تو ہم آرام کر سکیں گے نا ... یہ رات آرام سے گزر جائے گی نا ... کیا خیال ہے۔"

"یہ بات بھی ابھی زبانی ہے ... کیونکہ ابھی تک آپ نے موبائل آف

نہیں کیے اور کسی بھی لمحے فون آ سکتا ہے۔"

"یہ لو میں نے اپنا فون آف کر دیا۔" یہ کہہ کر انہوں نے واقعی اپنا موبائل آف کر دیا۔

"رہ گئے ہم ... ہمیں کیا ہے کہ موبائل آف نہ کریں جیسے کہ ہمارے اباجان نے آف کر دیا ہے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا اور اس نے بھی موبائل آف کر دیا۔

"تو ہمیں کیا ہے کہ ہم اپنے موبائل آف نہ کریں۔" یہ کہہ کر فاروق نے بھی موبائل آف کر دیا ... اس کے بعد ان سب نے آف کر دیا اور اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے ... اس کے بعد انہوں نے آرام کی ٹھانی ... وہ رات ان کی آرام سے گزر گئی ... موبائل بدستور سب کے آف رہے ... پھر ناشتے کا وقت ہوگیا ... بیگم جمشید ابھی ناشتا لگا رہی تھیں کہ موبائل کی گھنٹی بجی ... سب نے حیران ہو کر اپنے اپنے موبائل کی طرف دیکھا ... سب کے موبائل خاموش تھے ... "ارے یہ کیا ... موبائل سب کے آف ہیں اور پھر بھی گھنٹی کی آواز۔" خان رحمان چلائے۔

"یہ ... یہ ضرور میرا موبائل ہے ... کیونکہ میں نے آف نہیں کیا تھا۔" باورچی خانے سے بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

ان سب نے میز کی کھلی دراز کی طرف دیکھا ... ان کا موبائل دراز میں رکھا تھا ... انہوں نے دیکھا ... اسی موبائل کی گھنٹی بج رہی تھی ...

"دھت تیرے کی ... ہم سب کے موبائل بند کروا دیے اور اپنا بند کیا

ہی نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا اور سب مسکرانے لگے۔

انہوں نے دیکھا ... فون ان کی کسی سہیلی کا تھا ... جونہی انہوں نے فون سنا ... گھبرا گئیں اور پکار اٹھیں: "میری سہیلی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے ... اور وہ مجھے ہسپتال میں یاد کر رہی ہے ... ویسے وہ زیادہ زخمی نہیں ہوئی ... لیکن مجھے جانا تو پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے بیگم ... میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں ... باقی ناشتا فرزانہ تیار کر لے گی ... ویسے اب تم کیا کہتی ہو ... ہم بھی تو جانے پر اسی طرح مجبور ہوتے ہیں۔"

"ہاں واقعی۔" انہوں نے کہا۔

"تب پھر وعدہ کرو ... اب تم کبھی ہمارے موبائل بند نہیں کراؤ گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر وہ انہیں لے کر چلے گئے ... ایسے میں محمود کے موبائل کی گھنٹی بجی کیونکہ انہوں نے اب اپنے موبائل آن کر لیے تھے ... اس نے دیکھا ... فون اکرام کا تھا ... وہ جلے بھنے انداز میں کہہ رہا تھا ...

"ہائیں محمود! یہ کیا۔"

"کہاں کیا؟"

"موبائل آف تھے ... آپ سب کے۔"

"ہاں! ہماری امی جان نے بند کروا دیے تھے۔" محمود مسکرایا۔

"امی جان نے موبائل بند کروا دیے تھے ... لیکن وہ کیوں۔"

"ان کا کہنا تھا... ہم کبھی بھی تھک کر آرام نہیں کرتے کم از کم آج تو کرلیں اور وہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے... جب ہم موبائل آف کر دیں... سو ہم نے بھی ان کی بات مان لی اور موبائل آف کر دیے۔"

"سب نے۔" مارے حیرت کے اکرام کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! ہم سب نے۔"

"میرا مطلب ہے... انسپکٹر صاحب نے بھی۔"

"ہاں! انہوں نے بھی۔"

"دھت تیرے کی... خیر نئی خبر سنو... ایک لاش ملی ہے... لاش۔"

☆☆☆☆☆

فوارہ

"کیا کہا انکل... لاش۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"ہاں! ابھی تھوڑی دیر پہلے اطلاع ملی ہے، جہاں لاش ملی ہے... اس علاقے کے پولیس اسٹیشن کی طرف سے ہمیں فون کیا گیا ہے۔"

"لیکن کیوں۔"

"اس لیے کہ لاش کے سینے پر ایک چٹ لگائی گئی ہے... اس پر لکھا ہے... انسپکٹر جمشید کے لیے تحفہ۔"

"اوہ۔" محمود دھک سے رہ گیا۔

اس وقت سب لوگ اس بات کی چٹ کی طرف متوجہ ہو چکے تھے...

"تھانے دار کا کہنا ہے کہ انہوں نے رات کے وقت فون کیا تھا... یعنی انسپکٹر صاحب کے نمبر پر... لیکن ان کا فون بند تھا... اور میرا نمبر انہیں معلوم نہیں تھا... اب کسی طرح معلوم کر کے انہوں نے اطلاع دی ہے..."

"لاش کہاں موجود ہے... اسے ابھی ہلایا جلایا تو نہیں گیا؟"

"نہیں... ان کا کہنا ہے اس چٹ کو دیکھ کر میں نے کچھ نہیں کیا... کیونکہ یہ کیس ہی آپ کا ثابت ہو گیا تھا... لاش شہر کی جنوبی سڑک پر تیسرے کلو میٹر پر سڑک سے ذرا ہٹ کر جھاڑیوں میں پڑی ہے، کسی راہ

گیر کو نظر آئی تھی ... اس نے پولیس اسٹیشن فون کر دیا ... وہ لوگ وہاں گئے تو چٹ نظر آئی ...''

''بس ٹھیک ہے آپ وہاں پہنچیں ... ہم بھی روانہ ہو رہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

محمود نے اپنے والد کا نمبر ملایا ... فوراً ہی دوسری طرف سے کہا گیا۔

''السلام علیکم ... ہاں محمود۔''

''ایک لاش کا پتا چلا ہے، اس پر آپ کے نام کی چٹ لگی ہوئی ہے کہ آپ کے لیے تحفہ ... ہم روانہ ہو جائیں یا آپ کا انتظار کریں۔''

''ہسپتال پہنچ چکا ہوں ... ادھر ہی آ رہا ہوں ... انتظار کرنا بہتر ہوگا... ویسے لاش کہاں ملی ہے۔''

''جنوبی سڑک کے تیسرے کلومیٹر پر سڑک سے اتر کر جھاڑیوں میں۔''

''اچھی بات ہے۔''

اس طرح پہلے وہ گھر پہنچے ... پھر سب کے ساتھ روانہ ہوئے... جنوبی سڑک پر آتے ہی انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''میں نے چٹ پر نام لکھ کر رکھ لیا ہے یعنی لاش کس کی ہو سکتی ہے... دوسری بات جہاں تک مجھے معلوم ہے ... یہ سڑک آگے چل کر دائیں طرف مڑتی ہے اور یہ وہی راستہ ہے جس پر ہم سیر کے لیے روانہ ہوئے تھے اور آگے سرائے تھی۔''

''اوہ ... اوہ۔'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''یہ تو ہوا ... کیا آپ چاہتے ہیں... ہم لوگ بھی اندازہ لگائیں کہ وہ لاش کس کی ہو سکتی ہے ...اور چٹوں پر لکھ کر رکھ لیں۔''

''ایسا کرنا چاہو تو مجھے خوشی ہوگی۔'' وہ مسکرائے۔

''آپ کی خوشی کے لیے تو ہم مشکل سے مشکل ترین کام انجام دے سکتے ہیں ... یہ تو ایک آسان کام ہے ... زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا نا کہ اندازہ غلط ثابت ہو جائے گا ... تو کوئی بات نہیں۔''

''اچھی بات ہے ابا جان ... ہم بھی اپنے اندازے لکھ رہے ہیں۔''

انہوں نے نوٹ بک میں اپنے اندازے کے مطابق وہ نام لکھ لیا جس کی لاش ملنے کی امید تھی ... آخر وہ اس مقام پر پہنچ گئے ... مقامی پولیس اسٹیشن کے کانسٹیبلوں نے اس جگہ کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا .. انہیں فوراً راستہ دیا گیا... بلکہ اس لاش تک لایا گیا ... لاش کو دیکھ کر ان میں سے کسی کو بھی حیرت نہ ہوئی ... کیونکہ ان سب نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ لاش زخمی ہونے والے شخص نصیر جان کی ہو سکتی ہے... اور واقعی اسی کی تھی۔

''انہوں نے سوچا ... اس کی یادداشت کسی وقت بھی واپس آ سکتی ہے ... اور یہ ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے، اس لیے انہوں نے اس کا کام ہی تمام کر دیا۔'' خان رحمان نے خیال ظاہر کیا۔

''اگر ایسا ہی کرنا تھا تو اس کا علاج کیوں کروانا چاہتے تھے۔'' فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

''اس وقت ہمارے بارے میں انہیں کوئی علم نہیں تھا ... پھر معاملہ

ہمارے علم میں آگیا اور انہیں ہمارے بارے میں بھی معلوم ہوگیا ... اس
لیے انہوں نے اسے ختم کر دیا۔'' وہ بولے۔

''لیکن کیوں ابا جان۔''

''فی الحال صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کے بارے میں ضرور کچھ
جانتا ہوگا اور ان تک ہماری رہنمائی کر سکتا ہوگا...''

انہوں نے کہا اور لاش کی طرف متوجہ ہو گئے ... نصیر جان کو بھی خنجر کا
وار کر کے قتل کیا گیا تھا ... اور شاید قاتل خنجر اپنے ساتھ لے گیا تھا ...
جائے واردات پر کوئی خنجر نہیں تھا ... نہ وہاں خون پھیلا ہوا تھا۔

''اس کا مطلب ہے ... اس بے چارے کو قتل کہیں اور کیا گیا ہے ...
وہاں سے اٹھا کر یہاں پھینک گئے ... اور غالب امکان ہے کہ اس کے
قاتل وہی دونوں ہیں یعنی جنہوں نے اسے اپنا بھائی ظاہر کیا تھا ...
میرا مطلب ہے... کبیر جان اور شمشیر جان۔''

''حیرت ہے ... بھائی نے بھائی کو مار ڈالا۔''

''ہاں بھئی اب یہ ان کے لیے ناکارہ تھا... پھر دولت کے حصہ داروں
میں سے اس طرح ایک کم ہوگیا ... اب زیادہ دولت حصے میں آئے گی۔''

''تب پھر کیا یہ کسی خزانے کا چکر ہے۔'' فرزانہ بول اٹھی۔

''ہاں! اس کا بہت بڑا امکان ہے۔''

لاش کی تصاویر لی جا چکی تھیں ... اور آس پاس کی تمام سمتوں سے
تصاویر بھی لی جا چکی تھیں ... اس وقت انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں کی

طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس شخص کی کہانی بھی عجیب ہے ... جب ہم اس سرائے نما مکان
میں گئے تو اس کے بھائی کبیر جان نے کئی جھوٹ بولے تھے ... غلط بیانیاں
کی تھیں ... میرے واپسی پر جب ہم سرائے میں گئے تھے تو یہ سب وہاں
سے جا چکے تھے، اس وقت سرائے کے بوڑھے مالک نے بتایا تھا کہ ان
لوگوں نے تو سرائے پر قبضہ کر لیا تھا ... اور یہ کہ یہ جرائم پیشہ قسم کے لوگ
تھے ... اب جب ہم اس پوری کہانی کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں کئی باتیں
بہت عجیب ملتی ہیں ... ۳۳۳ این اے نصیر آباد اسی زخمی شخص نے بتایا تھا ...
ورنہ ہم اس قلعہ نما مکان تک کیسے پہنچتے ... تو کیا اس وقت اس کی یادداشت
واپس آگئی تھی ...''

''ایسا ہی لگتا ہے ... اس نے یہ پتا بتایا اور اس کی یادداشت پھر غائب
ہو گئی لیکن اس کے بتائے ہوئے پتے سے یہ کیس اور زیادہ عجیب رخ سے
شروع ہو گیا ... ان تین میں سے ایک مکان میں سونے کی کرسیاں موجود
تھیں... اور تینوں مکان اندر سے ایک دوسرے سے سرنگ کے ذریعے ملے
ہوئے تھے ... جس سے ہم نے اندازہ لگایا کہ پرانے قلعہ نما مکان میں کوئی
بڑا خزانہ تھا ... اس خزانے کو پہلے ان دو نئے مکانوں میں منتقل کیا گیا ...
تا کہ وہاں سے مکان خالی کرنے کے بہانے سامان کے ساتھ خزانہ وہاں
سے لے آیا جائے ... ارے ہاں ... ہم نے اس پر تو غور کیا ہی نہیں۔''
یہ کہتے کہتے وہ چونک کر رک گئے۔

سب کی نظریں ان پر جم گئیں ... آخر فرزانہ نے پوچھا۔

"جی کیا مطلب ... ہم نے کس بات پر غور نہیں کیا ؟"

"اس پر کہ خزانہ وہاں سے نہ ملنے کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہم وہیں تہہ خانوں میں یا خفیہ کمروں میں اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہے ... دوسرا امکان یہ بھی ہے کہ خزانہ وہ پہلے ہی کہیں منتقل کر چکے ہوں۔"

"تو کیا آپ نے جان لیا ہے کہ خزانہ کہاں منتقل کیا گیا ہوگا یا کہاں منتقل کیا جا سکتا ہے۔" محمود نے جلدی سے پوچھا۔

"یہ کہنا تو خیر مناسب نہیں ہوگا کہ کیا میں نے جان لیا ہے ... ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کیا میں نے اندازہ لگا لیا ہے ... اس کا جواب میں یہی دوں گا کہ ہاں میں نے اندازہ لگا لیا ہے اور اب میں تمہیں بھی اندازہ لگانے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"واہ ابا جان ... دعوت بھی دی تو کس چیز کی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی شکر کرو ... دی تو دعوت ہی ہے نا۔" خان رحمان مسکرائے۔

"ہاں واقعی ! یا اللہ تیرا شکر ہے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"چلو پھر لکھو اپنا اندازہ ، خان رحمان اور پروفیسر صاحب آپ دونوں بھی لکھیں۔"

"لیکن بھئی ہمیں کیا پتا ... یہ جاسوسی چکر تم ہی جانو۔" خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

"ارے باپ رے ... یار جمشید ہم دونوں ایک شرط پر لکھیں گے۔"

پروفیسر داؤد بولے۔

"اچھا چلیں ! بتائیں۔"

"ہمارے اندازوں پر تم چاروں ہنسو گے نہیں۔"

"وعدہ کرتے ہیں ... نہیں ہنسیں گے۔" انہوں نے فوراً کہا۔

اب ان سب نے اپنی اپنی نوٹ بکوں میں لکھا کہ وہ لوگ خزانہ کہاں لے گئے ہیں ... جب سب لکھ چکے تو انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"سب سے پہلے پروفیسر صاحب اپنی نوٹ بک دکھائیں۔"

"یار ... تم مجھ سے کوئی سائنسی سوال پوچھ لیا کرو۔"

"جب سائنسی سوال کی باری آئے گی تو وہ آپ ہم سے پوچھیں گے۔"

"یونہی سہی۔"

"ہاں تو دکھائیں اپنی نوٹ بک۔"

انہوں نے اپنی نوٹ بک دے دی ... انہوں نے کھول کر پڑھی ... لکھا تھا : "ان لوگوں نے خزانہ وہاں سے منتقل کیا ہی نہیں ... خزانہ وہیں ہے۔"

"بہت خوب ! اندازہ برا نہیں ... خان رحمان اب تم دکھاؤ۔"

"مجھے تو جمشید تم معاف ہی کر دو۔" انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"معاف کیا ... لیکن نوٹ بک تو تمہیں دکھانی ہی ہوگی۔"

"تو معاف کرنے کی کیا ضرورت تھی جب دیکھے بغیر نہیں رہو گے۔"

خان رحمان نے برا سا منہ بنایا اور نوٹ بک نکال کر ان کے سامنے کر دی ... ان کا اندازہ بھی یہی تھا کہ خزانہ ابھی تک قلعہ نما مکان ہی میں ہے۔

اب باری آئی محمود، فاروق اور فرزانہ کی۔ انسپکٹر جمشید نے باری باری
ان کی نوٹ بکس کو بھی دیکھا اور پھر تینوں نوٹ بکس جیب میں رکھ لیں ...

"یہ کیا ابا جان! آپ نے تو نوٹ بکیں جیب میں رکھ لیں۔" محمود نے
حیران ہو کر کہا۔

"اس کے سوا چارہ بھی تو کوئی نہیں۔"

"جی کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ان نوٹ بکوں پر جو خیال لکھا ہے ... میں وہ سب کو
نہیں بتا سکتا۔"

"تو کیا جمشید ... ان تینوں نے ایک ہی بات لکھی۔"

"نہیں الگ الگ ... اور اس میں عجیب بات یہ ہے کہ میں نے بھی
نوٹ بک پر کچھ لکھا ہے ... میرا لکھا ہوا ان میں سے صرف ایک سے ملتا
ہے ... باقی سب کا جواب اور ہے ... ہم دو کا جواب ایک ہے۔"

"اور ہم میں سے وہ کون ہے ... جس نے آپ کے والا جواب لکھا
ہے۔" فاروق نے بے چینی کے عالم میں پوچھا۔

"ابھی یہ نہ پوچھو ... نہ میں اس وقت اس سوال کا جواب دوں گا۔"

"آپ کی مرضی۔" فاروق نے منہ بنایا اور وہ مسکرا کر رہ گئے۔

"میرا خیال ہے ہم قلعہ نما مکان کا جائزہ پوری تفصیل سے لے لیتے
ہیں تاکہ معلوم ہو جائے خزانہ اب بھی اس مکان میں موجود ہے یا نہیں۔"

تینوں مکان پہلے ہی پولیس اور خفیہ فورس کی نگرانی میں تھے ... اس کے

بعد وہ اندر داخل ہوئے ... سب سے پہلے خفیہ راستے تلاش کیے گئے ...
سرنگوں کا بھی پھر سے جائزہ لیا گیا ...

"سرنگوں سے تو انہوں نے صرف ادھر سے ادھر آنے جانے کا کام لیا
ہے ... اور سامان بھی پرانے مکان سے نئے مکانوں میں لایا گیا ہوگا ...
اصل سوال تو یہ ہے ... خزانہ کہاں ہے۔"

"مطلب یہ کہ اس قلعہ نما مکان میں ضرور کوئی خفیہ تہہ خانہ ہے اور مال
اس میں ہے۔"

"ہاں! میں تو یہی کہتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے ... اب ہم اس خزانہ کو تلاش کر کے رہیں گے ...
خفیہ جگہ تلاش کر کے رہیں گے۔"

"بسم اللہ کریں۔" محمود نے کہا۔

انہوں نے خفیہ جگہ کی تلاش شروع کر دی ... اس مکان کا نصف کچھ
اس طرح تھا ... صدر دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی ایک بہت بڑا
صحن تھا ... صحن کے عین درمیان میں ایک تالاب تھا ... اس تالاب کے
درمیان میں ایک فوارہ بنا ہوا تھا ... اس سے ظاہر تھا ... مکان کسی نواب کا
تھا یا کسی راجے مہاراجے کے وزیر کا رہا ہوگا ... صحن کے بعد تین طرف
کمرے تھے ... کمرے ہال نما تھے ... ہر کمرے کے ساتھ غسل خانہ تھا ...
ایک طرف ایک بڑا باورچی خانہ تھا ... ہر ہال میں دروازے کے سامنے
والی دیوار میں آتش دان تھے ... ظاہر ہے پرانے زمانے میں گیس نہیں ہوتی

تھی ... نہ گیس کے ہیٹر ... ان آتش دانوں میں لکڑیاں جلائی جاتی تھیں تاکہ سردی کی شدت سے محفوظ رہا جاسکے...

تہہ خانے کی تلاش کے سلسلے میں آج تک انہیں زیادہ کامیابی آتش دانوں کے ذریعے ہوئی تھی لہٰذا انہوں نے ان کمروں کے آتش دانوں کو اچھی طرح دیکھا لیکن راستہ نہ مل سکا ... اس کے بعد کمروں کی دیواروں کو چیک کیا ... دیواروں کے درمیانی جگہوں میں خفیہ جگہوں کے مکانات کا جائزہ لیا گیا ... غرض خوب اچھی طرح ٹھوک بجا کر خفیہ جگہ کو تلاش کیا گیا ... لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی ... آخر تھک ہار کر وہ باہر صحن میں آگئے ...

ان حالات میں فرزانہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آئی ...

''تم کہاں پہنچی ہوئی ہو۔'' محمود نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''میں ہوں تو یہیں لیکن خیالات مجھے کہیں دور لے گئے ہیں... خیر تم فکر نہ کرو... میں واپس آنے کی کوشش کرتی ہوں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''ہے کوئی تک۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''یہ ایک سوال ہے ... اس کا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ تک ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔'' فاروق بول اٹھا۔

''مگر تم سے کس نے پوچھا؟'' فرزانہ نے آنکھیں نکالیں۔

''اس وقت یہاں موجود سبھی لوگ گفتگو میں شریک ہیں۔''

''اوہ اچھا! مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔'' وہ چونک کر بولا۔

''اللہ کا شکر ہے تمہیں یہ بات معلوم نہیں تھی اگر ہوتی تو کیا ہوتا۔''

''میرا خیال ہے ... تم تینوں بالکل بیکار کی باتیں لے بیٹھے ہو جبکہ ان اوقات میں کام کی بات بھی ہوسکتی ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

''اچھی بات ہے، آپ فرمائیں ہم کیا بات کریں۔''

''بات ہو رہی تھی ... فرزانہ کن خیالات میں گم ہے اور اس نے واپس آنے کی بات کی تھی ... میں اس کی واپسی کا انتظار کر رہا ہوں ... فرزانہ کیا تم واپس آچکی ہو۔''

''جی ... ہاں ابا جان۔'' وہ مسکرائی۔

''بس تو پھر سناؤ ... کہاں کھوئی ہو۔''

''بس میں اس فوارے تک گئی تھی ... اس سے آگے نہیں جا سکی۔''

''اب اس بات کی کیا تک ہے ... میں اس فوارے تک گئی تھی اس سے آگے نہیں جا سکی ... حالانکہ محترمہ یہیں بیٹھی ہیں کہیں بھی نہیں گئیں۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''تو پھر فرزانہ۔'' انسپکٹر جمشید نے جیسے فاروق کی بات سنی ہی نہیں... اب تو اس نے اور محمود نے بھی چونک کر ان کی طرف دیکھا ... وہ حد درجے سنجیدہ نظر آئے۔

''میں نے کہا تو ہے ابا جان! میں اس فوارے سے آگے نہیں جا سکی۔''

''خوب خوب! بہت خوب۔'' انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا کہا آپ نے خوب خوب ... بہت خوب۔'' مارے حیرت کے محمود نے کہا۔

"میں نے ٹھیک کہا ہے ... ہاں فرزانہ کہو۔"

"ہمیں اس فوارے کو چیک کرنا ہوگا۔"

"بہت خوب فرزانہ ... شاباش۔"

"ارے اسے تو بیٹھے بٹھائے شاباش مل گئی۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

فرزانہ نے کوئی جواب نہ دیا ... آہستہ سے اٹھی اور ایک ایک قدم اٹھا کر فوارے کی طرف بڑھنے لگی ...

☆☆☆☆☆

تہہ خانہ

محمود، فاروق، پروفیسر داؤد اور خان رحمان اسے حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہے تھے جبکہ انسپکٹر جمشید کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ کھیل رہی تھی ... یہاں تک کہ فرزانہ فوارے کے پاس جا کر رک گئی ... اس نے فوارے کو چاروں طرف سے دیکھا ... وہ سنگ مرمر سے بنایا گیا تھا اور اب تک بالکل سفید تھا ... تروتازہ تھا ... یوں لگتا تھا جیسے آج ہی بنایا گیا ہو ... البتہ اس کے ارد گرد جو تالاب تھا وہ چونکہ بالکل خشک تھا اور ٹوٹ پھوٹ چکا تھا ... اس لیے اس میں کوئی نیا پن نہیں تھا ...

"اگر ہم اس فوارے کو اکھڑوا دیں ابا جان تو کیا خیال ہے۔"

"ٹھیک خیال ہے لیکن اس سے پہلے اسے گھما کے کیوں نہ دیکھیں۔"

"جی کیا کہا ... گھما کے۔" محمود اور فاروق کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! ہم اسے یعنی فوارے کو گھما کر دیکھ لیتے ہیں۔"

"اوہ ... اوہ۔" ان سب نے کہا۔

پھر انسپکٹر جمشید فوارے کی طرف بڑھ گئے ... انہوں نے اس کی گولائی کو پکڑ کر زور لگایا ... چند لمحے تک زور لگاتے رہے، پھر بولے۔

"یار خان رحمان ... تم بھی آؤ ... دونوں مل کر زور لگاتے ہیں۔"

"کیوں پاگل ہوئے ہو جمشید۔" خان رحمان ہنسے۔

"اس بات کو لکھ لو خان رحمان، اس مکان میں کہیں نہ کہیں کوئی خفیہ جگہ ضرور موجود ہے، اور وہاں وہ خزانہ موجود ہے یا تھا۔"

"اچھی بات ہے... میں بھی آجاتا ہوں۔"

اب وہ بھی فوارے سے جا لگے... اب دونوں نے مل کر زور لگایا۔

"ہم... میرا خیال ہے... یہ کچھ سرک رہا ہے۔" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"کیا!!!" وہ سب چلائے۔

"تب تو پھر ہم بھی آ کر زور لگاتے ہیں۔"

"ہاں آجاؤ۔"

وہ چاروں بھی فوارے پر آگئے... اب سب نے مل کر زور لگایا... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔" ارے یہ تو واقعی گھوم رہا ہے... لیکن بہت آہستہ۔"

"چلو کوئی بات نہیں... آہستہ ہی سہی۔"

وہ زور لگاتے رہے... فوارہ اب کسی پہیے کی طرح حرکت کر رہا تھا... یہاں تک کہ اس نے ایک چکر پورا کر لیا... اس کے ساتھ ہی انہیں ایک زور دار جھٹکا لگا اور ان کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔ تالاب میں سیڑھیاں نمودار ہو چکی تھیں... وہ ان سیڑھیوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے... جس بات کی انہیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی وہ ہو گئی تھی۔

"وہ مارا۔" آخر پروفیسر داؤد خوشی سے چلائے۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے... آخر ہم نے وہ خفیہ راستہ تلاش کر لیا ہے۔"

"لیکن ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" انسپکٹر جمشید فکر مندانہ انداز میں بولے۔

"جی کیا مطلب... کس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" فاروق نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"ہم نے تہہ خانے کا راستہ تلاش کر لیا ہے... اس میں شک نہیں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے اس تہہ خانے میں کیا ہے... کوئی خزانہ ہے یا خالی تہہ خانہ۔"

"تو اب نیچے چل کر دیکھ لیتے ہیں۔" انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

"ہاں! ٹھیک ہے۔"

"ویسے ایک بات میں اوپر ہی کہہ دیتا ہوں۔"

"اور وہ کیا ابا جان۔"

"یہ فوارہ تقسیم سے پہلے کے زمانے کا ہے... یہ بھی راجپوتوں کا بنایا ہوا... لگتا ہے یہاں کوئی بڑا جاگیردار یا نواب رہتا تھا... اس نے بہت زیادہ دولت جمع کر رکھی تھی... پھر جب تقسیم ہوئی اور ہمیں آزادی ملی تو کچھ لوگ دوسری طرف چلے گئے اور دوسری طرف کے بہت سے لوگ ادھر آگئے... نواب یا ان کی اولاد کو جب یہاں سے جانا پڑا تو وہ بہت فکر مند ہوئے... ان حالات میں اپنی دولت تو وہ ساتھ لے جا نہیں سکتے تھے... انہوں نے سوچا ساری دولت اس تہہ خانے میں محفوظ کر دی جائے... ان کے خیال میں کوئی اس تہہ خانے کا راستہ نہیں کھول سکتا تھا... اور بات تھی بھی... یہ تو اللہ کی مہربانی سے ہم نے تلاش کر لیا ہے... ورنہ کسی کا خیال

اس فوارے کی طرف نہیں گیا ہوگا ... یہاں سے جاتے ہوئے وہ اس مکان
کو ایسے ہی چھوڑ گئے ہوں گے ... پھر کسی مسلمان کو کلیم یعنی دعوے میں یہ
مکان مل گیا ہوگا ... کلیم کا مطلب یہ کہ جو لوگ دوسری طرف جائیدادیں
چھوڑ کر آئے تھے، وہ ان کے بدلے یہاں وہ جائیدادیں حاصل کر سکتے
تھے جو یہاں رہنے والے چھوڑ کر سرحد پار چلے گئے تھے ... لیکن ان لوگوں
کو اپنے خزانے کی وجہ سے چین کہاں آنا تھا ... اتنا بڑا خزانہ تھا کہ وہ اپنی
حکومت کے ذریعے بھی خزانہ حاصل کرنے کی درخواست نہ دے سکے کیونکہ
حکومت خود اس پر قبضہ کر لیتی یا تھوڑا بہت ان لوگوں کو دے دیتی، لہٰذا
انہوں نے سوچا کہ خفیہ طور پر اس خزانے کو اپنے ملک لے جائیں گے ...
اس منصوبے کے تحت انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ ادھر آ کر اس قلعہ نما مکان
کو خرید لیا ... کچھ عرصہ وہاں رہتے رہے ... پھر بڑا سا تالا لگا کر غائب
ہو گئے ... اب انہوں نے دائیں بائیں والے مکان خرید لیے ... اور یہاں
رہنا شروع کیا ... پھر اندر ہی اندر راستے بنائے گئے ... مکان کی مرمت
کے بہانے سیمنٹ ریت وغیرہ دائیں بائیں والے مکانوں میں ڈلوایا ہی جا
سکتا ہے ... خود ہی راستہ بناتے رہے ... اور آخر بنا لیا ... اب انہیں کرنا
یہ تھا کہ فوارے کے پیچھے موجود تہ خانے میں سے خزانہ نکال کر ان دائیں
بائیں والے مکانات میں جمع کرنا تھا اور مکان چھوڑنے کے بہانے سامان
سمیت یہاں سے غائب ہو جانا تھا ... یہ دونوں مکان سنا ہے ... کرائے
پر لیے گئے تھے ... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خرید لیے گئے ہوں اور بعد

میں انہوں نے بظاہر کرائے پر لیے ہوں... کرائے پر رہنے والا بھی ان کا
ساتھی ہی رہا ہوگا ... بہرحال جو بھی ہے... اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ یہاں
سے خزانہ منتقل کر چکے ہیں یا نہیں۔''

''آیئے پھر دیکھ لیتے ہیں۔''

وہ سب پہنچ جانے کے لیے بری طرح بے چین ہو چکے تھے جب کہ
انسپکٹر جمشید وہیں ٹھہر کر تفصیل سنانے لگ گئے تھے ... آخر وہ سیڑھیاں
اترنے لگے ... سیڑھیاں ختم ہونے پر انہیں کافی بڑا ہال نظر آیا ... انہوں
نے دیکھا ... وہ ہال بالکل خالی تھا... وہاں کچھ بھی نہیں تھا ... البتہ قدموں
کے نشان ضرور تھے ... جیسے کوئی مکان خالی کیا گیا ہو ... وہاں اس جیسے آثار
ضرور موجود تھے ...

''افسوس! وہ لوگ سارا خزانہ لے جانے میں کامیاب ہو چکے ... اور
ایسا انہوں نے پہلے ہی کر لیا تھا ... اب تو غالباً بچا کھچا مال لے جاتے
کے لیے یہاں آئے ہوئے تھے ورنہ اصل خزانہ پہلے ہی یہاں سے لے جا
چکے تھے۔'' انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے ...

''دھت تیرے کی ... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا اور سب مجرم بھی نکل گئے۔''

''مجرموں سے زیادہ فکر مجھے اس زخمی کی ہے ... اس بے چارے کو
ہلاک کرنے کی آخر کیا ضرورت تھی ... یہ بات اب تک میں نہیں سمجھ سکا۔''

''پھر اب کیا کریں۔''

''کرنا کیا ہے، گھر جائیں گے، اپنی ناکامی کی کہانی سب کو سنائیں

گے کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے۔'' انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

'' ہاں بھئی لیکن اس میں خاص بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں ان لوگوں کی مدد کئی خاص لوگوں نے کی ہے۔''

'' خاص لوگوں نے، کیا مطلب ہے آپ کا یعنی کن خاص لوگوں نے؟''

'' یہ تم بتاؤ گے۔'' وہ مسکرائے۔

'' کمال ہے، حیرت ہے، لیکن افسوس نہیں ہے۔'' فاروق نے جلدی کہا۔

'' اور یہ تینوں کیوں ہیں اور کیوں نہیں ہیں؟'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

'' میرا مطلب ہے ... اس کیس میں ابا جان ہم سے سوالات کرنے پر تلے ہوئے ہیں ... پہلے بھی کئی سوالات پوچھ چکے ہیں اور جوابات چٹوں پر لکھوا چکے ہیں ... اب یہ پھر پوچھ رہے ہیں ... گویا سوال کا جواب بھی ہمیں چٹوں پر لکھنا ہوگا ... کیوں ابا جان کیا خیال ہے۔''

'' ایسا کر لو تو اور بھی اچھا ہے۔'' انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

'' آپ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس کیس میں مجرموں کی کن خاص لوگوں نے مدد کی ہے۔''

'' ہاں!''

'' اچھی بات ہے ... ہم ذرا سوچ لیں۔ پھر اپنی اپنی نوٹ بک میں نام لکھیں گے ... یعنی جو نام ذہن میں آئیں گے ... وہ لکھ لیں گے۔''

'' بالکل ٹھیک۔''

وہ سوچ میں ڈوب گئے ... پھر جس کے جو نام ذہن میں آیا، اس نے وہ اپنی نوٹ بک میں لکھ لیا ... ادھر ان کی جیپ گھر کی طرف رواں دواں تھی: '' ہاں بھئی ... کس کس نے کیا کیا نام لکھا، یا لکھے۔'' انہوں نے پوچھا۔

'' میں نے اپنی نوٹ بک میں صرف ایک نام لکھا ہے ... ساگر راجا وکیل کا نام۔'' فرزانہ بولی۔

'' اوہ اچھا؟'' وہ چونکے۔

'' اور میں اپنی نوٹ بک فرزانہ کے سامنے رکھ کر کھول رہا ہوں۔''

'' کیوں! اس کی کیا ضرورت ہے۔'' فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

'' تم یہ نہ کہو ... میں نے تمہارا نام سن کر نام لے دیا ہے۔''

'' نہیں ہم جانتے ہیں ... ہم لوگ ایسا نہیں کرتے۔''

'' تو پھر میں نے بھی اپنی نوٹ بک میں یہی نام لکھا ہے۔''

'' بہت خوب ... محمود ... تم؟''

'' اور میں نے بھی۔''

'' اور جمشید ... میں نے اور خان رحمان نے کوئی نام نہیں لکھے ... کیونکہ ہم جاسوسی میں تم لوگوں کے کان نہیں کاٹ سکتے۔''

'' لیکن پروفیسر صاحب ... ہم نے کب کہا ہے آپ سے کہ آپ ہمارے کان کاٹیں۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا اور سب مسکرانے لگے ... پھر انہوں نے کہا۔

'' مطلب یہ کہ تم لوگ ایک ہی نتیجے پر پہنچے ہو ... میں نے بھی یہی

نتیجہ نکالا ہے۔"

"بہت خوب! مزہ آ گیا... لیکن ساگر راجا کا کہنا ہے کہ وہ ہمارے پاس ضمانت کے کاغذات لے کر نہیں آئے... اور یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ ان کا نام لے کر کوئی اور کاغذات لایا تھا... اور یہ بات درست ثابت ہو چکی ہے کیونکہ ہم ساگر راجا کے دفتر میں ان سے ملاقات کر چکے ہیں... ہم سے جو شخص ملا تھا... وہ ساگر راجا نہیں تھا۔"

"تب پھر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ساگر راجا بھی ان کا ساتھی ہے۔"

"ٹھیک ہے... ہم نہیں کہتے... لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شخص نے ساگر راجا کا نام کیوں اپنایا... آخر اس کے ذہن میں ساگر راجا کا نام کیوں آیا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہاں! یہ بات غور طلب ہے۔"

"اس کا اچھا حل یہ ہے کہ ہم ساگر راجا کی خفیہ طور پر نگرانی شروع کرا دیتے ہیں... ورنہ اس وقت تک مجرم اپنے خلاف ہر ثبوت مٹاتا چلا آیا ہے... اس نے کوئی ایسا فرد نہیں چھوڑا جس سے ہم معلومات کر سکیں... زخمی نصیر جان کو اس نے ہلاک کر دیا... مکرم خان اور اچھا گوٹیا بھی مارے گئے... زمرد شاہ کو بھی ہلاک کر دیا گیا... یعنی جس نے اپنی گاڑی میری جیپ سے ٹکرائی تھی... لے دے کے ساگر راجا باقی ہے... اور اس کا براہ راست کوئی تعلق نظر نہیں آتا... لیکن ہم اس کی نگرانی ضرور کرائیں گے۔"

"اس کے باوجود... یعنی اس کے باوجود کہ وہ کہیں دور بیٹھے مسکرا

رہے ہوں گے... ہم پر ہنس رہے ہوں گے... ہم ان کا سراغ لگا کر رہیں گے... انہیں نہیں چھوڑیں گے... کیونکہ۔" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"کیونکہ کیا۔"

"اتنا بڑا خزانہ آخر وہ کہاں چھپائیں گے... اسی خزانے کی وجہ سے پکڑے جائیں گے۔"

"اس کا امکان ہے... لیکن وہ کب پکڑے جاتے ہیں، اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"لیکن ابا جان! ہمیں کون سی جلدی ہے۔"

"کیوں نہیں بھئی ہمیں تو جلدی ہے... ہم مجرموں کو فوراً پکڑنا چاہتے ہیں... وہ خزانہ ان سے برآمد کرنا چاہتے ہیں ورنہ اس کا امکان ہے کہ جوں جوں دیر ہوتی جائے گی خزانہ ہم سے دور ہوتا جائے گا اور اسی طرح مجرم بھی دور ہوتے جائیں گے۔"

"بات تو آپ کی ٹھیک ہے... خیر ہم جلدی کیے لیتے ہیں... ہمارا کیا نقصان ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

انسپکٹر جمشید مسکرا دیے، پھر انہوں نے اکرام کے نمبر ملائے۔

"اکرام... ساگر راجا کو جانتے ہیں۔"

"وہی وکیل... جس کا نام ابھی سننے میں آیا۔"

"ہاں وہی... اس کی خفیہ طور پر نگرانی شروع کر دو... بہت ہی خفیہ... اسے ذرہ برابر شک نہ ہو۔"

"بہت بہتر ... لیکن سر! اس کیس سے اس کا کیا تعلق ... وہ تو نقلی ساگر راجا تھا ... جو اس کے نام سے آپ کو ملا تھا۔"

"سوال یہ ہے کہ آخر اس نے ساگر راجا کا نام ہی کیوں اختیار کیا۔"

"اوہ ... اوہ۔" مارے حیرت کے اکرام کے منہ سے نکلا ... پھر اس نے جوشیلے انداز میں کہا۔

"آپ مطمئن رہیں ... نہایت احتیاط سے اس کی نگرانی کی جائے گی۔"

"بس شکریہ!" وہ بولے اور فون بند کر دیا۔

عین اس لمحے ان کے فون کی گھنٹی بجنے لگی ... اسکرین پر فون کرنے والے کا نام دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے ...

☆☆☆☆☆

نگرانی

اسکرین پر ساگر راجا کا نام نظر آیا تھا ... انہوں نے فوراً بٹن دبا دیا ... دوسری طرف سے ساگر راجا کی آواز سنائی دی۔

"آپ انسپکٹر جمشید ہیں نا ... جو میرے پاس آئے تھے۔"

"ہاں ہاں ... فرمائیے۔" انہوں نے بے تاب ہو کر کہا۔

"مجھے اغوا کر لیا گیا ہے، وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہو اچھا ... کرائیں پھر بات، لیکن حیرت ہے ... آخر انہوں نے آپ کو کیوں اغوا کیا ہے۔"

"ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو۔"

"تو کیا آپ بتا سکتے ہیں ... آپ کو انہوں نے کہاں رکھا ہے۔"

"اسی لیے تو فون کر رہا ہوں۔" اس کے لہجے میں جوش تھا۔

"بتائیے پھر۔"

"یہ جگہ ... ج ..."

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون آف کر دیا گیا ...

"آپ تو اس کی نگرانی شروع کروا رہے تھے ... مجرموں نے اسے ہی غائب کر دیا۔"

"اس سے بھلا کیا بات ثابت ہوتی ہے۔" وہ مسکرائے۔

"یہ کہ ساگر راجا کا مجرموں سے کوئی تعلق نہیں۔"

"لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"جی کیا مطلب۔"

"وہ بہت چالاک ہیں... انہیں ہم لوگوں کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے لہٰذا اب انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ہم اس کی خفیہ نگرانی شروع کروانے والے ہیں... اس سے پہلے ہی اسے غائب کر دیا گیا... میرا مطلب ہے وہ خود ہی غائب ہو گیا۔"

"اوہ... اوہ۔" ان سب کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا...

"کیس نے اب ایک نئی کروٹ لی تھی۔"

ان کی نظریں انسپکٹر جمشید پر جم گئیں... ایسے میں محمود کہا۔

"اب آپ کیا کریں گے۔"

"کوشش... تلاش... انتھک جدوجہد۔" وہ مسکرائے۔

"جواب زبردست ہے... ویسے آپ ایکشن کیا لیں گے۔"

"دو تین راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب لیکن..." یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

"آپ لیکن کہہ کر مسکرائے ہیں... اس کا مطلب ہے کوئی خاص بات کہنا چاہتے ہیں۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"درست اندازہ لگایا۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"تو پھر فرمایئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن یہ کہ خفیہ فورس کے انچارج کو ان کے بارے میں کافی پہلے ہدایات دی جا چکی ہیں اکرام کو اب دی گئی تھیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اکرام کے نگرانی شروع کرنے سے پہلے ہی ساگر راجا غائب ہو گیا ہے لیکن خفیہ فورس کے کارکن کی نظروں سے بچ کر وہ نہیں جا سکا ہوگا۔"

"ویری گڈ... یہ ہوئی نہ بات۔"

"میں ابھی رپورٹ لیتا ہوں۔" انہوں نے خفیہ فورس کے انچارج کو فون کیا... فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی۔ "السلام علیکم۔"

"کیا رپورٹ ہے۔"

"ساگر راجا ہماری نظروں میں ہے سر... وہ اپنے گھر سے نکل کر ایک اور کوٹھی میں منتقل ہو گیا ہے، لیکن وہاں سے نہیں نکلا۔"

"اوہ اچھا... جونہی وہ وہاں سے نکلے... رپورٹ کرنا۔"

"آپ فکر نہ کریں سر... پوری طرح نگرانی ہو رہی ہے... ہماری نظروں سے بچ کر وہ کہیں نہیں جا سکتا۔"

"اس کے باوجود... نگرانی کا دائرہ بڑا رکھنا ہوگا... ہو سکتا ہے وہ اس گھر کے اندر سے کسی اور گھر میں منتقل ہو کر کہیں دور باہر نکلے اور ہم اس کے گھر کے آس پاس رہیں۔"

"اس کا بات کا خیال بھی رکھا گیا ہے سر لیکن آپ کی ہدایت کے بعد دائرہ اور بڑا کر دیتے ہیں۔"

'' ہاں یہ بہت ضروری ہے... کیونکہ اس کیس کا یہ آخری آدمی ہے... اگر یہ بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔''

'' مجھے امید ہے سر... ہم اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے اور جونہی یہ باہر نکلے گا، آپ کو خبر کر دیں گے۔'' نمبر ایک نے کہا۔

'' بس ٹھیک ہے... اب اطمینان ہو گیا۔''

اور پھر اس گفتگو کے تین گھنٹے بعد جب سورج غروب ہو چکا تھا... اور اندھیرا چھا چکا تھا... نمبر ایک کی طرف سے انہیں خبر ملی۔

'' سر! وہ ابھی ابھی اس کوٹھی سے ایک گاڑی میں نکلا ہے... یہ گاڑی وہ نہیں ہے... جس پر وہ یہاں آیا تھا۔''

'' اوہ! اس کا مطلب ہے اس کوٹھی والوں سے اس نے کار مانگی ہے اور اپنی کار وہ یہیں چھوڑے جا رہا ہے، یہ اچھی خبر ہے، بہت احتیاط سے اس کی نگرانی جاری رکھو، ہم آ رہے ہیں... فون بند نہ کرنا بلکہ اسپیکر بھی آن رکھو... میرا فون اور اسپیکر بھی آن ہے۔'' انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

'' بہت بہتر سر۔''

موبائل اسی حالت میں رکھتے ہوئے انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

'' آؤ بھی چلیں۔''

وہ اسی وقت خان رحمان کی گاڑی میں روانہ ہوئے... ایک بار پھر نمبر ایک سے بات کی گئی... اس نے سمت بتائی اور وہ اس سمت میں روانہ ہو گئے... آدھ گھنٹے بعد وہ بھی اسی سڑک پر سفر کر رہے تھے جس پر ان سے

آگے نمبر ایک تھا اور نمبر ایک سے آگے ساگر راجا تھا... اب ان پر جوش طاری ہو چکا تھا... ان کا سفر جاری رہا... پھر انہوں نے جان لیا کہ وہ شہر کے باہر آ گئے ہیں...

'' حیرت ہے، آخر یہ کہاں جا رہا ہے۔'' انہوں نے موبائل میں کہا۔

'' پپ پتا نہیں سر۔''

'' تم نے اطمینان کر لیا تھا نا... ہے تو یہ وہی ساگر راجا۔''

'' بالکل سر۔''

'' کچھ بھی ہو... لگتا ہے اب اس کیس کا اختتام ہونے والا ہے... اب تک یہ لوگ ہمیں خوب چکمے پر چکمہ دیتے چلے آئے ہیں... اب ہماری باری ہے۔''

ان کا سفر جاری رہا... نمبر ایک سے ان کا رابطہ مسلسل جاری تھا... ایسے میں انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔'' اوہو! ارے۔''

'' کیا ہوا سر۔'' نمبر ایک نے حیران ہو کر کہا... کیونکہ آگے وہ تھا... انسپکٹر جمشید تو اس سے پیچھے تھے... چونکنے والی بات اگر کوئی نظر آئی تھی تو وہ پہلے نمبر ایک کو نظر آنی چاہیے تھی... جب کہ چونکے تھے انسپکٹر جمشید۔

'' یہ سڑک تو وہی ہے... ارے باپ رے۔'' مارے حیرت کے پھر انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

'' کک... کون سی سڑک ابا جان۔''

'' وہ دیکھو... ہمارا سفر... میرا سفر... اسی سڑک سے شروع ہوا تھا یعنی

جب ہم اپنے سیر کے پروگرام پر نکلے تھے۔''

'' اوہ ... اوہ۔'' اب تو ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

'' مجھے بھی بتائیں سر۔'' نمبر ایک نے بے چین ہو کر کہا۔

'' دراصل یہ کیس سیر کے ایک پروگرام سے شروع ہوا تھا ... وہ بھی زبردستی کی سیر سے ... فاروق کا کہنا تھا بہت دن ہوگئے کسی سیر کے سفر میں ہماری گاڑی پنکچر نہیں ہوئی۔''

''یہ کیا بات ہوئی سر۔'' نمبر ایک نے حیران ہو کر کہا۔

'' اب تم جانتے تو ہو ان تینوں کو ... عجیب وغریب پروگرام ترتیب دیتے ہیں یہ لوگ۔''

''آپ کا مطلب ہے ... آپ پہلے اس سڑک پر آئے تھے۔''

''ہاں اور اس سڑک پر پہلی بار آئے تھے، ہمیں دراصل سالم کی پہاڑیوں تک جانا تھا اور ان تک جانے کے لیے یہی سڑک ہے۔''

'' جی ہاں سر یہ تو ہے۔'' اس نے فوراً کہا۔

''اور ہم سالم کی طرف جا رہے تھے کہ فاروق کی بات پوری ہوگئی۔''

''آپ کا مطلب ہے ... ٹائر پنکچر ہو گیا۔'' نمبر ایک ہنسا۔

'' ہاں اور وہیں سے مڑ کر ایک سرائے نما مکان نظر آیا ... بس ہم رات وہاں ٹھہر گئے کیونکہ اسی وقت تیز بارش شروع ہوگئی تھی اور اتنی تیز بارش میں ٹائر تبدیل کرنا کافی مشکل کام تھا، اس سے آسان ہمیں یہ نظر آیا کہ اس سرائے میں چلے گئے اور وہاں یہ سلسلہ شروع ہوگیا...''

'' سر! اس کی گاڑی نے رفتار پکڑ لی ہے ... ہمیں بھی اپنی گاڑیاں پوری رفتار پر چھوڑنی پڑ رہی ہے۔''

انسپکٹر جمشید نے بھی ایکسلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا ... گاڑی کی رفتار مزید تیز ہوگئی ... تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی، پھر نمبر ایک کی آواز سنائی دینے لگی ... '' سر ... اس نے اچانک کار روک لی ہے اور اتر کر درختوں کے درمیان چلا گیا ہے ... اس کا یہ اقدام بالکل اچانک ہے۔''

'' تب پھر تم اپنی گاڑی اس گاڑی سے آگے لے جا کر کچھ فاصلے پر روک لو ... ہم اس کی گاڑی سے کچھ فاصلے پر گاڑی روک لیں گے ... اس طرح اس کی کار ہمارے درمیان میں رہے گی۔''

'' اس کے بعد کیا کرنا ہے۔''

''ہم بھی اس طرف جائیں گے جس طرف وہ گیا ہے کہیں اس نے یہ بات محسوس نہ کر لی ہو کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے اور اس تعاقب سے بچنے کی اس نے یہ کوشش کی ہو۔''

''اوہ ہاں! اس بات کا امکان ہے ... ویسے میرا خیال تو یہی ہے کہ اسے تعاقب کا شبہ نہیں ہوا۔''

'' خیر کوئی بات نہیں ... اس کی کار کے پاس ہم تمہارے دو ماتحتوں کو چھوڑ جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے سر۔''

اور پھر وہ گاڑی سے اتر آئے ... اس جگہ سے کافی فاصلے پر سڑک کے

کنارے ایک کار نظر آئی تھی ۔۔۔ ظاہر ہے وہ ساگر راجا کی تھی ... وہ
سڑک پر اتر گئے ... آگے جا کر نمبر ایک اور اس کے ماتحت بھی سڑک سے
اتر گئے تھے ... اس طرح درختوں کے درمیان سے ہوتے ساگر راجا کو
تلاش کرنے لگے اور ایک دوسرے کی طرف بڑھتے لگے ...

'' فاروق کو کسی درخت پر چڑھ کر ساگر راجا کو تلاش کرنا ہوگا ... اگر وہ
ہاتھ سے نکل گیا تو یہ بات ہمارے حق میں بہت بری ثابت ہوگی۔''

'' ٹھیک ہے ابا جان۔'' فاروق نے کہا اور ایک اونچے درخت پر
چڑھنے لگا ... اوپر پہنچ کر اس نے جنگل کا جائزہ شروع کیا ... کافی دیر تک وہ
درختوں کی خاک چھانتا رہا... لیکن ساگر راجا اسے کہیں بھی نظر نہ آیا ...

''وہ کہیں نظر نہیں آ رہا ابا جان۔''

''نیچے اتر آؤ ... کچھ فاصلے پر جا کر کسی اور درخت سے جائزہ لو۔''

'' جی ... جی اچھا۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

'' کیوں ... گھبرا گئے۔'' محمود ہنسا۔

'' نہیں گھبرایا نہیں ... سوچ رہا ہوں یہ کیا ہوا ... وہ تو آرام سے
گاڑی میں چلا جا رہا تھا ... یہ اسے کیا سوجھی۔''

'' شاید اس نے واقعی یہ بھانپ لیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے ...
بس اسے اور تو کچھ نہ سوجھا ... گاڑی اچانک روک کر جنگل میں چلا گیا۔''

''اگر وہ نہ ملا تو ہمارے لیے مشکل ہو جائے گی۔'' خان رحمان بولے۔

'' اور میرا خیال ہے وہ کہیں نہیں جا سکے گا۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''وہ ... وہ کیسے جمشید۔''

'' آخر وہ پیدل کہاں تک جائے گا ... جنگل ہی جنگل میں سفر کرتے
ہوئے وہ کتنی دور نکل جائے گا بھلا جب کہ وہ اکیلا ہے ... اس لیے میرے
نزدیک اس کا یہ قدم احمقانہ ہے۔''

'' اگر وہ نکل جانے میں کامیاب ہوگیا تو پھر یہ قدم عقل مندانہ بھی
ثابت ہو سکتا ہے۔''

'' دیکھا جائے گا۔''

انہوں نے اپنی تلاش کا دائرہ بڑھا لیا ... اس کی کار کے پاس صرف
خان رحمان کو چھوڑ دیا گیا تھا اور وہ پوری طرح چوکس کھڑے تھے... اس
طرح کافی وقت گزر گیا... ساگر راجا انہیں کہیں نہ مل سکا ... آخر وہ پھر
سڑک کے کنارے آ گئے ... '' اب کیا کیا جائے۔''

'' مجھے ایک عجیب و غریب سا خیال آ رہا ہے... ساگر راجا آگے کی
بجائے پیچھے چلا گیا ہے ... اسی لیے وہ ہمیں نہیں مل سکا۔''

''آپ کا مطلب ہے ... واپس شہر کی طرف۔''

'' ہاں شاید ...ہم سب کا دھیان آگے کی طرف تھا ... اس لیے وہ شہر
کی طرف نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔''

'' ہو سکتا ہے اور نہیں بھی۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

'' سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔''

'' ہم شہر کی طرف نہیں جائیں گے ... آگے جائیں گے ... اس کی کار

ہم بیکار کیے جاتے ہیں یا پھر ہمارا کوئی ساتھی اس کار کو بھی پیچھے لے آئے۔''

''یہ زیادہ مناسب رہے گا۔'' محمود اور فاروق نے ایک ساتھ کہا۔

انہوں نے ماسٹر چابی سے ساگر راجا کی کار کا دروازہ کھول لیا... اور پھر ایک کارکن اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور قافلہ ایک بار چل پڑا...

جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے، ان پر ایک انجانا جوش سوار ہوتا جا رہا تھا اور ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ یہ جوش ان سب پر کیوں سوار ہوتا جا رہا ہے... پھر اچانک بات ان کی سمجھ میں آ گئی...

☆☆☆

وہ مقام

ان کی آنکھوں کے سامنے اچانک وہ مقام آ گیا تھا... جہاں ان کی گاڑی پنکچر ہوئی تھی... انہوں نے زوردار انداز میں بریک لگائے...

''لو بھئی... وہیں پہنچ گئے... جہاں سے چلے تھے۔''

''لیکن ابا جان! یہاں رک کر ہم کیا کریں گے۔''

''تو ساگر راجا پھر کہاں جا رہا تھا۔''

''کک... کیا مطلب؟'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''ساگر راجا یہیں آ رہا تھا یعنی اس سرائے میں لیکن اس نے بھانپ لیا تھا کہ ہم اس کے تعاقب میں ہیں... یا تو بھانپ لیا یا اسے کسی نے خبردار کر دیا کہ تمہارا تعاقب ہو رہا ہے لہٰذا اچانک گاڑی روک کر غائب ہو جاؤ... سو وہ غائب ہو گیا... گھوم گھما کر آئے گا وہ یہیں۔''

''لیکن کیوں ابا جان۔''

''اس لیے کہ ہم بھی تو یہیں آ گئے ہیں۔''

''یہ کیا جواب ہوا بھلا؟''

''مطلب یہ کہ اسے یہیں آنا تھا... اب بھی وہ یہیں آئے گا اور ہمیں بھی یہیں آنا تھا، اس لیے ہم یہیں آ گئے ہیں... اگر یہ بات اب بھی سمجھ

میں نہیں آئی تو ... میری نوٹ بک کا یہ صفحہ پڑھ لو۔'' یہ کہہ کر انہوں نے نوٹ بک کھول کر ان کے سامنے کر دی ... انہوں نے پڑھا ... اس پر لکھا تھا ...'' ہماری منزل ... اس کیس میں آخری منزل وہی سرائے ہے۔''

''اوہ ... اوہ ... تو آپ نے بھی یہ بات پہلے ہی جان لی تھی۔'' محمود نے کانپتی آواز میں کہا۔

''اور تم نے بھی کیوں بولا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اس لیے کہ میں نے بھی اپنی نوٹ بک میں یہی لکھا ہے۔'' محمود بولا۔

''ہائیں اچھا۔''

''اور میں نے بھی ابا جان۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''تب پھر میں کیوں پیچھے رہوں۔''

تینوں نے نوٹ بکیں کھول کر ان کے سامنے کر دیں ... انہوں نے الفاظ پڑھے پھر بولے: ''واہ ... بہت خوب! تم تو اب مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے نکلنے لگے ہو ... خیر ... خان رحمان اور پروفیسر صاحب ... آپ دونوں نے بھی نوٹ بکوں میں کچھ لکھا تھا یا نہیں۔''

''نہیں ہم ایسے سورما کہاں۔'' پروفیسر بولے۔

''سورما نہیں پروفیسر ... جاسوس ... جاسوس اور سورما میں فرق ہے۔''

''اچھا خان رحمان ... یہی سہی۔'' وہ مسکرائے۔

''ہاں یہ ہوئی نا بات۔''

''تو جمشید ... تم سب کا خیال یہ ہے کہ ہمارے مجرم اسی مقام پر چھپے

ہیں اور انہوں نے بوڑھے اور بڑھیا کو پھر سے قابو کر لیا ہے۔'' خان رحمان نے کہا۔

''یہ تو پتا نہیں ... ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ یہیں چھپے ہوئے ہیں۔''

''لیکن کیوں۔''

''پتا نہیں ... یہ جگہ انہیں اپنے لیے محفوظ نظر آئی ہو گی۔'' انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

''تو پھر چلتے ہیں ... یہاں تک آ گئے ہیں تو آگے تو جانا ہی ہو گا۔''

''ضرور جائیں گے لیکن ایسے نہیں ... ان لوگوں نے ہمیں خوب چکر دیے ہیں، بہت چالباز ہیں یہ لوگ ... احتیاط سے قدم اٹھانا ہو گا۔''

''تم کہتے ہو تو پھونک پھونک کر اٹھا لیں گے ... ہمارا کیا جاتا ہے۔'' پروفیسر داؤد بولے اور وہ مسکرا دیے۔

انسپکٹر جمشید نے اکرام کو فون کیا ... اسے ہدایات دیں ... پھر وہ درختوں کے درمیان گاڑی لے آئے ... سرائے اس جگہ سے بہت دور تھی ... پہلے بھی فاروق نے درخت پر چڑھ کر اسے دیکھا تھا لہٰذا انہوں نے فی الحال وہیں پڑاؤ ڈال دیا ... دو گھنٹے بعد جب اکرام اپنی ٹیم کو لے کر وہاں پہنچا تو رات ہو چکی تھی اور وہ چاہتے بھی یہی تھے ... رات سے پہلے سرائے پر چھاپہ مارنا نہیں چاہتے تھے ... جب اکرام نے پوری سرائے کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور انسپکٹر جمشید نے اس کے انتظامات کا جائزہ لے کر یہ جان لیا کہ بہت اچھی طرح سے سرائے کو گھیر لیا گیا ہے، تب انہوں نے

پیش قدمی شروع کی ... انہوں نے اپنا اسلحہ سنبھالا اور درختوں کی اوٹ لے کر بہت احتیاط سے آگے بڑھنے لگے...

سرائے کے دروازے پر بس ایک زیرو کا بلب جل رہا تھا... ورنہ پوری عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی ... احتیاط کی وجہ سے انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ صرف اشاروں میں بات کریں گے کیونکہ ہلکی سی آواز سے بھی معاملہ خراب ہو سکتا تھا... دشمن ان کی امیدوں سے بڑھ کر چالاک تھا... کیس کی ابتدا سے اگر انہیں یہ بات معلوم ہوتی کہ یہ کوئی عام نہیں گھاگ لوگ ہیں تو شاید معاملہ طول نہ کھینچتا لیکن شروع سے تو انہوں نے اس معاملے کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی تھی ... اس لیے بے خبری میں چوٹ پر چوٹ کھاتے چلے گئے ... اب وہ کوئی ذرہ بھر غلطی نہیں کرنا چاہتے تھے ... ان کے قدم آگے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ سرائے کے سامنے پہنچ گئے ... پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''ہم دستک دے کر انہیں چونکائیں گے نہیں ... میں کسی طرح سرائے کے اندر پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں، پھر اندر سے کوئی دروازہ کھولوں گا۔''

سب نے سر ہلا دیے ... انسپکٹر جمشید نے فوراً سرائے کے پچھلے حصے کا رخ کیا ... جب انہوں نے یہاں قیام کیا تھا تو انہوں نے سرائے کا چاروں طرف سے سرسری جائزہ لیا تھا ... یہ انہیں خیال نہیں تھا کہ پھر بھی یہاں کسی مقصد کے تحت آنا پڑے گا ... اس وقت تو انہوں نے اپنی عادت کے تحت بس یونہی نظر ڈال لی تھی لیکن اس وقت یہی چیز ان کے کام آ گئی

تھی... انہیں یاد آ گیا تھا کہ سرائے کے پچھلی طرف ایک اونچا درخت ہے ... اس کی شاخیں سرائے کی چھت پر آ رہی ہیں ... اب ان کا رخ اسی درخت کی طرف تھا... نزدیک پہنچ کر انہوں نے جوتے اتار کر کندھے سے لٹکائے اور پھر درخت پر چڑھ گئے ... وہ اوپر والی شاخوں تک پہنچ گئے تھے ... ان میں سے جو مضبوط اور موٹی شاخ چھت تک جاری تھی ... اس پر آ گئے اور اس کے ذریعے چھت کی طرف سرکنے لگے ... اس طرح آخر کار وہ سرائے کی چھت پر اتر گئے...

''اللہ کا شکر ہے۔'' انہوں نے دل میں کہا۔

پہلے انہوں نے چھت کا جائزہ لیا اور اس قدر دبے پاؤں چلے کہ ذرا بھی آہٹ نہ ہو سکی ... پوری چھت کا ایک چکر لگایا پھر زینے کے پاس آ کر رک گئے ... دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا لیکن دروازہ دوسری طرف سے بند تھا اور انہیں امید بھی یہی تھی کہ دروازہ بند ملے ... وہ پورا انتظام کر کے آئے تھے ... انہوں نے سوچ لیا تھا کہ اس مرتبہ ناکام نہیں ہوں گے ... اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس وقت فاروق کو درخت کے ذریعے بھیجا جاتا ... جب کہ آج انہوں نے یہ کام اپنے ذمے لیا تھا۔

انہوں نے جیب سے ریشم کی ڈوری نکالی ... اس میں ذرا ذرا سے فاصلے پر گرہیں لگی ہوئی تھیں ... اب انہوں نے منڈیر سے رسی باندھنے کی جگہ تلاش کی ... یہ کوئی نئے زمانے کی عمارت تو تھی نہیں کہ وہاں لوہے کی جال نما گرل لگی ہوتی ... پرانے زمانے کی لکڑی اور لوہے کی سلاخوں کا ایک

جنگلا ضرور لگا ہوا تھا ... انہوں نے اسی سے رسی باندھی اور نیچے لٹکا دی ... اب وہ اس کے ذریعے آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگے ... پھر جونہی ان کے قدم نیچے لگے کوئی چیز بہت زبردست طریقے سے ان کی ٹانگوں کے گرد لپٹتی چلی گئی ... انہیں اس کی ایک فیصد بھی امید نہیں تھی ... ایک لمحے کے اندر انہوں نے جان لیا کہ ان کی ٹانگوں کے گرد لپٹنے والی چیز رسی تھی ... ساتھ ہی رسی کو ایک زور دار جھٹکا لگا ... وہ اوندھے منہ گرے اور اس کے ساتھ ہی کئی آدمی ان پر ٹوٹ پڑے... انہوں نے پہلا وار ان کے سر پر کیا تھا ... ساتھ ہی ان کے بازو بہت مضبوطی سے پکڑ لیے گئے تھے ... بازوؤں کو قابو میں کرتے ہی ان کے سر پر زور دار وار ایک بار پھر کیا گیا ...

ان کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا ...

☆☆☆☆☆

صورتِ حال

''جہاں تک میرا خیال ہے ... اس وقت تک ابا جان کو سرائے کا کوئی دروازہ کھول دینا چاہیے تھا۔'' فاروق نے بہت دبی آواز میں سرگوشی کی ... اب وہ سب نزدیک کھڑے تھے کیونکہ جونہی دروازہ کھلتا، انہیں فوراً اندر داخل ہونا تھا۔

''تمہارے خیال کی کیا بات ہے جب کہ میرے خیال میں ابھی دروازہ کھلنے کا وقت نہیں ہوا ... پہلی بات ... انہیں درخت پر چڑھنا ہے، پھر اس شاخ پر آنا ہے جو انہیں چھت پر لے آئے ... کیا یہ کوئی آسان کام ہے ... اس میں وقت لگے گا، اس کے بعد چھت کا زینہ اگر بند ہوا تو ریشم کی ڈوری کے ذریعے نیچے اترنا ہے، ریشم کی ڈوری کے ذریعے نیچے اترنا آسان کام نہیں ... اس لیے جہاں تک میرا خیال ہے ... ابھی وہ اسی پر اتر رہے ہیں ... کچھ لمحات کے لیے اور انتظار کرو۔'' محمود نے اچھی خاصی تقریر جھاڑ دی۔

''میری رائے میں فاروق کا خیال درست ہے۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''کیا مطلب؟'' خان رحمان اور پروفیسر داؤد چونکے۔

''تو انکل اس میں چونکنے کی کیا بات ہے۔''

”اس میں چونکنے کی بات یہ ہے کہ اگر فاروق کا خیال ٹھیک ہے ... تب ہمارے لیے بات پریشانی والی ہے۔“

”لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ فاروق کا خیال غلط ہے۔“ محمود نے منہ بنایا۔

”ہم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں ، اگر ابا جان کے ساتھ کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تب بھی دیر ہونے کے سبب ہم حرکت میں آ سکتے ہیں۔“ فرزانہ نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

”لیکن ۔“ فاروق کے انداز میں پریشانی تھی۔

”ہاں ہاں کہو ،لیکن کے بعد اس طرح رک کیوں گئے ... جیسے نہ جانے کیا کہنے والے ہو ۔“

”سنو ... اگر اندر ابا جان پھنس گئے ہیں تو پھر یہ ہمارے لیے بہت زیادہ فکر مند ہو جانے والی بات ہے ۔“

”اوہ ہاں ! اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اندر موجود لوگ ہوشیار ہیں ... سوئے ہوئے نہیں ہیں اور وہ ہمارے استقبال کی تیاریاں کر چکے تھے ۔“

”یہی میں کہتا ہوں ... ابا جان کو اگر کچھ نہیں ہوا تب وہ دروازہ کھول ہی دیں گے لیکن کچھ دیر اور اسی طرح گزر گئی تب ہم اس بات پر یقین کر لیں گے کہ وہ پھنس گئے ہیں ... اب یہ سوچ لیا جائے کہ اس صورت میں ہمیں کیا کرنا ہے ۔“

”ضرورت تو اس کی ہے ۔“ خان رحمان ہاتھ ملتے ہوئے بولے۔

”انکل اکرام اور انکل نمبر ایک ۔“ محمود نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا۔

”ہم موجود ہیں اور ہمارے ماتحت بھی ۔“

”بس تو پھر اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم دروازے پر بہت زور دار انداز میں دستک دے دیں۔“

”ایسا کرنے سے پہلے ... میرا مطلب ہے ... آخر کار یہ تو کرنا ہی ہوگا ... کیوں نہ میں اور محمود اندر پہنچنے کی کوشش کر ڈالیں ۔“ فاروق بولا۔

”یہ بے وقوفی نہیں کرنی چاہیے ... اگر جمشید اندر پھنس گیا ہے تو ہم کیا چیز ہیں ... لہٰذا فرزانہ والی ترکیب پر ہی اب عمل کرنا پڑے گا ۔“

”اچھی بات ہے یونہی سہی ... آیئے پھر اس عمارت کو تو گھیر لیں ۔“

”یہ کام کیا جا چکا ہے اور اگر اس سرائے کے نیچے کوئی لمبی سرنگ نہیں ہے جو یہاں سے کہیں دور جا کر نکلے تو یہ لوگ کہیں نہیں جا سکیں گے ۔“

”میرا خیال ہے ... سرائے کے نیچے سرنگ نہیں ہے ۔“ محمود نے کہا۔

”یہ بات تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو ۔“ فرزانہ نے اسے گھورا۔

”میں نے یہ بات یقین سے نہیں کہی ... خیال ظاہر کیا ہے اور وہ اس لیے کہ اس کے نیچے سرنگ ہوتی تو سرائے کا مالک یعنی وہ بوڑھا ، ہمیں یہ بات بتا چکا ہوتا۔“

”ہاں واقعی ... یہ بات بھی ہے ... آیئے چلیں۔“ ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے تیر کی طرح دروازے کی طرف دوڑ لگا دی ... دوسرے ہی لمحے ... وہ دیوانوں کی طرح دروازہ دھڑا دھڑا رہی تھی ... خود اس کے تمام ساتھی حیرت زدہ رہ گئے کہ یہ اچانک اسے کیا ہو گیا... لیکن بہر حال اب تو

دروازے پر دستک دی جا چکی تھی ... لہٰذا سب دروازے کی طرف لپکے ...
ادھر فرزانہ دروازہ دھڑا دھڑا کر یک دم رک گئی ... کیونکہ کھولنے کا انتظار تو
کرنا ہی تھا ... چند سیکنڈ گزر گئے ... مارے بے چینی کے ان کا برا حال تھا
... پھر فرزانہ ایک بار پھر دروازے پر ٹوٹ پڑی۔ نہ جانے کیوں اس پر
ایک عجب دیوانگی سی طاری ہو چکی تھی۔ عین اسی وقت پروفیسر داؤد کی ٹھہری
ہوئی آواز ابھری: ''فرزانہ ... صبر سے کام لو ... اللہ پر بھروسہ رکھو۔''
فرزانہ کے بدن کو ایک جھٹکا لگا ... سب کو یوں لگا جیسے وہ اپنے ہوش
میں آ گئی ہو ... اس کے ہاتھ رک گئے اور وہ خالی خالی نظروں سے ان کی
طرف ٹکر ٹکر دیکھنے لگی۔

... دروازہ کھولنے اب بھی کوئی نہیں آیا تھا ... ان کی بے چینی میں لمحہ
بہ لمحہ اضافہ ہو رہا تھا ... جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو خان رحمان نے کہا۔
''یہ دروازہ اس طرح نہیں کھلے گا ... اسے ہمیں خود ہی کھولنا ہوگا۔''
''ورنہ توڑنا ہوگا ...'' پروفیسر داؤد نے ماتھے پر آیا پسینہ پونچھ کر کہا۔
''اسے توڑنا آسان کام نہیں ... بہت مضبوط لکڑی کا ہے جس میں لوہے
کے بھاری پتے لگے ہوئے ہیں۔'' خان رحمان کے ماتھے پر لکیریں تھیں۔
''کوشش کریں گے ... پھر دیکھا جائے گا۔'' اکرام نے جیسے اعلان کیا۔
اکرام اور اس کے ماتحت فوری طور پر حرکت میں آ گئے ... اکرام کے
بازوؤں میں تو جیسے کسی نے بجلیاں بھر دی تھیں ... انہوں نے اس سے پہلے
اکرام کو اتنے جوش میں کبھی نہیں دیکھا تھا ... وہ پوری مہارت سے دروازے

پر رائفل کے بٹ مار رہا تھا ... اس کے ماتحت بھی اپنا پورا زور صرف کر
رہے تھے ... اور بالآخر دروازہ ان کی ہمت اور حوصلے کے سامنے ٹھہر نہ سکا
... انہیں محسوس ہوا جیسے دروازے کے قدم اکھڑ رہے ہوں ... اور آخر
پندرہ منٹ کی جان توڑ کوشش کے بعد دروازہ کھل گیا ... وہ اندر داخل ہو
گئے ... اور پھر دھک سے رہ گئے ... پہلے ہی کمرے میں بلکہ کہنا چاہیے ...
صدر دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی کھلے صحن کے درمیان میں سرائے کا
مالک بوڑھا اور اس کی بیوی رسیوں سے بندھے پڑے تھے ... ان کے منہ
پر بھی کپڑا باندھا گیا تھا تاکہ وہ چیخ چلا بھی نہ سکیں ... ہاتھ کمر پر باندھے
گئے تھے اور دونوں پیر بھی ... اس طرح وہ دونوں گٹھڑ بنے پڑے تھے ...
''اُف ... وہ لوگ ایک بار پھر نکل گئے ... لیکن ابا جان کہاں ہیں۔''
''پہلے انہیں کھولنا چاہیے ... یہ دونوں بتا سکیں گے۔'' یہ کہہ کر محمود نے
جوتے سے اپنا چاقو نکال لیا ... اور رسیاں کاٹ دیں ... منہ بھی کھول دیے
اور بوڑھا اور بڑھیا دونوں ایک ساتھ بول اٹھے۔
''اُف یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے ... آپ لوگوں کا شکریہ ... آپ
نے ہمیں رہائی تو دلائی۔''
''لیکن ہمارے ابا جان کہاں ہیں۔''
''ہم نہیں جانتے کہ وہ کون تھے ... لیکن چھت سے کوئی اندر آیا تھا اور
اس پر انہوں نے قابو پا لیا تھا ... انہیں اندازہ تھا کہ کچھ لوگ اندر داخل
ہوتے ہی چھت کا راستہ اختیار کریں گے ... اس لیے وہ پہلے ہی تیار تھے

... اندر اندھیرا کر رکھا تھا ... ہمیں وہ پہلے ہی باندھ چکے تھے گویا فرار کی تمام تیاریاں مکمل تھیں ... بس اتنا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی آمد سے پہلے نہیں بھاگ سکے ... کوشش ان کی یہی تھی۔''

''وہ بھاگ کیسے گئے ... سرائے کے گرد تو ہمارا گھیرا ہے۔''

''یہ مجھے معلوم نہیں ... انہوں نے کوئی راستہ بنا رکھا ہے ... بس اس راستے سے نکل گئے۔''

''اوہ ... اوہ ... یہ بہت برا ہوا ... ارے ہاں ! یہ آپ نے کیا کہا کہ ان کی کوشش یہ تھی کہ ہمارے آنے سے پہلے یہاں سے نکل جائیں ... لیکن نکل نہیں سکے ... آخر کیوں نہیں نکل سکے۔''

''ان کا کوئی ایک ساتھی لیٹ پہنچا تھا، وہ اس کا انتظار کرتے رہے ... اس کے بغیر جا نہیں سکتے تھے ... شاید یہ وجہ رہی ہو۔'' بوڑھا کہتا چلا گیا۔

انہیں ساگر راجا کا خیال آ گیا ... وہ واقعی دیر سے پہنچا تھا کیونکہ وہ جو اس کے راستے میں آ گئے تھے۔

''تو کیا وہ ہمارے ابا جان کو بھی ساتھ لے گئے۔''

''اگر چھت کی طرف سے آنے والے آپ کے ابا جان تھے تو ان لوگوں نے انہیں بے ہوش کر دیا تھا ... اب مجھے معلوم نہیں کہ یہاں سے نکلتے وقت انہوں نے ان کے ساتھ کیا کیا۔''

''اوہ ! ہمیں فکر دراصل ان ہی کی ہے ... یہ آپ کی سرائے ہے ... اس میں کوئی خفیہ جگہ ہے تو اس بارے میں تو آپ کو علم ہونا چاہیے نہ کہ

انہیں ... یہ سرائے آپ کی ہے یا نہیں۔'' فرزانہ نے ان کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''آپ لوگ شاید بھول گئے۔'' بوڑھا مسکرایا'' میں نے بتایا تھا کہ ان لوگوں نے میری سرائے پر باقاعدہ قبضہ کر لیا تھا ... اس وقت میں اور میری بیوی تو بالکل بے بس ہو گئے تھے ... بس انہی دنوں خفیہ راستہ بنایا ہو گا۔''

''آپ کا نام نور جان ہے نا ...''

''جی ہاں ... آپ پہلے جب آئے تھے تو میں نے بتایا تھا۔''

''اوہ ہاں ! شاید ہم پہلے آپ کا نام پوچھ چکے ہیں۔''

''ہم آپ کی سرائے کی تلاشی لیں گے ... تلاشی کا یہ کام ہم صحن سے کیوں نہ شروع کریں ... ابا جان پہلے صحن میں اترے ہوں گے۔''

''ہاں بالکل ... بلکہ پہلے اوپر چلتے ہیں ... چھت کا جائزہ لیتے ہیں۔''

انہوں نے سر ہلا دیئے اور چھت پر آ گئے ...

''یہاں جنگلے کے پاس ابا جان کے جوتوں کے نشانات موجود ہیں ... ان کے جوتوں کے نشانات بھی ہیں جنھوں نے جنگلے سے رسی کھولی ہو گی۔''

''ہم صحن میں ان نشانات کو دیکھ لیتے ہیں ... ان کا رخ صحن سے کس طرف ہے ... یہ دیکھنا ہو گا۔''

انہوں نے ان نشانات کو محفوظ کر لیا ... جنگلے کا جائزہ لیا ... وہاں رسی باندھنے کے نشانات موجود تھے ...

''بس ٹھیک ہے ... ابا جان رسی کے ذریعے نیچے اترے تھے ... آیئے۔''

نیچے آ کر صحن کا بغور جائزہ لیا گیا ... فرش پختہ تھا ... لیکن گرد آلود نہیں تھا ... اس کے باوجود جوتوں کے نشانات وہاں موجود تھے ... انہوں نے غور سے ان کو دیکھا ... نشانات کا رخ سرائے کے اندرونی حصے کی طرف تھا ... فرش پر کسی کے گھسیٹے جانے کے نشانات بھی تھے ... اگرچہ ان نشانات کو مٹانے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن پھر بھی آثار رہ گئے تھے ... نشانات کے ذریعے وہ اندر آ گئے ... نورجان نے اس وقت کہا تھا ...

"میں یہیں موجود ہوں صحن میں ... میری ضرورت ہو تو آواز دے دیجیے گا ... کیونکہ کوئی بھولا بھٹکا مسافر آ جاتا ہے ... ہمارے چار پیسے بن جاتے ہیں۔"

"اس وقت تو سرائے پولیس کے گھیرے میں ہے ... کون آئے گا ... لوگ باہر سے ہی واپس چلے جائیں گے ... خیر ٹھیک ہے ... آپ تھک چکے ہوں گے ... یہیں ٹھہریں۔"

پھر وہ نشانات کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے ... یہاں تک کہ سرائے کی چار دیواری کے پاس پہنچ گئے ... نشانات یہاں بھی موجود تھے لیکن اس کے بعد وہ کہاں چلے گئے ... اس کا اندازہ نہ ہو سکا ... البتہ ساتھ ہی ایک دروازہ بھی نظر آ رہا تھا۔

"تم دیکھ رہے ہو محمود۔" فرزانہ نے بڑبڑاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں دیکھ رہا ہوں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آنکھیں دی ہیں۔"

"اللہ کا شکر، ہاں تو کیا دیکھ رہے ہو۔" فرزانہ نے بھی مسکرا کر کہا۔

"یہ کہ جوتوں کے نشانات دیوار کے پاس آ کر رک گئے ہیں ... یہاں سے واپس نہیں مڑے اور یہ دیوار سرائے کا آخری حصہ ہے ... یہاں سرائے کی حد ختم ہوتی ہے ... یہاں ایک دروازہ بھی ہے ... اس میں ہم تالا لگا ہوا دیکھ رہے ہیں ... تو کیا ان لوگوں کے پاس اس تالے کی چابی رہی ہوگی ... اس صورت میں اس تالے کو کھول کر سرائے سے باہر جا سکتے تھے ... لیکن ہم سرائے کے چاروں طرف موجود تھے ... اس طرف سے نکلتے ہوئے ہم نے انہیں نہیں دیکھا ... دیوار تک آنے والے لوگ واپس بھی نہیں گئے ... ایسا ہوتا تو ان جوتوں کے نشانات یہاں سے واپس مڑتے نظر نہیں آتے ... آخر اس کا کیا مطلب ہے۔"

"اس کا مطلب تو پھر یہی ہے کہ وہ اس تالے کو کھول کر باہر نکل گئے۔" خان رحمان نے فوراً کہا۔

"جی نہیں انکل ... باہر انکل اکرام اور انکل نمبر ایک کے لوگ موجود تھے ... ان کے ہوتے ہوئے اس دروازے سے تو کم از کم وہ لوگ نکل نہیں سکتے تھے۔"

"تب پھر ...؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"تب پھر دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں ... یا تو اس جگہ کوئی خفیہ راستہ موجود ہے ... وہ اس میں سے ہو کر کہیں دور جا نکلے ... یا پھر ..." محمود کہتے کہتے رک گیا۔

"یا پھر کیا؟"

"یا پھر ... وہ عمارت ہی میں موجود ہیں۔"

"ہمیں مزید سوچ لینا چاہیے ... یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ ہیں کہاں۔"

"ٹھیک ہے ... جوتوں کے نشانات عجیب سوالیہ نشان بنا رہے ہیں ...
اگر وہ لوگ اس سرائے سے باہر نکل گئے ہیں تو یہاں پائے جانے والے
جوتوں کے نشانات دروازے پر نہیں ہیں تو یہاں سے جوتے کے نشانات
واپس جاتے ہوئے کیوں نظر نہیں آ رہے ... یہ ایک بہت اہم سوال ہے...
لہٰذا پہلے تو نور جان سے اس تالے کی چابی لائی جائے ورنہ ہمیں باہر نکل کر
چکر لگا کر اس جگہ تک آنا ہوگا۔"

"میں چابی لے آتا ہوں۔" محمود نے کہا اور سرائے کے ہال کی طرف
چلا گیا... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں چابیوں کا ایک
گچھا تھا... اس نے کئی چابیاں لگائیں... آخر ایک سے تالا کھل ہی گیا
... اور وہ سرائے سے باہر آ گئے... باہر آتے وقت اس بات کا خیال رکھا
تھا کہ نشانات نہ خراب ہونے پائیں... دروازے کے دوسری طرف
انہوں نے غور سے زمین کا جائزہ لیا اور پھر بری طرح چونک اٹھے...
اس جگہ زمین نرم تھی... اور اس زمین پر کوئی نشان نہیں تھا... انہوں
نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا...

"یہ کیا... یہاں تو سرے سے کوئی نشان نہیں۔"

"بس تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ لوگ اس طرف سے نہیں نکلے۔"

"اور اگر وہ اس طرف سے نہیں نکلے اور ابا جان بھی غائب ہیں تو پھر

اس سرائے کے نیچے کوئی تہہ خانہ ہے اور وہ لوگ ابا جان کے ساتھ اس تہہ
خانے میں موجود ہیں۔"

"اس طرف کی نگرانی بہت ضروری ہے، کہیں ہاتھ نہ ملتے رہ جائیں۔"

"ہم نے پوری طرح عمارت کو گھیرے میں لے رکھا ہے... محاورے
کی زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ کوئی پرندہ بھی نظر آئے بغیر باہر نہیں آ سکتا۔"
اکرام نے جواب دیا... وہ ان کو باہر نکلتے دیکھ کر نزدیک آ گیا تھا۔

"محاورے کی زبان میں بات کرنے کا شکریہ انکل۔" فاروق مسکرایا۔

"آپ ہمارے ساتھ رہیں اور انکل نمبر 1 باہر رہیں گے۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے... ضرورت بھی اسی کی ہے... لیکن سوال تو
یہ ہے تم کرو گے کیا... مجرم تو اب بھی نظروں سے اوجھل ہیں۔"

"انکل! جب ہم ابتدا میں یہاں آئے تھے، اس وقت بھی ہمیں ایک
عجیب سا احساس ہوا تھا اور اب بھی وہ باقی ہے۔"

"اور وہ احساس کیا ہے... ذرا میں بھی تو سنوں۔"

"یہ کہ ہم شروع سے اس سرائے میں بے وقوف بنتے رہے ہیں۔"

"ہائیں یہ کیا بات ہوئی... جب اندازہ تھا تو بے وقوف بننے کی کیا
ضرورت تھی۔" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"ضرورت نہیں تھی... ہمارے مہربانوں کو ہمیں بے وقوف بنانے کی
ضرورت تھی۔ لیکن اب ہم نے مزید بیوقوف نہ بننے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"یہ بہت اچھا فیصلہ ہے۔"

سرائے کے اندر اب محمود، فاروق، فرزانہ، پروفیسر داؤد، خان رحمان اور اکرام کے علاوہ صرف سرائے کا مالک نور جان اور اس کی بیوی موجود تھے... باقی تمام افراد سرائے کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔

اب وہ ایک بار پھر سرائے کے صحن میں آ گئے۔ انہیں دیکھتے ہی نور جان بول اٹھا۔ "کیا رہا جناب... آپ کے ساتھی ملے۔"

"وہی رہا جو رہنا چاہیے تھا۔"

"کیا مطلب... یہ کیا جواب ہوا۔"

"یہ وہی جواب ہوا... جو ہونا چاہیے تھا۔"

"یہ کیا... آپ لوگ عجیب عجیب باتیں کر رہے ہیں۔"

"ہم ابھی غریب غریب باتیں بھی کریں گے۔"

"کیا مطلب... یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔"

"ویسے یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ لوگوں نے ہمیں خوب چکر دیے..."

"بلکہ ہمیں گھن چکر بنا کر رکھ دیا..." فاروق نے ٹکڑا لگایا۔

"لیکن اب ہم مزید چکر میں نہیں آئیں گے۔"

"معاف کیجئے گا... میں کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہا۔" نور جان بولا۔

"نور جان صاحب... بس اب بہت ہوگیا... ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا ہے..."

"ارے جناب... میں تو خود ہی ظلم کا شکار بنا رہا ہوں... لوگ سچ ہی کہتے ہیں... یہاں کی پولیس بھی مظلوموں پر ہی ظلم کے پہاڑ توڑتی ہے۔"

"ہم بے بس اور کمزور ہیں... اب آپ کو وہ ظالم نہیں ملے تو آپ نے ہمیں ہی دھمکانا شروع کر دیا۔" نور جان کی بیوی زور سے چلائی۔

"رہنے دو نیک بخت... مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ یہ لوگ بھی ان ہی بدمعاشوں کے ساتھی ہیں اور یہ سارا چکر ہماری حویلی... ہماری سرائے پر قبضہ کرنے کا ہے... اب یہ ہمیں اپنے ساتھی کے اغوا کے الزام میں گرفتار کریں گے... ہم بڈھے بڑھیا کہاں سے اپنے لیے وکیل کریں گے... ظاہر ہے کہ اس بڑھاپے میں ہم یہ سب نہیں کر پائیں گے... ہمیں سزا دلوا کر جیل میں سڑا دیئے جائے گا... وہیں ہم مرکھپ جائیں گے اور پھر یہ لوگ اس جائیداد کے جعلی کاغذات بنوا کر اس پر قبضہ کر لیں گے اور ان پولیس والوں کو ان کا حصہ دے کر فارغ کر دیں گے۔" نور جان تیز لہجے میں کہتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔

وہ سناٹے میں آ گئے... نور جان نے ان پر نہایت سنگین الزام لگا دیا تھا... اگر وہ یہ بیان کسی اخباری نمائندے کو دے بیٹھتا تو اپنی عمر اور بزرگی کی بنا پر میڈیا کی نظروں میں مظلوم قرار پاتا... اور وہ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ پاتے... لیکن انہیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا... سوال انسپکٹر جمشید کی بازیابی کا بھی تھا... ان کی زندگی کا تھا...

سارا حساب کتاب ایک ہی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اس عمارت میں کوئی خفیہ کمرہ یا تہہ خانہ یا پھر کوئی سرنگ تھی... جس میں تمام مجرم چھپے ہوئے تھے یا اس کی مدد سے فرار ہوئے تھے... اور اس سرنگ یا تہہ خانے

کی موجودگی کا بالکل صاف مطلب یہ تھا کہ جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ نور جان اور اس کی بیوی کی مدد سے ہو رہا تھا ... کیونکہ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ اس تہہ خانے یا کسی سرنگ کے وجود سے واقف نہ ہوں ... یہ البتہ ممکن تھا کہ وہ سرنگ یا تہہ خانے سے واقف ہوتے لیکن جرائم سے ان کا تعلق نہ ہوتا ... لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ خفیہ راستے تک بھی ان کی رہنمائی کرنے کو تیار نہ تھے۔ وقت کم تھا اسی لیے جو کچھ بھی کرنا تھا ... فوراً ہی کرنا تھا ...

اسی وقت محمود نے اکرام کو کوئی اشارہ کیا ... وہ چونک اٹھا اور پھر اس کا ہاتھ ہولسٹر کی طرف رینگ گیا۔ دوسرے ہی لمحے ریوالور اکرام کے ہاتھ میں نظر آیا: '' یہ دیکھ رہے ہیں آپ مسٹر نورجان ؟'' محمود نے اکرام کے ریوالور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

'' ہاں ! یہ ریوالور ہے تو پھر ... کیا میں اتنا بھی نہیں جانتا۔''

'' تب پھر آپ کو یہ بھی پتا ہے اس عمارت میں تہہ خانہ کہاں ہے۔''

'' آپ کی بھی وہی مثال ہے ... وہی مرغے کی ایک ٹانگ ...''

'' مثال تو خیر پھر آپ کی بھی ہے ... اور وہ یہ کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ...''

'' میرے شوہر کے ساتھ گستاخی کی سزا جانتے ہو ...'' بوڑھی عورت زور سے چیخی ... اس کے لہجے سے انہیں لگا کہ وہ کسی تاریخی ڈرامے میں کسی ظالم ملکہ یا شہزادی کی آواز سن رہے ہوں ... انہوں نے چونک کر اس کی طرفِ دیکھا ... وہ شعلہ بار نظروں سے ان کو گھور رہی تھی۔ اور پھر دوسرا ہی

لمحہ چونکا دینے والا تھا جب نورجان کے منہ سے نکلا:

'' آپ خاموش رہیئے مہارانی ... ہمیں بات کرنے دیجئے۔'' یہ کہہ کر وہ چند لمحے خاموش کھڑا رہا ... پھر جیسے اسے ایک جھٹکا لگا اور وہ بولا:

'' دیکھئے جناب ... ہم غریب سے لوگ ہیں ... ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیجئے ... ہم آپ کا احسان ہمیشہ یاد رکھیں گے ...''

وہ گھٹنوں کے بل ان کے سامنے دو زانو ہوگیا اور دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ بوڑھی عورت اس وقت بھی تن کر کھڑی ہوئی تھی ... اس کے چہرے پر شاہانہ جاہ و جلال امڈ آیا تھا ... یہ دیکھ کر فرزانہ کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ محمود اور فاروق کی نظریں نورجان پر جمی ہوئی تھیں جس کی آنکھوں سے آنسو امڈ آئے تھے ... ایک لمحے کیلئے انہیں اس پر ترس بھی آیا ... لیکن وہ کیا کرتے ... وہ جانتے تھے کہ یہی وہ واحد ثبوت ہے جس کے ذریعے وہ انسپکٹر جمشید اور پھر مجرموں تک پہنچ سکتے تھے۔

صرف اکرام ایسا تھا جو اس کی آہ و زاری سے متاثر نظر نہیں آ رہا تھا ... ظاہر کہ ایسے منظر دن رات اس کی نظروں سے گزرتے تھے جب مجرم رو پیٹ کر اسے اپنی بے گناہی کا یقین دلا رہے ہوتے تھے۔

اچانک اکرام تیزی کے ساتھ آگے بڑھا اور اس نے نور جان کو اٹھا کر اپنے دائیں کندھے پر ڈال لیا ... پھر اسی حالت میں وہ زینے کی جانب لپکا نور جان چیختا ہی رہ گیا ... نورجان کی بیوی اور وہ سب اس کے پیچھے دوڑے ... ادھر اکرام دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا چند لمحوں میں چھت پر جا

پہنچا ... اس کے انداز میں دیوانگی کے آثار تھے ... چھت پر پہنچ کر وہ منڈیر
کی طرف بڑھا اور نورجان کو اتار کر منڈیر سے نیچے لٹکا دیا ... اس نے
صرف ایک ہاتھ سے اسے تھام رکھا تھا ... یہ دیکھ کر ان کی چیخیں نکل گئیں
... نورجان کی بیوی کی حالت دیکھنے کے قابل تھی ... وہ بری طرح چیخ رہی
تھی ... چلا رہی تھی ... اس کی آوازیں سن کر نیچے موجود پولیس والے اور
خفیہ فورس والے اوپر دیکھنے لگے ... نورجان کی چیخیں بھی آسمان سے باتیں
کر رہی تھیں ... نورجان کی بیوی اکرام کے نزدیک جانے کی بھرپور کوشش کر
رہی تھی لیکن فرزانہ نے اس کو ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہ دیا تھا ...

'' ہاں اب بتاؤ ... تہہ خانہ کہاں ہے ... سرنگ کا راستہ کہاں ہے ...
انسپکٹر جمشید کہاں ہیں ... میں تین تک گنتی گنوں گا ... اگر نہ بتایا تو نیچے گرا
دوں گا ...''

پھر اس نے نورجان کے جواب کا انتظار کیے بغیر گنتی شروع کر دی:

'' ایک ... دو ... تین ...'' تین کہتے ہی ایک لرزہ خیز چیخ فضا میں لہراتی
چلی گئی۔ ادھر محمود، فاروق، فرزانہ اور پروفیسر داؤد کی بھی چیخیں نکل گئیں۔

اکرام نے نورجان کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ چالیس فٹ کی اونچائی
سے نیچے گر رہا تھا ...

نورجان کی بیوی کی چیخ انتہائی لرزہ خیز تھی ... وہ جہاں کھڑی تھی اور
جیسے کھڑی تھی اسی پوزیشن میں دھپ سے بیٹھ گئی تھی ... اس کی آنکھیں خوف
کی زیادتی سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں ... چہرے پر دہشت طاری تھی ... اور

حلق سے عجیب عجیب سی بے معنی آوازیں نکل رہی تھیں۔ ادھر اکرام کے
چہرے پر ایک سفاکانہ مسکراہٹ تھی ... اسے دیکھ کر ان تینوں کے جسم میں
خوف کی لہر دوڑ گئی ... پھر اس نے قہقہہ لگایا:

'' انسپکٹر جمشید کو نقصان پہنچانے والے کا یہی انجام ہوگا ... ہاں تو مہارانی
صاحبہ ... یہی کہا تھا نا تمہارے مرحوم شوہر نورجان نے ... جس کی لاش نیچے
ہڈیوں کے ڈھیر کی صورت میں پڑی ہے ... اب بتاؤ کہ جب تمہارا شوہر ہی
نہیں رہا تو اس بڑھاپے میں تم اس ڈھیر ساری دولت کا کیا کرو گی ... جس
کو حاصل کرنے کے لیے تم نے کئی لوگوں کی جانیں بھی لے ڈالیں ...''

بوڑھی عورت کچھ نہ بولی ... اس کی آنکھیں جیسے ایک ہی جگہ ٹک کر رہ
گئی تھیں ... اور آنسو پلکوں پر اٹکے ہوئے تھے ... پھر اس نے آہستہ آہستہ
کہنا شروع کیا:

'' یہ دولت، یہ خزانہ، یہ سونے کا انبار نہ جانے کتنوں کو کھائے گا ...
میں نے کہا تھا نور جان سے ... کہ بھول جاؤ ... اس خزانے کے چکر میں نہ
پڑو ... خزانے پر ناگ پہرا دیتے ہیں ... ڈس لیتے ہیں ... لیکن اس نے
میری ایک نہ سنی ... اور آج ناگ نے اسے ہی ڈس لیا ... اس کی جان لے
لی ... اب میرے لیے زندگی بیکار ہے ... نہ جانے کیسے ان گناہوں کا کفارہ
ادا ہوگا ... مجھے میرے شوہر کی لاش کے پاس لے چلو ...'' وہ زمین سے
اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ اس لمحے اسے اس پر بے تحاشہ ترس آیا
... محمود اور فاروق بھی گم سم سے تھے ... غالباً انہیں اکرام سے ایسی امید نہ

تھی ...

'' ہم آپ کو نورجان کی لاش کے پاس لے جائیں گے لیکن آپ سوچئے کہ جو صدمہ آپ کو اپنے شوہر کی موت کا ہوا ہے ویسا ہی ہمیں انسپکٹر جمشید کی گمشدگی کا بھی ہوا ہے ... کیا آپ لوگوں کا ارادہ نہیں تھا ان کو مار ڈالنے کا ... اب شاید اسی طرح آپ کے گناہوں کی تلافی ہو جائے اگر آپ ہمیں تہہ خانے کا راستہ بتا دیں ... ''

بوڑھی عورت کچھ دیر خالی خالی آنکھوں سے اکرام کی طرف دیکھتی رہی ... پھر بولی: '' ٹھیک ہے ... آؤ میرے ساتھ ... بیٹی تم مجھے سہارا دے دو ... میری ٹانگوں میں تو جیسے جان ہی نہیں رہی ... '' یہ کہتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی ... محمود فاروق فرزانہ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے۔

پھر وہ اسے سہارا دے کر نیچے لائے ... اس دوران بھی سسکیاں لیتی رہی ... لیکن اکرام ذرا بھی متاثر نظر نہیں آ رہا تھا ... شاید وہ ان باتوں کا عادی تھا ... آج پہلی بار انہوں نے اکرام کا یہ روپ دیکھا تھا ... اور جو انہیں قدرے بھیانک لگا تھا ...

وہ انہیں لے کر تھکے قدموں سے باورچی خانے میں آئی۔

'' اندر آجاؤ ... '' یہ کہتے ہوئے وہ باورچی خانے میں داخل ہوگئی ... اس کے پیچھے ہی وہ بھی اندر داخل ہو گئے ... یہ کمرہ کوئی چھوٹا کمرہ نہیں تھا ... کافی بڑا تھا ... اس میں کھانے پکانے کا بہت سامان ذخیرہ کیا ہوا تھا ... ان لوگوں نے پوری سرائے کا جائزہ ضرور لیا تھا لیکن باورچی خانے کی

طرف تو ان کا دھیان تک نہیں گیا تھا ... اس کے بتانے پر سامان ہٹایا گیا ... انہوں نے دیکھا ... باورچی خانے کے فرش میں ایک چوکور سوراخ تھا ... اس کے نیچے لوہے کی ایک سیڑھی لگی ہوئی تھی۔

اسی وقت باورچی خانے کے دروازے کی طرف سے ایک عجیب سی آواز آئی ... وہ چونک کر مڑے ... اور پھر ان کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

○

دروازے پر اکرام کے دو ماتحت ایک شخص کے ساتھ کھڑے نظر آئے ... اور وہ کوئی اور نہیں ... نورجان تھا ...

'' یہ ... یہ کیا ... انکل اکرام ... '' فرزانہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

دوسری طرف نورجان کی بیوی کے جسم میں جیسے کرنٹ سا دوڑ گیا ... کہاں اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے اور اس کے لیے چلنا محال ہو رہا تھا اور کہاں وہ دوڑ کر اپنے شوہر سے لپٹ گئی ... البتہ رونے کی رفتار میں اب مزید تیزی آ گئی تھی ... یہ اور بات ہے کہ پہلے کا رونا غم کے سبب تھا اور اب خوشی کی زیادتی کے سبب ...

دراصل جس وقت اکرام نے اسے منڈیر پر سے لٹکایا تھا تو ساتھ ہی نظر بچا کر اپنے دو ماتحتوں کو خفیہ طور پر آگے آنے کا اشارہ کیا ... وہ لپک کر عین اس جگہ پہنچ گئے جہاں اوپر اکرام نے نورجان کو لٹکا رکھا تھا ... اس طرح نورجان زمین پر گرنے کی بجائے ان کے بازوؤں میں جھول کر رہ گیا

تھا اور اسے ایک خراش تک نہ آئی تھی۔

ان سب نے حیران ہو کر اکرام کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

"مان گئے انکل اکرام ... آج تو آپ نے کمال ہی کر دیا۔"

"ہائیں ... تو کیا اب تک نہیں مانتے رہے تھے۔"

"نن ... نہیں ... میرا مطلب تھا کہ آپ کی ترکیب کام کر گئی۔"

"چلو اب تہہ خانے کی سیر کریں ..."

ادھر نورجان کی بیوی اس سے کہہ رہی تھی:

"میں نے ان لوگوں کو تہہ خانے کا راستہ بتا دیا ہے۔"

"اچھا کیا مہارانی ... موت کو آج میں نے بے حد نزدیک سے دیکھا ہے ... پوری دنیا کی دولت بھی ہمیں موت سے نہیں بچا سکتی ... پھر یہ دولت کس کام کی ... یہ لوگ چاہتے تو مجھے ہلاک بھی کر سکتے تھے لیکن اب میں جان گیا ہوں کہ یہ لوگ بلاوجہ کسی کی جان نہیں لے سکتے ... یہ دیکھو ... ان لوگوں نے مجھے بھی مرنے نہیں دیا ... حالانکہ ہم نے انہیں کس قدر پریشان کیا تھا ..."

"لیکن اب ہمیں نیچے جانا ہوگا ..." نورجان کی بیوی نے کہا۔

"تو نیچے چلنے کا وقت ہو گیا ہے۔" نورجان سپاٹ لہجے میں بولا۔

"ہاں ... ورنہ کہیں وہ لوگ ہمارے بغیر ہی نہ نکل جائیں۔"

"اوہ! تو فرار کا پروگرام تھا ..." خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں ... لیکن اب نہیں ..."

"مہارانی؟ نورجان یہ تمہاری ملکہ ہے۔" خان رحمان پوچھ ہی بیٹھے۔

"جی ہاں جناب ... اب جلدی کریں ورنہ نیچے انسپکٹر جمشید کا گلا کاٹ دیا جائے گا۔" نورجان کی بلند آواز سنائی دی۔

"کیا ؟؟؟" وہ چلائے اور سیڑھیوں کی طرف دوڑے۔

"ایک منٹ جناب ... آپ سے ایک درخواست ہے ..."

"درخواست ... کیسی درخواست ..."

"آپ لوگ اندر اس طرح چلیں گے جیسے ہم آپ کو پستول کے زور پر لے جا رہے ہوں ... اگر نیچے والوں کو شک ہو گیا کہ ہم آپ کے ساتھ مل گئے ہیں تو وہ ہمیں بھی مار ڈالیں گے۔"

"ٹھیک ہے نورجان ... ہم ایسا ہی کریں گے۔" خان رحمان بولے۔

"شکریہ جناب ... اب جلدی کریں ... اور یاد رہے نیچے میں دکھاوے کے لیے آپ کا دشمن ہوں ..."

اور انہوں نے محسوس کیا ... اس کی آواز یک لخت بدل گئی تھی۔ اس آواز میں ایک رعب تھا ایک دبدبہ تھا ...

☆☆☆☆☆

مبارک

"تمہاری آواز کو کیا ہوا نور جان۔"

"تم کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، تم نیچے اترنے کی کرو، جتنی دیر لگاؤ گے، انسپکٹر جمشید کو اتنی زیادہ تکلیف پہنچاؤ گے کیونکہ اس وقت اس کی جان مشکل میں ہے۔" نور جان تیزی کے ساتھ کہتا چلا گیا۔ اس نے یہیں سے اپنی دشمنی کی ایکٹنگ شروع کر دی تھی... اس لئے اب وہ انہیں آپ کی جگہ تم کہہ کر مخاطب کر رہا تھا...

اب وہ ان سب سے آگے تھا اور اس کی بیوی ان کے پیچھے آ رہی تھی۔ نہ جانے کیوں فرزانہ کچھ بے چین سی نظر آ رہی تھی... شاید اس کو شک تھا کہ کہیں نورجان اور اس کی بیوی نیچے جا کر پلٹا نہ کھا جائیں۔

"اوہ... نن نہیں۔" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور پھر وہ سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

"مبارک ہو انسپکٹر جمشید، تمہاری مصیبت ختم ہوئی... اب تم اچھی طرح سانس لے سکتے ہو، اب یہی تہہ خانہ تم سب کی قبر بنے گا... اجتماعی قبر۔"

تہہ خانے میں قدم رکھتے ہی ایک آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"میں انسپکٹر جمشید کے باقی ساتھیوں کو بھی لے آیا ہوں... لیکن ہمارے باقی ساتھی کہاں ہیں RK..." نور جان نے تحکمانہ لہجے میں ادھر ادھر دیکھتے

ہوئے پوچھا۔

"مہاراج... وہ سب سرنگ کے اندر ہیں اور ہمارا انتظار کر رہے ہیں... اور اب اس تہہ خانے کو ان کی اجتماعی قبر بنا کر ہم بھی نکل جائیں گے اور کسی دور دراز کے شہر میں جا کر اپنا نیا اڈہ قائم کریں گے... رہا ان کا سوال تو ان مچھروں کے لیے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں... فکر نہ کریں۔"

وہ چکرا کر رہ گئے تھے... نور جان کو مہاراج کے نام سے پکارا گیا تھا۔

"اور سونا، ہیرے جواہرات..." نورجان نے پوچھا۔

"وہ سرنگ میں پہنچا دیے گئے ہیں... اور اب آپ اور میں مل کر سونے کو، خزانے کو، اپنے ساتھ لے جائیں گے... اور ہاں آپ کو مبارک ہو... نور جان عرف مہاراج... آخر کار آپ اپنا آبائی خزانہ حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔"

الفاظ ختم ہونے کے ساتھ ہی ایک شخص ان کے سامنے آ گیا... انہوں نے یہ الفاظ کہنے والے کی طرف دیکھا... اس شخص کے ہاتھ میں انسپکٹر جمشید کی گردن تھی... اور اس نے ان کی گردن اس قدر آسانی سے پکڑ رکھی تھی جیسے کوئی طاقت ور آدمی کسی ننھے سے بچے کی گردن پکڑ لے اور وہ کچھ بھی نہ کر سکے... انہوں نے حیران ہو کر اس شخص کی طرف دیکھا... وہ حیرت زدہ رہ گئے کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں اتنا لمبا چوڑا آدمی کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"ابا جان..." فرزانہ پوری قوت سے چلائی۔

"یہ تم نے ہمارے ابا جان کو اس طرح کیوں پکڑ رکھا ہے ... انہیں چھوڑ دو ... ویسے ہم جانتے ہیں... تم اتنے طاقتور نہیں کہ آسانی سے ہمارے ابا جان کو شکست دے دو ... انہیں ضرور کسی چیز سے بے ہوش اور بے بس کیا گیا ہے۔" محمود غصے کے عالم میں مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"اچھا یہ بات ہے تو یہ لو ... پہلے میں تمہاری چٹنی بناتا ہوں... اسے پھر پکڑ لوں گا ... یہ کہاں بھاگا جا رہا ہے۔"

"ہمارے ابا جان کے بارے میں تمیز سے بات کرو۔" فاروق غرایا۔

"میں اپنے اس دشمن کے لیے تمیز کا لہجہ کیوں اختیار کروں۔" اس نے بھنا کر کہا... اور انسپکٹر جمشید کی گردن کو چھوڑ دیا ... وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح گرے اور ساکت ہو گئے بلکہ ہو گئے کیا ... ساکت تو وہ پہلے ہی تھے۔

"ارے باپ رے ... تم انسان ہو یا بجلی کے کھمبے۔"

"ہا ہا ہا!!"

"میرا خیال ہے ... ہمارے ملک میں سب سے لمبے آدمی کا قد آٹھ فٹ تھا ... وہ بیچارہ بھی اللہ کو پیارا ہوا ... وہ ہمارے ملک کا سب سے لمبا آدمی تھا اور تم نو فٹ کے لگ بھگ ہو ... مگر نہیں ... تم ہمارے ملک کے نہیں ہو سکتے۔" محمود نے پریقین لہجے میں کہا۔

"تمہیں جو نتیجہ نکالنا ہے، نکال لو ... میں تمہارے ملک کا ہوں یا نہیں، تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میں بہرحال تمہارا دشمن ہوں۔"

انہوں نے فوراً ادھر ادھر بھاگ کر پوزیشن سنبھال لی۔

"اس کی کیا ضرورت ہے ... تم اس کو روکتے کیوں نہیں ہو نور جان عرف مہاراج۔" پروفیسر داؤد نے یہ کہہ کر کڑوا سا منہ بنایا۔

"بھلا یہ مجھے کیوں روکنے لگے ... شاید تم جانتے نہیں ... ہم سب مہاراج اور مہارانی کے حکم کے بندے ہیں ... یہ سارا مال و دولت، ہیرے جواہرات انہی کی ملکیت ہیں .. ہمارا کام تو اس دولت کو شمالی سرحد کے پار پہنچانا ہے ... جس کا ہمیں ان سے بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے۔"

اس دوران نور جان اور اس کی بیوی بالکل خاموش کھڑے تھے ... RK کی باتوں کا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا ... معاملہ نہایت نازک تھا ... اس لیے وہ غالباً وہ احتیاط سے کام لے رہے تھے ... کوئی تو بات تھی ... ورنہ ان کے لیے یہ کہنا کیا مشکل تھا کہ اب وہ ان کے دشمن نہیں ... شاید نور جان عرف مہاراج کو یہ خدشہ رہا ہوگا کہ اگر انہوں نے یہ کہا کہ اب یہ خزانہ یہیں رہے گا تو کہیں RK انسپکٹر جمشید ٹیم کے ساتھ انہیں بھی ختم کر دے اور خزانہ لے کر نو دو گیارہ ہو جائے۔ دوسری طرف RK پروفیسر داؤد کی بات کے جواب میں کہہ رہا تھا:

"کس کی کیا ضرورت ہے۔" RK نے ہنس کر پوچھا۔

"لڑنے بھڑنے، چوٹ کھانے کی، جو دشمن گڑ کھلانے سے مر سکتا ہو، اس کے لیے اپنی جان مشکل میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔"

یہ کہتے ہی انہوں نے ایک ننھی سی شیشے کی گیند ہاتھ میں لے لی۔

"اس طرح یہ ہمیں بزدلی کا طعنہ دیں گے۔" محمود نے فوراً کہا۔

''انہوں نے بھی تو پہلے جمشید کے مقابلے میں بزدلی دکھائی ہے ... ورنہ جمشید اور ان کے قابو میں آ جاتے۔''

''ایسی بھی کوئی بات نہیں۔'' RK ہنسا۔

''اچھا بھلا بتاؤ ... تم نے ان پر کیسے قابو پا لیا تھا۔''

''آنکڑے جیسی چیز سے۔''

''کیا !!!'' وہ ایک ساتھ چلا کر بولے ... ان کے منہ کھلے کے کھلے اور آنکھیں پھٹی پھٹی کی رہ گئیں۔

''تم نے RK سے ٹکر لی ہے ... مذاق نہیں ہے۔''

''RK ... اس جیسے تو نہ جانے کتنے نام ہوں گے۔''

''بس میرا نام RK ہے ... زیرو ... انہیں آنکڑا دکھا دو۔''

یہ الفاظ اس نے ایک بالکل تنک منک سے اور چھوٹے قد کے آدمی سے کہی تھی ... اس کا رنگ بھی بیماروں جیسا تھا۔

''کیا نام لیا ... زیرو۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں زیرو ہے اس کا نام ... دیکھ نہیں رہے کتنا دبلا پتلا ہے بے چارہ اور کس قدر ننھا منا بھی ... اس کا نام زیرو ہے۔''

دبلا پتلا زیرو ... اس تہہ خانے کے ایک دور دراز کونے کی طرف جا چکا تھا ... اور اس کی طرف تاریکی تھی ... انہوں نے دیکھا، زیرو تاریکی میں گم ہو گیا تھا گویا وہ کوئی چھوٹی سی جگہ نہیں تھی، تاریک جگہ بھی کافی لمبی چوڑی تھی ... جلد ہی وہ واپس آتا نظر آیا ... اس کے ہاتھوں میں رسی تھی اور

اس کے ایک سرے سے کوئی چیز لٹک رہی تھی ... جب وہ نزدیک آیا تو اس نے دیکھا ... اس کے سرے سے واقعی آنکڑا لٹک رہا تھا ... وہ منور علی خان کے آنکڑے جیسا ہی تھا ...

''کیوں؟ ... ہے نا ویسا ہی۔''

''ہم پہلے اپنے ابا جان کو ہوش میں لانا چاہتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے تم انہیں ہوش میں لے آؤ، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' اس نے کندھے اچکائے۔ یہ سن کر پروفیسر داؤد آگے بڑھے ... انہوں نے جیب سے ایک عجیب چھوٹی سی شیشی نکالی اور اس کا ڈھکنا اتار کر ان کی ناک سے لگا دیا ... فوراً ہی ان کے جسم کو جھٹکے لگنے لگے اور آخر انہوں نے آنکھیں کھول دیں ... چند سیکنڈ تک وہ حیرت زدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھتے رہے پھر ایک ایک کے چہرے پر نظر جما کر دیکھنے لگے ... شاید ان کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا ... آخر ان کے ہونٹ ہلے ... ''مم ... میں۔''

''ابا جان۔'' تینوں درد بھرے انداز میں چلائے اور ان کی طرف دوڑ پڑے ... ان کی آواز کو سن کر ان کے جسم کو ایک اور جھٹکا لگا ... اور ان کی نظریں ان پر جم گئیں۔ ''یہ ... یہ تم ہو محمود، فاروق اور فرزانہ۔''

''اللہ کا شکر ہے ... آپ نے ہمیں پہچانا تو۔''

''اور جمشید ... ہم بھی موجود ہیں۔'' پروفیسر داؤد بے اختیار بولے۔

''ہاں میں دیکھ رہا ہوں ... خان رحمان بھی ہیں بلکہ اکرام بھی۔''

''جی ہاں! یہ سب کیا ہے ابا جان ... آپ تو سرائے میں اترنے کے

لیے چھت پر گئے تھے۔''

ہاں ... لیکن یہ پوری طرح ہوشیار تھے ... یہ جانتے تھے کہ ہم یہاں پہنچ جائیں گے کہ یہ سرائے ہمارا اڈا ہے اور نور جان اور اس کی بیوی بھی دراصل ان کے ہی ساتھی ہیں... لہٰذا پہلے ہی تیار تھے ... اور پھر ان لوگوں نے مجھے ایک انجکشن بھی دیا تھا ... یہ ... یہاں پر۔'' انہوں نے اپنے بازو پر سرنج کا نشان بھی دکھایا ... '' یہ حالت اسی انجکشن کی وجہ سے ہوئی۔''

''لیکن کیسے ابا جان ! ان لوگوں نے آپ پر کیسے قابو پالیا۔''

'' جونہی میرے پاؤں زمین سے لگے ... میری ٹانگوں کے گرد منور علی خان کے آنکڑے جیسی رسی لپٹتی چلی گئی ... نیچے تاریکی میرے لیے تھی ... جب کہ یہ کسی قدر دیکھ سکتے تھے اور پہلے سے آنکڑا اٹھا رہے تھے ... ادھر رسی میری ٹانگوں سے لپٹی ، ادھر اس شخص نے یعنی اس لیے آدمی نے رسی کو جھٹکا دیا، بس میں اوندھے منہ گرا اور مجھ پر پھر کتنے ہی آدمی ٹوٹ پڑے ... ادھر میری ٹانگیں بندھی ہوئی تھیں ... ادھر ان لوگوں نے بازو قابو میں کر لیے پھر سرنج کے ذریعے کوئی چیز بازو میں انجکٹ کر دی ... ان حالات میں بھلا میں کیا کر سکتا تھا۔''

''اوہ ... اب بات سمجھ میں آئی۔''

'' چلو شکر کرو آ گئی ... اب میرے ہاتھوں مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

''لیکن ... اس سے پہلے یہ بتا دو ... اپنے ساتھی کو کیوں مارا؟''

''وہ یہ سمجھا کہ ہم اسے تم لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلے گئے ہیں

... جب کہ ایسا ہرگز نہیں تھا ... یہ اور بات ہے کہ ہمیں واپس لوٹنے میں دیر ہوگئی ... کیونکہ ہم تم لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے تھے ... مہارانی نے تم لوگوں کو پہچان لیا تھا اور ہمیں تم لوگوں سے خبردار رہنے کی ہدایت دی تھی ... لیکن اس دوران ہمارے ساتھی نے شاید ہم سے بدلہ لینے کی غرض سے تمہیں نصیر آباد والے قلعہ نما مکان کا اشارہ دے دیا ... پھر بھی جب ہم اسے واپس لے آئے تو اس نے خود ہمیں بتایا کہ وہ تم لوگوں کو نصیر آباد والے مکان کا پتا اشارتاً بتا چکا ہے ... پھر ہمارے پاس کوئی چارہ نہ تھا سوائے اس کے، کہ ہم اسے مار ڈالتے ورنہ تم اس تک کسی بھی طرح جا پہنچتے اور اس کے ذریعے ہم تک۔''

''اس کا مطلب یہ کہ اس کی یادداشت نہیں کھوئی تھی۔''

''نہیں ... وہ یادداشت کھو جانے کا ڈھونگ رچا رہا تھا۔''

''کیا تم نے اسے یہاں سرائے میں دفن کر دیا۔''

''ہم تم لوگوں سے واقف ہیں ... کبھی تمہیں اس پر شک ہو سکتا تھا اور تم یہاں سے اس کی لاش کو برآمد کر سکتے تھے۔''

''یہ بات کچھ جچی نہیں ... ضرور کوئی اور بات ہے۔''

''ہاں ہم نے ہی اسے مارا ... لاش اس لیے پھینکی کہ تم لوگ چکر پر چکر کھاؤ اور سرائے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ ، انہی تین مکانوں کے گرد گھومتے رہو لیکن تم پھر بھی آ گئے۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''اور اسی لیے تم آج ہمارا کھیل ختم کر دینا چاہتے ہو لیکن تم نے کبھی

سوچا کہ اب جب کہ تم ہم سب کو مار دو گے تو ہمارے ملک کی ساری
ریاستی مشینری حرکت میں آ جائے گی ... آئی ایس آئی اور آئی بی تم کو زمین
کی جڑوں میں سے بھی کھوج نکالے گی اور تم سب کتوں کی موت مار دیے
جاؤ گے ... میری مانو ... خود کو قانون کے حوالے کر دو۔''

'' ہم اب خود کو قانون کے حوالے کیا کریں گے ... تم لوگوں کو موت
کے حوالے کریں گے۔'' RK نے ہنس کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے کچھ کہنا چاہا لیکن اسی وقت انسپکٹر جمشید کو بہت زور کی
کھانسی اٹھی... انہوں نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا ... وہ کافی کمزور نظر آرہے
تھے ... پھر تو کھانسی مسلسل اٹھی چلی گئی ... آخر انہوں نے بہت مشکل سے
کہا۔'' آ پ ... پروفیسر... آپ کے پاس ... کھانسی کی گولی ہوتی ہے۔''

'' کھک ... کھانسی کی گولی ... اوہ ہاں کیوں نہیں۔'' انہوں نے چونک
کر کہا... پھر انہوں نے جیب سے چند گولیاں نکالیں... ادھر انسپکٹر جمشید کی
کھانسی جاری تھی ... انہوں نے ان میں سے ایک گولی الگ کر کے RA کی
طرف دیکھا اور بولے۔

''یہ لو جمشید ... کھاتے ہی کھانسی رک جاتی ہے اس سے۔''

'' شکریہ پروفیسر صاحب۔'' انہوں نے گولی کیچ کرتے ہوئے کہا اور پھر
اسے منہ میں ڈال لیا ... فوراً ہی کھانسی رک گئی۔

''واہ پروفیسر صاحب ... کمال کی گولی ہے... آپ کا شکریہ۔''

''ہاں انسپکٹر جمشید ... کیا کہہ رہے تھے تم؟'' RA نے بھنا کر کہا۔

'' اوہ ہاں! میں کہہ رہا تھا ... دیکھو ... خود کو قانون کے حوالے کر دو
... اس طرح تم جان گنوانے سے بچ جاؤ گے ... یہ خزانہ اب ہمارے قومی
خزانے کی ملکیت ہے ... اگر اس خزانے کے لیے تم لوگ اپنی حکومت کے
ذریعے سرکاری سطح پر ہماری حکومت سے بات کرتے تو شاید اس کا بڑا حصہ
تم کو مل بھی چکا ہوتا ... لیکن تم لوگوں نے برسوں اسی کوشش میں برباد کر
دیے کہ چوری چھپے یہ خزانہ شارجستان منتقل کر دو۔''

'' اب یہ شارجستان کہاں سے آ ٹپکا ... کچھ ہی دنوں پہلے ہی تو پر ہول
مہم شارجستان سے فارغ ہوئے ہیں ... ویسے ابا جان ... عجیب اتفاق ہے کہ
اس مہم میں بھی سرنگوں سے واسطہ پڑا اور اس کیس میں بھی ...''

'' تمہاری حکومت ہمیں کچھ نہ دیتی ... اور نہ ہماری حکومت ... بچ بچا کر
اگر ہم تک کچھ پہنچ بھی جاتا تو وہ اصل کا ایک فیصد بھی نہ ہوتا ...''

'' تمہاری مرضی ...'' انہوں نے کندھے اچکائے ...'' اگر میری بات
مان لیتے تو لڑائی بھڑائی سے بچ جاتے ... اب گرفتاری سے بھی نہ بچ پاؤ
گے اور مرہم پٹیاں بھی کراتے پھرو گے۔''

'' کیا کہا ... لڑائی بھڑائی سے بچ جاتے ... لیکن ہمیں لڑنے بھڑنے کی
کیا ضرورت ہے ... تمہارے تو ہم نے پہلے ہی چھکے چھڑا دیے ہیں ... باقی
رہ گئے یہ لوگ، یہ تو میرے ایک ایک ساتھی کی بھی مار نہیں۔''

'' اور باہر جو لوگ کھڑے ہیں ...''

'' وہ جب تک اندر آئیں گے ... ہم سرنگ کے راستے بہت دور جا نکلے

ہوں گے ... انہیں ملیں گی تو صرف تم لوگوں کی لاشیں ...''

''نہیں بھئی ... ایسی بات نہیں ہے۔'' پروفیسر مسکرائے۔

''کیسی بات نہیں۔'' RK نے بھنویں اچکائیں۔

''ایسی بات کہ ہم تمہارے ایک ہاتھ کی بھی مار نہیں لیکن بات یہ ہے کہ ہم تمہارے کسی ہاتھ کی مار ہیں ہی نہیں ... ہاں تمہیں ایک ہاتھ میں ضرور تارے دکھا سکتے ہیں ... کہو تو تجربہ کرا دیں۔''

''تجربہ!'' RK نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں تجربہ ... ایک طرف تم کہتے ہو، تم ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو تو دوسری طرف تمہیں اتنا معلوم نہیں کہ ہم لوگوں کو شکست دینا اتنا بھی آسان نہیں۔''

''یہ بات دوسروں کے لیے ہے ہمارے لیے نہیں ... اس لیے کہ اپنے بارے میں ہمیں معلوم ہے ... تمہیں ہمارے بارے میں معلوم نہیں۔''

''تب پھر تم اپنا ایک ہاتھ دکھا دو، ہم اپنا ایک ہاتھ دکھا دیں گے۔'' پروفیسر بولے۔

''لیکن انکل ابھی تو اس سے بدلہ لینا ہے۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''کیا مطلب ...'' پروفیسر داؤد اور RK ایک ساتھ بولے۔

''ان لوگوں نے بلکہ مسٹر RK نے ابا جان پر دھوکے سے قابو پایا تھا... ہم اس شخص سے ایک ایک ہاتھ کرنا پسند کریں گے ... دو دو میں نے اس لیے نہیں کہا کہ یہ بے چارے ہمارے ایک ایک ہاتھ کی بھی مشکل سے مار

ہیں ... دو دو ہاتھ کرنے کی تو نوبت ہی نہیں آئے گی۔''

''اب بس تم لوگوں نے مجھے غصہ دلا دیا، اب کوئی بات نہیں ہوگی... انسپکٹر جمشید کی بھی کوئی بات نہیں سنی جائے گی ... اب تم لوگوں کی چٹنی بنا کر رہوں گا۔''

''اس سے پہلے ہم تمہارا مربہ بنا دیں گے ان شاء اللہ!'' محمود نے پرجوش لہجے میں کہا... وہ واقعی اس سے لڑنا چاہتے تھے ... کیونکہ اس پر بہت غصہ تھا انہیں ... شدید ترین غصہ ... لیکن ایسا نہیں کہ ہوش کھو بیٹھتے ...

''آ جاؤ پھر۔'' RK دانت نکال کر ہنسا۔

تینوں آ کھڑے ہوئے ... اسی وقت انسپکٹر جمشید بولے: ''سنبھل کر ... کیونکہ ہمیں واقعی اس کے لڑنے کے بارے میں بھی معلوم نہیں ... ویسے تو بہتر ہے ... تم مجھے لڑ لینے دو اس سے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''تم ... تم لڑو گے انسپکٹر ... تم میں اتنی ہمت کہاں ... ہم نے جو دوا تمہیں دی ہے ... ابھی اس کا اثر زائل نہیں ہونے والا۔''

''یہی تو تمہاری خوش فہمی ہے، میں نے وہ گولی بلاوجہ نہیں کھائی تھی... اور نہ ہی وہ کھانسی کی گولی تھی۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ میں نے مصنوعی طور پر کھانس کر پروفیسر صاحب کو اشارہ کیا تھا کہ مجھے اعصاب شکن دوا کا اثر زائل کرنے کے لیے کچھ دیں... یہ جب بھی ہمارے ساتھ کسی مہم پر نکلتے ہیں تو اپنی ایجاد کردہ ایسی دوائیں

لے کر نکلتے ہیں ... لہٰذا اب میں بالکل ٹھیک ہوں ... اگر یقین نہیں تو یہ لو، میں تمہیں اس کا تجربہ کرا دیتا ہوں ... " یہ کہتے ہی وہ بجلی کی تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلے اور اسے دائیں ہاتھ کی کلائی سے پکڑ لیا ... ساتھ ہی انہوں نے اپنا ایک خاص گر اختیار کیا ... دوسرے ہی لمحے RK کے منہ سے دل دوز چیخ نکل گئی اور وہ پیٹ کے بل دہرا ہو گیا ... یوں لگا جیسے وہ سخت تکلیف میں ہو ...

" چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو ... " وہ بری طرح چلایا۔

" اگر میں چاہوں ... تو اسی ایک ہاتھ سے تمہاری جان نکال دوں ... لیکن میں ایسا کروں گا نہیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے بچوں کی حسرت دل میں رہ جائے ... میرے بچے تم سے لڑنا چاہتے ہیں ... اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتے ہیں ... لہٰذا اب میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے اس کی کلائی چھوڑ دی ... فوراً ہی اس کی جان میں جان آگئی ... وہ سیدھا ہو گیا اور بولا : " اُف یہ کیا وار تھا ... کیا طریقہ تھا ... جاؤ تم لوگوں کو چھوڑتا ہوں ... تم اپنے گھر چلے جاؤ۔"

" تاکہ لوگوں کو لوٹو انہیں قتل کرو ... یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم تمہیں جانے دیں ... تم لوگوں کی گرفتاری تو اب ہمارا مقصد ہے ... زندگی رہے یا جائے تم لوگوں کو تو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیج کر رہیں گے ... محمود، فاروق، فرزانہ ٹوٹ پڑو اس پر۔" ان کے اتنا کہتے ہی تینوں نے تین طرف سے اس پر چھلانگیں لگائیں ... ایک ساتھ اس سے ٹکرائے اور یہ ٹکر انہوں نے خاص

انداز سے ماری تھی وہ جانتے تھے ... مقابلے میں سخت آدمی ہے ... لیکن لمبے آدمی کا لمبا قد ان بچوں سے مقابلے میں اس کے آڑے آ رہا تھا کیونکہ وہ نیچے جھکنے میں اور ان تینوں کی رفتار کا ساتھ دینے میں مشکل محسوس کر رہا تھا ... آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر تھکن کے آثار نظر آنا شروع ہو گئے ... تینوں ٹکریں اس کے جسم کے ایسے حصوں پر لگیں کہ وہ بے دم ہو گیا ... کٹے ہوئے شہتیر کی طرح گرا ... اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس کے جسم پر چھلانگیں شروع کر دیں ... اب اس کے منہ سے لگاتار چیخیں نکلنے لگیں ... کیونکہ ان کے جوتوں سے RK کا جسم جگہ جگہ سے زخمی ہوتا چلا گیا ... اس وقت انسپکٹر جمشید نے کہا۔

" اب بس کرو ... ایسا نہ ہو کہ یہ بیان دینے کے لائق بھی نہ بچے ... . اس کو باندھ لو ... میں خفیہ فورس کو نیچے بلوا کر سرنگ میں موجود ان کے ساتھیوں کو قابو کرتا ہوں ... میں اعلیٰ حکام کو فون کرتا ہوں تاکہ وہ اس خزانے کو دیکھ لیں۔"

" لیکن ابا جان ... نور جان اور ان کی بیگم کا کیا ہو گا ..." فرزانہ نے پریشان ہو کر سوال کیا ...

" ہو گا کیا ... وہ بھی انہی کے ساتھی ہیں جیل جائیں گے۔" وہ سرد لہجے میں بولے۔

" لل ... لیکن انہوں نے تو دراصل ہماری مدد کی ہے ..." فاروق نے کہا ... پھر اس نے ان کو جلدی جلدی اوپر چھت پر پیش آئے ہوئے

واقعات بتائے۔ انسپکٹر جمشید حیرت زدہ انداز میں سنتے رہے ... پھر بولے:

'' اگر یہ بات ہے تو پھر یہ وعدہ معاف گواہ بنائے جائیں گے ... اور قانون کے مطابق ان کو اس خزانے کا دس فیصد حصہ بھی حکومت سے دلوانے میں، میں ان کی مدد کروں گا ...'' انسپکٹر جمشید نے پرجوش انداز میں کہا۔

یہ سن کر نور جان اور اس کی بوڑھی بیوی کے چہرے کھل اٹھے۔

پھر وہ لگے نمبر ملانے ... اس وقت فاروق بول اٹھا...

'' اللہ تعالیٰ ہم پر ایسے بڑے بڑے احسانات کرتا رہے۔''

'' آمین!'' سب نے زوردار آواز میں کہا۔

☆☆☆

محکمہ سراغرسانی کے کانفرنس ہال میں انسپکٹر جمشید کے علاوہ آئی جی افتخار احمد، ڈی آئی جی شیخ نثار کے علاوہ وزیر داخلہ بھی موجود تھے ... وزیر داخلہ انسپکٹر جمشید کا بے حد احترام کرتے تھے ... یہ ایک ادھیڑ عمر اور شریف انسان تھے ... انسپکٹر جمشید بھی ان کی ایمانداری کے سبب ان کی قدر کرتے تھے ... ساری عمر سیاست میں گزار دی تھی لیکن آج بھی دو کمروں کے ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہتے تھے۔ ہال میں محمود، فاروق، فرزانہ بھی موجود تھے ... انسپکٹر جمشید ڈاکوؤں کے اس خطرناک گروہ کے بارے میں بتا رہے تھے:

'' یہ لوگ جرائم کی دنیا میں پرانے ہیں یعنی خاندانی ڈاکو ہیں۔''

''جی کیا کہا ... خاندانی ڈاکو۔'' مارے حیرت کے آئی جی صاحب کے منہ سے نکلا۔

'' ہاں! خاندانی ڈاکو۔'' وہ مسکرائے۔

'' آخر کیسے ...'' وزیر داخلہ سے رہا نہ گیا۔

ادھر محمود اور فرزانہ نے بھی بوکھلا کر فاروق کی طرف دیکھا تھا ... لیکن وہ تو بغیر ہلے جلے ہال کی چھت کو گھورے جا رہا تھا ... لیکن اس نے ان دونوں کو اپنی جانب دیکھتے محسوس کر لیا تھا: '' میں جانتا ہوں کہ تم دونوں میری طرف کیوں دیکھ رہے ہو ... تم لوگ یہ سوچ رہے ہو نا ... کہ اب میں یہ کہوں گا کہ خاندانی ڈاکو تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے ... میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دیتا ہوں ... تو یہ لو ... اوہ! خاندانی ڈاکو ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے ... اور اب میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کے جواب میں محمود جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہے گا ... وحشت تیرے کی ... فرزانہ برا سا منہ کر کہے گی ... ہے کوئی تک ...'' یہ کہہ کر وہ ایک بار پھر چھت کو گھورنے میں مصروف ہو گیا ... محمود اور فرزانہ برا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگے ...

انسپکٹر جمشید کی تقریر جاری تھی ... وہ کہہ رہے تھے: '' نور جان جو اس گروہ کا سرغنہ تھا ... اب وعدہ معاف گواہ بن گیا ہے ... اس کا کہنا ہے کہ اس کا خاندان ٹھگوں اور ڈاکوؤں کا خاندان تھا ... کسی زمانے میں یہ ٹھگ کہلاتے تھے ... پھر زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان ٹھگوں نے بھی ترقی کر

لی... ٹھگوں سے ڈاکو بن گئے لیکن اب چونکہ ٹھگ تو پہلے ہی بہت چالاک ہوتے ہیں ... یہ اپنی چالاکی ڈاکو پن میں بھی لے آئے ... ملک کے حالات سے اچھی طرح باخبر تھے ... ٹھگی کے زمانے میں انہوں نے خوب دولت جمع کرلی تھی اور وہ دولت یہ جمع رکھتے تھے اس سرائے کے تہہ خانوں اور سرنگوں میں ... اس کے تہہ خانے میں دولت کے انبار لگے تھے ... یہ دولت بھی عجیب چیز ہے... انسان کے پاس یہ جتنی زیادہ جمع ہوتی جاتی ہے... یہ اسے کم ہی لگتی ہے، وہ انبار بھی ان لوگوں کو کم ہی لگتے تھے... ورنہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ اس دولت پر اکتفا کرتے، اسی کو بہت خیال کرتے اور ڈاکوؤں کی زندگی کو چھوڑ کر شریفوں کی زندگی بسر کرتے، لیکن ہوس نے انہیں اپنا یہ گھناؤنا کاروبار چھوڑنے نہ دیا... ہوس بڑھتی رہی ... یہ مکان بھی دراصل ایک سو اسی برس پرانا ہے اور اس میں کئی زیر زمین راستے اور سرنگیں ہیں ... اس لیے لوٹ کا مال چھپانے کے لیے مناسب ترین جگہ تھی ... دراصل یہ جگہ سرائے تھی ہی نہیں ... اگر کوئی بھولا بھٹکا مسافر اس طرف آ بھی جاتا تھا تو یہ اس کو ڈرا کر بھگا دیتے تھے ... جب ہم وہاں پہنچے تھے تو ایک آواز آئی تھی کہ" اندر آؤ میں تو صدیوں سے تمہاری ہی راہ دیکھ رہا تھا۔" ... اس آواز کے بارے میں نور جان کے ایک بیٹے کبیر جان نے اقرار کیا تھا کہ یہ ایک ٹیپ ریکارڈر سے آتی ہے جس کے ذریعے وہ ان لوگوں کو ڈرا کر بھگا دیتے ہیں جن کو وہ سرائے میں ٹھہرانا نہیں چاہتے ...لیکن اس نے آدھا سچ کہا تھا ... وہ دراصل کسی کو بھی اس سرائے میں نہیں

ٹھہراتے تھے اور یہی آواز سنا کر جو بھی آتا تھا اسے ڈرا کر بھگا دیتے تھے ... اس طرح یہ مکان آسیب زدہ مشہور ہوگیا تھا اور کوئی اس کے نزدیک بھی نہ پھٹکتا تھا اور اس طرح ان ڈاکوؤں نے اسے اپنا محفوظ ٹھکانہ بنا لیا تھا... لیکن جب ہم وہاں پہنچے تو اس نے ٹیپ تو چلا دیا لیکن مجھے پہچان گیا ... جیسے اس شہر کے دوسرے تمام جرائم پیشہ پہچانتے ہیں ... اس نے سوچا ہوگا کہ یہ ان ڈراموں میں آنے والے نہیں ہیں لہٰذا ان کو ٹھہرا لو اور پھر صبح کو چلتا کر دو ... اس دوران نور جان کو کسی طرح یہ علم ہوا کہ اس کے پردادا کے دادا نے نصیر آباد کے علاقے میں ایک قلعہ نما مکان بنایا تھا جس میں اس نے اس دور کے ایک مقامی زمیندار کا بہت بڑا خزانہ بھی لوٹ کر چھپایا تھا لیکن پھر جب وہ خزانہ چھپا کر واپس جا رہا تھا تو کسی انگریز میجر کی گولیوں کا نشانہ بن گیا جو اس دور میں اس علاقے کے ٹھگوں کو قلع قمع کرنے کی مہم پر نکلا ہوا تھا ... نور جان اس خزانے کی تلاش میں جت گیا ... اس نے وہ قلعہ نما مکان تلاش کیا اور اسے خرید ڈالا ... لیکن جب وہ اس کے زیر زمین راستوں تک پہنچے تو علم ہوا کہ سرنگوں کا جال تو دائیں اور بائیں اطراف کے مکانوں کے نیچے تک پھیلا ہوا تھا ... اس کیلئے دایاں اور بایاں مکان بھی خریدا گیا۔ آخر کئی برسوں کی کوشش کے بعد وہ خزانہ ڈھونڈنے میں کامیاب ہوگیا ... اور پھر آہستہ آہستہ اس خزانے کو قلعہ نما مکان سے جنگل والی سرائے میں پہنچانے کا کام شروع ہوگیا ... لیکن ابھی پورا سامان اور سونے کا پائے والے صوفہ سیٹ لے جانا باقی تھے کہ ان

کی زندگیوں میں اچانک ایک حادثہ ہوگیا۔"

"کیا کہا... حادثہ۔"

"ہاں! حادثہ... ایک جگہ انہوں نے ڈاکا ڈالا... ڈاکا ڈال کر واپس جا رہے تھے کہ ایسے میں دوسری طرف سے ڈاکوؤں کا ایک اور گروہ آ گیا... ان لوگوں نے خیال کیا کہ موٹا شکار آ رہا ہے لہٰذا انہوں نے ان پر فائرنگ شروع کر دی... لیکن برا ہوا ان کی قسمت کا... کہ دوسرے گروہ کی فائرنگ سے ان کا بھی ایک ساتھی گولی لگنے سے شدید زخمی ہوگیا اور ان کو اس کی خاطر ہم سے مدد لینی پڑی... لیکن پھر وہ اپنی حماقت کے سبب ان کے ہاتھوں مارا گیا... لیکن یہ بات اب سامنے آئی کہ وہ نور جان کا بیٹا نہیں تھا... بلکہ نور جان کا تو صرف ایک ہی بیٹا تھا اور وہ تھا کبیر جان... وہ جس نے ہمارے لیے سرائے کا دروازہ کھولا تھا... باقی سب اس کے گروہ کے لوگ تھے جسے اس نے اپنے بھائی بتایا تھا... لیکن برا ہوا ان کی قسمت کا... کہ ان کا ساتھی گولی لگنے سے شدید زخمی ہوگیا اور ان کو اس کی خاطر ہم سے مدد لینی پڑی... لیکن پھر وہ اپنی حماقت کے سبب ان کے ہاتھوں مارا گیا... ہم تو خیر بہت بعد میں اس کہانی میں شامل ہوئے ہیں... اگر ان کا ساتھی زخمی نہ ہو جاتا تو یہ لوگ آج بھی بدستور اپنے ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہوتے... عدالت میں نور جان اپنی خونی داستان خود سنائے گا... ان کے ظلم کی داستان اس کی زندگی سے نہیں... اس کے باپ دادا کی زندگی سے نہیں... ان کے بھی باپ دادا کے زمانے سے چلی آ رہی ہے... ابھی تو یہ

بھی دیکھنا ہے کہ عدالت اس کے وعدہ معاف گواہ بننے کو تسلیم بھی کرتی ہے یا نہیں... وہ اس لیے کہ یہ تو خود ہی اپنے گروہ کا سرغنہ تھا... اب یہ عدالت پر منحصر ہے کہ وہ سرغنہ کو بطور سرکاری گواہ کیسے تسلیم کرے... اور وہ کس کے خلاف گواہی دے گا... کیا اپنے ہی خلاف... یا پھر شاید عدالتِ عالیہ اس کا بڑھاپا دیکھتے ہوئے اس کی سزا میں کمی کر دے... خزانے میں سے اس کو حصہ دلوانے کے لیے البتہ میں محترم وزیر داخلہ سے ضرور سفارش کروں گا۔" انسپکٹر جمشید نے یہاں تک کہہ کر اپنی بات ختم کر دی۔

O

گھر واپس جاتے ہوئے تینوں پر سوالات پوچھنے کا جیسے دورہ پڑ گیا تھا... تینوں کے تابڑ توڑ سوالات سے بوکھلا کر وہ بات بدلنے کو بولے:

"اچھا بھئی... اس کیس کا سہرا تو اکرام کے سر بندھنا چاہیے کیونکہ اگر وہ کام نہ دکھاتا تو نور جان کی بیوی کبھی تہہ خانے کے راستے کی نشاندہی نہ کرتی... کیا خیال ہے..."

"خیال تو برا نہیں ہے... لیکن اس خیال پر فیصلہ کرنے سے پہلے صرف اتنا بتا دیں کہ RK نور جان کو مہاراج کیوں کہتا تھا..."

"پرانے زمانے میں ٹھگوں کے سرداروں کو مہاراج کہہ کر پکارا جاتا تھا... اور اسی لحاظ سے سردار کی بیوی کو مہارانی..."

"ایک سوال میرا بھی... سوال یہ ہے کہ راجہ ساگر کہاں گیا..."

"راجہ ساگر ان ہی ڈاکوؤں کا ساتھی اور وکیل تھا... جب بھی یہ کہیں

پکڑے جاتے وہ قانونی داؤ پیچ سے انہیں چھڑا لاتا ... لیکن اس کیس میں ہمارے عمل دخل کی وجہ سے اس کی دال نہیں گل پائی اور اس نے بھاگ نکلنے کی ٹھانی ... ہمیں اس نے اپنے اغوا کی جھوٹی کہانی اس لیے سنائی تھی کہ اگر اس طرح یہ کہہ سکے کہ وہ ان کا ساتھی نہیں بلکہ خود ان کا شکار ہے ... ویسے اسے گرفتار کر لیا گیا ہے لیکن اس نے کہا ہے کہ اسے یہاں اغوا کر کے لایا گیا تھا ... اس کے خلاف براہِ راست جرم ثابت کرنا مشکل ہوگا ... شاید وہ رہا بھی ہو جائے جیسے ہمارے ملک کے بڑے لوگ آئین اور قانون توڑ کر بھی قانون کے شکنجے سے بچے رہتے ہیں۔''

''اب یہ سوال تو ہوئے ... اب میرا بھی ایک سوال ہے ...'' فاروق بھلا کب پیچھے رہنے والا تھا۔

''ہاں ... تم بھی پوچھو ...''

''میرا سوال یہ ہے کہ حساب کے پرچے میں الجبرا کیوں ہوتا ہے ... اور چلیں اگر ہوتا بھی ہے تو اس قدر مشکل کیوں ہوتا ہے ... اور پھر اگر مشکل ہونا ہی تھا تو اسے ایجاد کرنے کی آخر ضرورت ہی کیا تھا ... اور اگر اس کو ایجاد کرنا کسی اور کی غلطی ہے اس کی سزا میں کیوں بھگتوں۔''

فاروق کی مسمسی صورت نے ان سب کو مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

○ ○ ○